ابنِ صفی

جلد نمبر 3

جاسوسی دنیا

9- پُراسرار اجنبی

10- احمقوں کا چکر

11- پہاڑوں کی ملکہ



پیشرس

”پراسرار اجنبی“ اپنے الجھے ہوئے واقعات کی بناء پر ایک انتہائی دلچسپ ناول ہے۔ آپ اس میں دیکھیں گے کہ

جرائم کسی خاص طبقے تک محدود نہیں۔ مصلح بھی مجرم ہوسکتا ہے۔

ایک ادیب بھی جرم کرسکتا ہے۔

مجرم وہ لوگ بھی ہوسکتے ہیں جنہیں لوگ مصنف سمجھتے ہیں،

ہمارے آپ کے درمیان ایسے لوگ بھی موجود ہیں جنہیں سوسائٹی قطعی بے ضرر سمجھتی ہے لیکن ان کے سیاہ کارناموں پر سے پردہ اٹھتے ہی دنیا انگشت بدنداں رہ جاتی ہے۔ ایک انتہائی چالاک عورت جس کی ایک ہی جنبشِ ابرو پر بڑے بڑے مجرموں کے دل دہل جاتے ہیں۔ اپنی جنسی خواہشات کے طوفان میں گھر کر کس طرح بے بس اور مجبور ہوجاتی ہے۔

اور پھر......

ایک خوبصورت نوجوان کی دلآویز مسکراہٹ اس کے جلال و جبروت کے طلسم کو فنا کردیتی ہے۔ وہ عورت جس نے قاتلوں کے چھکے چھڑا رکھے ہوں......وہ......ایک حسین نوجوان کے قدموں میں بے دست و پا پڑی تھی۔

اور......وہ نوجوان......؟

فریدی اور حمید اس ناول میں کیا کر رہے ہیں؟ اس کا جواب اس ناول کے دلچسپ مطالعہ سے ملے گا۔

پبلشر

پُراسرار اجنبی

دلاور پور تھا تو اچھا خاصا بڑا قصبہ، لیکن پھر بھی اس کے مغربی سرے پر ایک چھوٹی سی انگریزی طرز کی خوبصورت عمارت کا وجود واقعی تعجب انگیز تھا۔ دلاور پور ایک بہت پرانی بستی تھی۔ یہاں سے شہر تقریباً دس میل کی دوری پر تھا۔ یہاں زیادہ تر زمیندار آباد تھے، جن کے بڑے بڑے مکان جو پشت ہا پشت سے بطور میراث منتقل ہوتے چلے آئے تھے آج بھی اپنی اصلی یا کچھ شکستہ حالت میں موجود تھے۔ ان عمارتوں میں ایک انگریزی وضع کی عمارت کا وجود کچھ عجیب سا لگتا تھا اور اس میں رہنے والے مردوزن لوگوں کی نظروں میں اس عمارت سے بھی عجیب تھے۔

یہاں سعید اور اس کی بیوی رہتے تھے۔ سعید ایک خوبصورت اور خوش وضع انسان تھا۔ اس کے باپ کا شمار یہاں کے بڑے زمینداروں میں ہوتا تھا۔ اس نے سعید کو اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کے لئے انگلینڈ بھیج دیا تھا جہاں وہ تعلیم حاصل کرنے کے ساتھ ساتھ تجارت اور صنعت و حرفت میں دلچسپی لیتا رہا۔ صنعت و حرفت میں اس کا خاص موضوع کاغذ بنانا تھا، تعلیم کے ساتھ ہی ساتھ وہ مختلف قسم کے کاغذ بنانے کی ٹریننگ بھی لے رہا تھا۔ اس کے والد کو توقع تھی کہ وہ انگلینڈ سے واپس آنے کے بعد کوئی بہت بڑی سرکاری ملازمت پا جائے گا۔ لیکن اس کی واپسی پر انہیں اپنی آرزوؤں کا خون ہوتا دکھائی دیا۔ سعید نے ملازمت کرنے سے انکار کردیا۔ اس کے بجائے اس نے شہر میں کاغذ بنانے کا ایک چھوٹا سا کارخانہ کھول دیا۔ حالانکہ اس کے باپ کو یہ بات بہت

ناگوار گزری لیکن وہ اس پر اس کی مخالفت میں کچھ زور بھی نہ ڈال سکے کیونکہ وہ ان کا اکلوتا بیٹا تھا اور دنیا میں اس کے علاوہ ان کا تھا ہی کون۔ تیرہ اولادوں میں صرف وہی ایک بچا تھا۔ بیوی پہلے ہی مر چکی تھی اور اب خاندان میں صرف یہی دو باپ بیٹے رہ گئے تھے۔

شروع شروع میں کارخانہ اچھا خاصا چلتا رہا۔ پھر اچانک نقصان ہونا شروع ہوگیا۔ ادھر سعید کا باپ بھی بیمار پڑ گیا۔ اس کی علالت کے سلسلے میں وہ کاروبار کی طرف کچھ دھیان نہ دے سکا۔ کارخانہ کی حالت روز بروز ابتر ہوتی جارہی تھی۔ ادھر ان کی بیماری نے خطرناک صورت اختیار کرلی، جس دن کارخانے میں تالا پڑا اس کے دوسرے ہی دن اس کے باپ کا انتقال ہوگیا۔

باپ کے مرنے کے بعد وہ بالکل تنہا رہ گیا۔ زمینداری کا سارا بار بھی اس پر آ پڑا۔ گو آدمی تھا ذہین، طبیعت نہ لگنے کے باوجود بھی اس نے کام میں بہت جلد مہارت حاصل کرلی۔ کچھ دنوں کے بعد اس کی جدت پسند طبیعت نے اسے ٹھوکے دینے شروع کئے اور اس کے دل میں کاشت کاری کرنے کا بھوت سوار ہوگیا۔ ایک ٹریکٹر خریدا گیا۔ چھوٹے چھوٹے کھیتوں کو یکجا کرکے ان کی چک بندی کی گئی۔ عمدہ عمدہ بیج حاصل کئے گئے اور پھر سعید نے باقاعدہ کھیتی باڑی شروع کردی۔ وہ خود ٹریکٹر چلاتا۔ کھیتوں کی سینچائی اور نرائی بھی خود ہی کرتا اور گاؤں والے اسے حیرت بھری نظروں سے دیکھتے۔ جس وقت وہ سوٹ پہنے منہ میں پائپ دبائے ٹریکٹر پر بیٹھ کر راستوں سے گزرتا تو لوگ اس کا مضحکہ اڑاتے۔ ہم چشم آوازے کستے لیکن وہ بُرا نہ مانتا۔ رفتہ رفتہ وہ اس کے عادی ہوگئے۔

سعید ایک بااخلاق اور سیدھا سادا آدمی تھا۔ شروع شروع میں لوگ اس کی طرف بدظن ضرور تھے۔ لیکن رفتہ رفتہ اس کی شرافت اور اخلاق نے سب کو اپنا گرویدہ بنا لیا اور پھر اس کی شہرت کی سب سے بڑی وجہ ماحول سے بغاوت تھی۔ ہندوستان کی فضا میں وہ مغربی کسان کی طرح زندگی بسر کررہا تھا۔ یہ چیز عوام کے لئے عجوبہ تھی اور ہر عجیب چیز بہت جلد مشہور ہوجاتی ہے۔ بعض بے تکلف لوگ اسے مذاقاً کسان صاحب کہا کرتے تھے۔ رفتہ رفتہ وہ اسی نام سے مشہور ہوگیا۔ قصبے میں جب بھی کسی کو گفتگو کے دوران میں اس کا حوالہ دینا پڑتا تھا تو وہ اسے

کسان صاحب ہی کے نام سے یاد کرتا، اس میں طنز اور مذاق کا شائبہ بھی نہ ہوتا۔

کچھ دنوں بعد سعید نے گاؤں کے مغربی سرے پر شہر سے آنے والی سڑک سے کچھ دور ہٹ کر اس انگریزی طرز کی عمارت کی بنیاد ڈالی۔ اس عمارت کے نزدیک ہی اس نے ایک بہت بڑا اناج گھر بنوایا۔ ان دونوں عمارتوں کے گرد ایک بہت لمبا چوڑا میدان تھا۔ جہاں اور بھی کئی چھوٹی چھوٹی عمارتیں بنائی گئی تھیں جن میں مرغیاں اور دودھ دینے والے جانوروں کے رکھے جانے کا انتظام کیا گیا تھا۔ سڑک سے تھوڑی ہی دور پر پیال کے بنڈلوں کے ڈھیر دکھائی دیتے تھے۔ یہ دراصل اس کا کھلیان تھا۔ یہاں پودوں سے اناج الگ کرنے کے بعد ان کے بنڈل بنا کر سلیقے سے اوپر تلے چن دیئے جاتے تھے۔

اس نئے مکان کی تعمیر کے بعد سعید نے اپنے آبائی مکان کو چھوڑ دیا اور مستقل طور پر یہیں آ کر رہنے لگا۔ اس دوران میں اس نے شہر کی ایک تعلیم یافتہ لڑکی سے شادی کرلی اور اس کی بیوی بھی اتفاق سے بالکل اسی کی طرح جدت پسند واقع ہوئی تھی۔

شادی کے سلسلے میں ایک بار پھر اُسے مخالفت کے طوفان کا مقابلہ کرنا پڑا۔ بھلا کسی خاندانی آدمی کی شادی کسی ایسے خاندان میں ہو، گاؤں کے لوگ کس طرح پسند کرلیتے، جس کے حسب و نسب ہی کا پتہ نہ ہو اور پھر اس پر ستم یہ تھا کہ سعید اپنی بیوی کو بھی بے پردہ رکھتا تھا۔

آہستہ آہستہ یہ طوفان بھی دب گیا۔ یہاں بھی سعید کی شرافت کام آئی۔ وہ بُرا بھلا کہہ جانے کے باوجود بھی لوگوں سے اسی طرح ملتا رہا۔ ان کے دکھ سکھ میں شریک ہوتا رہا۔ کچھ دنوں بعد اُسے بُرا بھلا کہنے والوں کی گردنیں پھر جھک گئیں۔

اب دونوں میاں بیوی نہایت سکون اور اطمینان کے ساتھ زندگی بسر کررہے تھے۔ اس وقت رات کی تاریکی میں سفید عمارت کچھ عجیب سی لگ رہی تھی۔ دسمبر کا مہینہ تھا۔ سردی اپنے شباب پر تھی حالانکہ ابھی صرف آٹھ ہی بجے تھے، لیکن سارے گاؤں پر کچھ اس طرح کا سکوت طاری تھا جیسے رات گزر گئی ہو۔ کبھی کبھی کتوں کے بھونکنے یا بھینسوں کے ڈکرانے کی آوازیں سکوت کا سینہ چیرتی ہوئی دور تک لہراتی چلی جاتیں اور پھر ان کی بازگشت سنائی دیتی۔

دفعتاً شہر سے آنے والی سڑک پر کسی کار کی ہیڈ لائیٹس کی روشنی نظر آئی۔ کار تیزی سے

سڑک سے اتر کر سعید کے مکان کی طرف بڑھنے لگی اور پھر وہ پیال کے بنڈلوں کے ایک ڈھیر سے اس طرح ٹکرائی کہ اس کا اگلا حصہ اس میں دھنستا چلا گیا۔ مشین بند کردی گئی۔ ایک بھاری بھرکم آدمی کار سے اترا اور پیال کے بنڈل اٹھا اٹھا کر کار پر پھینکنے لگا۔ دیکھتے ہی دیکھتے پوری گاڑی اس میں چھپ کر رہ گئی۔ اس کام سے فراغت پا کر اس نے پیچھے پلٹ کر دیکھا۔ کچھ دور پر اسے کسی دوسری کار کی روشنی دکھائی دی۔ وہ جھپٹ کر پیال کے ڈھیر کے پیچھے چلا گیا۔ وہ آہستہ آہستہ دوڑتا ہوا سعید کے بنگلے کی طرف جا رہا تھا۔

آج سنیچر کی رات تھی، اس لئے سعید نے معمول کے مطابق سارے نوکروں کو چھٹی دے دی تھی تاکہ وہ اپنے اپنے گھروں میں جا کر رات بسر کریں۔ سنیچر کی رات کو وہ ان نوکروں کو بھی چھٹی دے دیا کرتا تھا جو رات وہیں بنگلے ہی میں بسر کرتے تھے۔ حتیٰ کہ باورچی بھی سنیچر کی شام کو رخصت کردیا جاتا تھا۔ اس رات کا کھانا سعید کی بیوی خود تیار کیا کرتی تھی۔ آٹھ بج رہے تھے، لیکن ابھی تک کھانا نہیں پک چکا تھا۔ سعید کھانے کے کمرے ہی میں اپنے حساب کتاب کے کاغذات اٹھا لایا کرتا تھا تاکہ وہاں بیٹھے بیٹھے اپنی بیوی سے گپ بھی لڑا سکے، جو باورچی خانہ میں روٹیاں پکا چکنے کے بعد سالن کی دیگچیوں کی دیکھ بھال کررہی تھی۔

"بھئی یہ گوشت تو گلنے کا نام ہی نہیں لیتا۔ آپ کو بھوک لگ رہی ہوگی۔" سعید کی بیوی نے باورچی خانے سے کہا۔

"پرواہ نہ کرو۔" سعید نے حساب جوڑتے جوڑتے سر اٹھا کر کہا۔ "چائے کا پانی رکھ دو تو بہتر ہے، سردی بہت ہے۔"

"اچھا......!"

اور پھر برآمدے میں بھاری بھاری قدموں کی آوازیں سنائی دیں۔ سعید چونک پڑا۔ آواز لحظہ بہ لحظہ قریب آتی جارہی تھی۔ سعید سمجھا شائد اس کا کوئی رشتہ دار ہوگا۔

دفعتاً ایک اجنبی کمرے میں داخل ہوا۔ سعید کھڑا ہوگیا۔ وہ اسے غصہ اور حیرت بھری نگاہوں سے دیکھ رہا تھا۔ آنے والا ایک ادھیڑ عمر کا آدمی تھا۔ اس نے ایک بہت عمدہ قسم کے کتھئی سرج کا سوٹ پہن رکھا تھا۔ انداز سے کوئی متمول اور باوقار آدمی معلوم ہوتا تھا۔ اس کی شخصیت

میں سب سے عجیب چیز یہ تھی کہ وہ موٹا نہ ہونے کے باوجود بھی کافی بھاری بھرکم معلوم ہو رہا تھا۔

"میں اس بے وقت تکلیف دہی کی معافی چاہتا ہوں۔" اس نے نرم لہجے میں کہا۔

"لیکن آپ کا اس طرح بغیر اجازت کسی کے گھر میں گھس آنا کوئی اچھی بات نہیں۔" سعید نے تلخی سے کہا۔

"مجبوری بھی کوئی چیز ہے۔" اجنبی بیٹھ کر ہانپتے ہوئے بولا۔

"آپ کیا چاہتے ہیں؟"

"پناہ......صرف ایک رات کے لئے۔" اجنبی بولا۔

اتنے میں سعید کی بیوی بھی آگئی۔ وہ بھی اسے حیرت بھری نظروں سے دیکھ رہی تھی۔ لیکن شائد اجنبی اس کی موجودگی سے ناواقف تھا۔ وہ سعید کی طرف سوالیہ نگاہوں سے دیکھ رہا تھا۔

"میں آپ کو جانتا نہیں۔" سعید نے کہا۔ "معلوم نہیں آپ کون ہیں کیسے ہیں؟"

"اس وقت میرے پاس اپنی شرافت کا کوئی ثبوت نہیں۔" اجنبی نے کہا اور پھر اپنی جیب سے نوٹوں کا ایک بڑا سا بنڈل نکال کر سعید کے سامنے میز پر ڈالتے ہوئے کہا۔ "لیکن میں ایک رات آپ کی چھت کے نیچے رہنے کی یہ قیمت ادا کرسکتا ہوں۔"

سعید کبھی اسے دیکھتا تھا اور کبھی نوٹوں کے بنڈل کو۔

"کیا کوئی آپ کا تعاقب کررہا تھا......؟" سعید نے پوچھا۔

"یہی سمجھ لیجئے۔"

"پولیس......؟" سعید نے سوال کیا۔

"تو کیا آپ مجھے بدمعاش ہی سمجھتے ہیں؟" اجنبی مسکرا کر بولا۔ وہ خود کو بہت زیادہ مطمئن اور پرسکون ظاہر کرنے کی کوشش کررہا تھا۔ لیکن اس کا بار بار مڑ مڑ کر برآمدے کی طرف دیکھنا اس کے خوفزدہ ہونے کا اعلان کررہا تھا۔

سعید نے اس کے سوال کا کوئی جواب نہ دیا اور بدستور اسے گھورتا رہا۔

"بولئے کیا کہتے ہیں آپ......؟" اجنبی بولا۔

"مجبوری ہے۔" سعید نے جواب دیا۔

"تو پھر میں بھی مجبور ہوں۔" اجنبی جیب سے پستول نکال کر سعید کی طرف بڑھتے ہوئے بولا۔

سعید کی بیوی کے منہ سے چیخ نکل گئی۔ اجنبی چونک کر اس کی طرف مڑا۔

"اوہ..... مجھے نہیں معلوم تھا کہ یہاں کوئی خاتون بھی تشریف رکھتی ہیں۔" اجنبی نے کہا اور جلدی سے پستول جیب میں رکھ لیا۔

"خواتین کی موجودگی میں اس قسم کی حرکت غیر شریفانہ ہے۔" اجنبی ندامت آمیز لہجے میں بولا۔ "خیر اگر آپ یہی چاہتے ہیں کہ میں ہلاک کر دیا جاؤں تو میں جا رہا ہوں۔" اجنبی اپنے نوٹوں کا بنڈل وہیں چھوڑ کر باہر جانے کے لئے واپس مڑا۔

سعید عجیب قسم کی ذہنی کشمکش میں مبتلا تھا۔ اسے جاتے دیکھ کر بولا۔ "ٹھہریئے۔"

اجنبی رک گیا۔

"آپ آخر بتاتے کیوں نہیں کہ آپ کون ہیں۔" اس نے اکتائے ہوئے لہجے میں پوچھا۔

"یہ میں نہیں بتا سکتا۔" اجنبی نے کہا۔ "لیکن جو لوگ میرا پیچھا کر رہے ہیں وہ اچھے آدمی نہیں ہیں۔"

"تو آپ چاہتے کیا ہیں؟"

"اُن کی نگاہوں سے چھپنا..... صرف آج رات کے لئے۔" اجنبی بولا۔

اتنے میں باہر موٹر کے رکنے کی آواز آئی۔

سعید گھبراہٹ میں ادھر اُدھر دیکھنے لگا۔

"وہ کیا ہے.....؟" اجنبی نے ایک چھوٹے سے دروازے کی طرف اشارہ کر کے پوچھا۔

برآمدے میں کئی قدموں کی آہٹ سنائی دے رہی تھی۔

"کوئلے کی کوٹھری۔" سعید نے جواب دیا۔

قدموں کی آہٹ قریب سے قریب تر ہوتی جا رہی تھی۔

"اس میں باہر جانے کا کوئی راستہ ہے؟"

"ایک چھوٹی سی کھڑکی جو پشت پر میدان میں کھلتی ہے۔" سعید نے جواب دیا۔

"ٹھیک.....!" اجنبی نے کہا اور دوڑ کر کوئلے کی کوٹھری میں گھس گیا۔

سعید نے نوٹوں کے بنڈل پر اپنی ہیٹ رکھ دی اور اپنی بیوی کو بیٹھنے کا اشارہ کر کے خود بھی بیٹھ کر کچھ لکھنے لگا۔

دفعتاً پانچ آدمی کمرے میں داخل ہوئے۔

جو سب سے آگے کھڑا تھا، صورت شکل کے اعتبار سے عجیب تھا۔ قد لمبا، جسم اکہرا، آنکھیں چھوٹی چھوٹی، ناک طوطے کی چونچ سے مشابہ، پیشانی چہرے کے تناسب کے اعتبار سے کافی اونچی، آنکھوں کے کونے کے قریب کنپٹیوں پر شکنیں ابھری ہوئی تھیں۔ پتلے پتلے بھنچے ہوئے ہونٹوں سے سفاکی ٹپک رہی تھی۔ بقیہ چار آدمی دروازے کے قریب کھڑے ادھر اُدھر دیکھ رہے تھے۔

سعید انہیں دیکھتے ہی اچھل کر کھڑا ہو گیا۔

"آپ لوگ کون ہیں اور بغیر اجازت یہاں کیسے گھس آئے۔" سعید تیز آواز میں بولا۔

"ہمیں ایک آدمی کی تلاش ہے۔" لمبا آدمی پرسکون لہجے میں بولا۔ اس کی تیز اور چمکیلی آنکھیں کمرے کا جائزہ لے رہی تھیں۔

"مگر بغیر اجازت......!"

"مجھے اس کے لئے افسوس ہے۔" اس نے سعید کی بات کاٹتے ہوئے ہاتھ اٹھا کر کہا۔

اس کی آنکھیں بدستور ادھر اُدھر دوڑ رہی تھیں۔

"اگر وہ میرے نوکروں میں سے ہے تو نہیں مل سکتا کیونکہ میں سنیچر کی رات کو اپنے نوکروں کو چھٹی دے دیتا ہوں۔" سعید نے بُرا سا منہ بنا کر کہا۔

"کیا یہاں ابھی کوئی آدمی آیا تھا؟" اس نے سعید کے سوال کو نظر انداز کرتے ہوئے پوچھا۔

"نہیں......لیکن اس طرح بغیر اجازت......!"

"میں پھر معافی چاہتا ہوں۔" اس نے کہا اور تھوڑی دیر خاموشی سے کھڑا رہنے کے بعد اپنے ساتھیوں کو واپس چلنے کا اشارہ کیا۔

دور تک قدموں کی آواز سنائی دیتی رہی۔ پھر سکوت چھا گیا اور دفعتاً کار کے اسٹارٹ ہونے کی آواز آئی۔

سعید اور اس کی بیوی نے اطمینان کا سانس لیا۔ دونوں خاموشی سے ایک دوسرے کی صورت دیکھ رہے تھے۔ تقریباً پندرہ منٹ گزر گئے۔

کوئلے کی کوٹھڑی کا دروازہ کھلا اور وہ اجنبی ماتھے سے پسینہ پونچھتا ہوا باہر نکل آیا۔ سعید کی بیوی نے بنگلے کے دروازے بند کر دیئے۔ کمرے میں مکمل سکوت تھا۔ باورچی خانے سے بھنے ہوئے گوشت کی اشتہا انگیز خوشبو اٹھ رہی تھی۔ اجنبی نے دو چار گہرے گہرے سانس لئے اور کرسی کی پشت پر ٹیک لگا کر بیٹھ گیا۔ اس کے چہرے سے تھکن کے آثار ظاہر ہو رہے تھے۔

سعید کی بیوی باورچی خانے کی طرف چلی گئی۔ واپسی پر اس کے ہاتھوں میں چائے کی ٹرے تھی۔ اس نے ایک پیالی چائے بنا کر اجنبی کی طرف بڑھا دی، جو آنکھیں بند کئے بیٹھا تھا۔

وہ چونک پڑا۔ آنکھوں میں احسان مندی کی جھلک تھی۔

''بیٹی! میں تم لوگوں کا احسان کبھی نہ بھولوں گا۔ اگر آج رات کو میں بچ گیا تو ان سبھوں کو دیکھ لوں گا۔'' اجنبی نے چائے کی پیالی اٹھاتے ہوئے کہا۔

تھوڑی دیر بعد کھانا تیار ہو گیا۔

تینوں نے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھایا...... پھر سعید نے اسے ایک طرف چلنے کا اشارہ کیا۔ وہ زینے طے کرتے ہوئے اوپری منزل پر جا رہے تھے۔

''آپ یہاں اس کمرے میں سوئیں گے۔'' سعید نے اس سے کہا۔

''شکریہ......!'' اجنبی بولا۔ ''مجھے افسوس ہے کہ میں اپنے متعلق ابھی آپ کو کچھ نہیں بتا سکتا۔ آپ مجھ پر اعتماد کریں، میں بھی ایک ذی عزت آدمی ہوں۔''

''خیر......خیر......آپ آرام کیجئے۔'' سعید نے کہا۔ ''آپ اپنے نوٹوں کا بنڈل نیچے چھوڑ آئے ہیں۔ مجھے کسی قسم کے معاوضے کی ضرورت نہیں۔ خدا نے مجھے کافی دیا ہے۔'' سعید نیچے چلا آیا۔

وہ اور اس کی بیوی کافی دیر تک اجنبی اور اس کا تعاقب کرنے والوں کے متعلق گفتگو کرتے رہے۔ سعید کی بیوی بہت زیادہ خوفزدہ تھی۔ ڈر تو سعید بھی رہا تھا لیکن اپنی بیوی کی تسکین کے لئے وہ اس طرح کی باتیں کر رہا تھا جیسے ان واقعات کی کوئی اہمیت ہی نہ ہو۔

سعید باتیں کرتے کرتے دفعتاً چونک پڑا۔ اوپر چڑ چڑاہٹ کی آواز سنائی دی اور پھر ایسا

معلوم ہوا جیسے کوئی وزنی چیز دھپ سے چھت پر آ رہی ہو۔

کچھ قدموں کی آوازیں بھی سنائی دیں اور پھر سناٹا چھا گیا۔ سعید اور اس کی بیوی ایک دوسرے کا منہ دیکھ رہے تھے۔ کچھ دیر بعد سعید اٹھ گیا اس کی بیوی نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔

''کہاں......؟''

''اوپر......!''

''میں بھی چلوں گی۔''

''تم یہاں اکیلے ڈرو گی؟''

''نہیں یہ بات نہیں......میں آپ کو تنہا نہ جانے دوں گی۔''

دونوں دبے پاؤں زینے طے کرنے لگے۔ اوپر سناٹا تھا۔ وہاں دونوں چند لمحے خاموش کھڑے رہے۔ پھر آہستہ سے کمرے میں داخل ہو گئے اور دفعتاً اس کی بیوی چیخ کر اس سے لپٹ گئی۔

سامنے زمین پر ایک آدمی اوندھا پڑا تھا اور اس کی پشت میں ایک بڑا سا چاقو پیوست تھا۔ زمین پر خون کی ایک پتلی سی لکیر نظر آ رہی تھی۔ لیکن وہ اجنبی نہیں تھا۔ یہ تو وہی تھا جو اس کا تعاقب کر رہا تھا طوطے کی چونچ جیسی ناک والا......اور......اجنبی غائب تھا۔ سعید کی بیوی ابھی تک اس سے لپٹی کھڑی تھی۔ آہستہ آہستہ اس کی گرفت ڈھیلی ہو رہی تھی۔ سعید نے چونک کر اس کی طرف دیکھا۔ وہ بے ہوش ہو چکی تھی۔ سعید اسے اٹھا کر نیچے لے آیا۔

اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کیا کرے۔ نوکروں کو پہلے ہی چھٹی دے چکا تھا۔ گاؤں تقریباً تین فرلانگ کی دوری پر تھا۔ وہ بیوی کو بے ہوشی کی حالت میں چھوڑ کر کہیں ہٹنا نہیں چاہتا تھا۔ اس نے سوچا کہ پن چکی پر رہنے والے جھکی آرٹسٹ کو آواز دے۔ لیکن ضروری نہیں تھا کہ وہ اس کے آواز دینے پر چلا ہی آئے۔ سعید ابھی سوچ ہی رہا تھا کہ دفعتاً اس کے سر پر کسی نے کوئی وزنی چیز دے ماری۔ وہ بے ہوش ہو کر گر پڑا اور دوسرے ہی لمحے میں تین چار آدمی اس پر ٹوٹ پڑے۔

بنک میں گڑبڑ

اسی رات دلاور پور سے دس میل کی دوری پر شہر میں نیشنل بنک کی عمارت کے سامنے پولیس کی لاری کھڑی ہوئی تھی۔ پولیس انسپکٹر جگدیش بنک کے کھلے ہوئے صدر دروازے کے قریب کھڑا بنک کے منیجر مسٹر گنگولی سے باتیں کررہا تھا۔

''تو یہ دروازہ کھلا ہوا پایا گیا۔'' انسپکٹر جگدیش نے پوچھا۔

''جی ہاں......!'' گنگولی نے جواب دیا۔

''آپ کو اس کی اطلاع کیسے ہوئی؟''

''میں اوپر کی منزل میں رہتا ہوں۔''

''اوہ......!'' جگدیش نے عمارت پر نظر دوڑاتے ہوئے کہا۔ نچلی منزل میں بنک تھا...... اس کے اوپر ایک منزل اور تھی اور اس کے اوپر سپاٹ چھت۔

''آپ ہی نے مجھے فون کیا تھا'' جگدیش نے پوچھا۔

''نہیں، میں آپ کو فون کرنے ہی جارہا تھا کہ آپ پہنچ گئے۔''

''آپ کا نام......!''

''پی ایس گنگولی۔''

''جی......'' جگدیش نے حیرت سے کہا۔ ''آپ نے مجھے فون نہیں کیا تھا۔''

''نہیں......!''

''لیکن فون کرنے والے نے بھی یہی نام لیا تھا۔''

''ارے......!'' گنگولی چونک کر بولا۔

''عجیب بات ہے۔'' جگدیش نے کھلے ہوئے دروازے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ ''چلئے۔''

وہ دونوں اور ایک کانسٹیبل بنک کے اندر داخل ہوئے۔

''اور خزانہ......!''

''ٹھہریئے۔'' گنگولی نے ایک دروازے کی طرف بڑھتے ہوئے کہا۔

اس نے جیب سے کنجیوں کا لچھا نکال کر دروازہ کھولا اور اندر کا بلب روشن کردیا۔ یہاں کئی تجوریاں رکھی ہوئی تھیں اس نے ایک ایک کر کے سب تجوریاں کھولیں اور پلٹ کر تحیر آمیز نظروں سے جگدیش کی طرف دیکھنے لگا۔

''کہئے۔''

''میرے خیال سے تجوریوں کی چیزیں بھی موجود ہیں۔''

''تو اس کا یہ مطلب کہ دروازہ دھوکے سے کھلا رہ گیا۔'' جگدیش نے کہا۔ ''صدر دروازے کی کنجی کس کے پاس رہتی ہے۔''

''ایک میرے پاس اور ایک صفائی کرنے والے کے پاس۔ لیکن وہ بہت ہی معتبر آدمی ہے۔''

''کیا آج یہ دروازہ اسی نے بند کیا تھا۔''

''نہیں...... میں نے۔'' گنگولی نے کہا۔ ''لیکن صبح کو روزانہ وہی کھولتا ہے۔''

''غالباً صفائی کرنے کے لئے۔'' جگدیش نے پوچھا۔

''جی ہاں......!''

''تو آپ کو قطعی اطمینان ہے کہ کوئی چیز گئی نہیں۔''

''ٹھہریئے! میری دانست میں تو سارا کیش موجود ہے۔ لیکن میں فون کر کے خزانچی کو بلائے لیتا ہوں۔'' گنگولی نے کہا اور بڑھ کر فون کرنے لگا۔

جگدیش کھڑا سوچ رہا تھا۔ اس کی نگاہیں بے چینی سے کمرے کا جائزہ لے رہی تھیں۔

''یہ صفائی کرنے والا کون ہے۔'' جگدیش نے اچانک پوچھا۔

''سلیم......!''

''کہاں رہتا ہے۔''

''یہ تو مجھے معلوم نہیں۔'' گنگولی نے ماتھے سے پسینہ پونچھتے ہوئے کہا۔

''جی......!'' جگدیش نے حیرت سے کہا۔ ''اور آپ نے اس کے پاس چابی کیوں رہنے دی۔''

"وہ کافی معتبر آدمی ہے۔"

"معلوم نہیں آپ کی نظروں میں معتبر ہونے کا کیا معیار ہے۔" جگدیش طنزیہ انداز میں بولا۔

"میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ بہت معتبر آدمی ہے۔"

"آپ تو اوپر رہے ہوں گے پھر آپ کو دروازہ کھلنے کا علم کس طرح ہوا؟"

"الارم.....!" گنگولی نے خزانے کی طرف اشارہ کیا۔ "بنک بند کرتے وقت میں اس میں الارم لگا دیتا ہوں جس کی گھنٹی میں نے اوپر لگا رکھی ہے۔"

"تو اس کا یہ مطلب کہ کسی نے یہاں داخل ہو کر خزانے کا دروازہ کھولنے کی کوشش کی۔"

"جی ہاں.....!"

"لیکن کھولنے میں کامیاب نہیں ہوا۔"

"یہ بھی نہیں کہا جا سکتا۔" گنگولی نے پریشانی کے لہجے میں کہا۔ "کیونکہ اس کا دروازہ بند کرنے پر خود بخود تالا لگ جاتا ہے۔ بہت ممکن ہے کہ کھولنے والے نے کھول کر بند بھی کیا ہو۔"

"تب تو ہمیں خزانچی کا انتظار کرنا پڑے گا۔" جگدیش نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔ "الارم سن کر یہاں تک آنے میں آپ کو کتنا عرصہ لگا ہو گا۔"

"تقریباً پندرہ منٹ.....!" گنگولی نے جواب دیا۔

"پندرہ منٹ.....!" جگدیش نے حیرت سے کہا۔ "پندرہ منٹ تو بہت ہوتے ہیں۔ خطرے کا الارم سن کر بھی اتنی دیر کر دی آپ نے۔"

"اسکی بھی وجہ ہے۔" گنگولی نے مسکرا کر کہا۔ "اکثر چوہوں کی عنایت سے بھی ایسا ہو جایا کرتا ہے اور پھر میں نے سوچا کہ سرِ شام چلتی ہوئی سڑکوں پر کون اس کی ہمت کر سکے گا۔ اسی خیال سے میں ٹال گیا۔ لیکن پھر طبیعت نہ مانی اور تھوڑی دیر بعد جب میں نیچے اترا تو دروازہ کھلا ہوا تھا۔"

"ہوں.....!" جگدیش نے گنگولی کو مشکوک نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔

گنگولی خاموشی سے ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔ اس کی آنکھوں سے شدید قسم کی بے چینی ظاہر ہو رہی تھی۔

"کیا یہ ممکن نہیں کہ یہ اسی کی حرکت ہو۔" جگدیش نے کہا۔

"میں اس پر یقین کرنے کے لئے تیار نہیں۔"

"آخر اس یقین کی وجہ؟"

"میں اسے عرصہ سے جانتا ہوں۔"

"اور تعجب ہے کہ آپ اس کے گھر کے پتے سے واقف نہیں۔" جگدیش نے کہا۔

گنگولی خاموش ہو گیا۔ اس کے تیور سے ظاہر ہو رہا تھا کہ وہ اس کے متعلق ذکر کرنا پسند نہیں کرتا۔

تھوڑی دیر بعد خزانچی آ گیا۔ اس نے کیش دیکھنا شروع کیا۔ تھوڑی دیر بعد یہ کام بھی ختم ہو گیا۔

"کیش پورا ہے.....کوئی کمی نہیں اور دوسری چیزیں بھی موجود ہیں۔" خزانچی نے کہا۔

"خیر.....یہ بھی اچھا ہوا۔" جگدیش نے کہا۔ "لیکن یہ بات سمجھ میں نہیں آتی کہ آپ کے نام سے مجھے فون کس نے کیا اور اس کا مقصد کیا تھا۔"

ابھی گفتگو ہو ہی رہی تھی کہ باہر شور سنائی دیا اور ساتھ ہی ایک ایسے دھماکے کی آواز آئی جیسے کوئی بہت وزنی چیز کافی اونچائی سے نیچے پھینکی گئی ہو۔

سارے لوگ گھبرا کر بنک سے سڑک پر نکل آئے۔

"کون ہے.....کون گرا.....!" ایک طرف سے آواز آئی۔

مجمع بڑھتا جا رہا تھا۔ جگدیش بھیڑ کو چیرتا ہوا آگے بڑھا۔ ایک بے جان آدمی سڑک پر اوندھا پڑا تھا۔

"کہاں سے گرا.....!" جگدیش نے بے اختیارانہ انداز میں پوچھا۔

"اوپر سے.....!" کئی آدمیوں نے بنک کی عمارت کی سپاٹ چھت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

جگدیش کی ٹارچ کی روشنی گرنے والے کے چہرے پر پڑ رہی تھی۔ جگدیش نے نیچے جھک کر دیکھا۔

"ختم ہو گیا۔" اس نے آہستہ سے کہا۔

"ارے یہ تو سلیم ہے۔" دفعتاً گنگولی کی آواز سنائی دی۔

"سلیم......کون سلیم۔" جگدیش چونک کر بولا۔ "وہی جو صفائی کرتا تھا۔"

"جی ہاں......!" گنگولی گھبرائے ہوئے لہجہ میں بولا۔ "مگر یہ اس وقت یہاں کہاں۔"
گنگولی حیرت سے چھت کی طرف دیکھنے لگا۔

"ارے یہ اوپر روشنی کیسی۔ وہ کون ہے؟" گنگولی بے اختیارانہ انداز میں چیخا۔

چھت پر کوئی ٹارچ کی روشنی میں سر جھکائے کچھ دیکھ رہا تھا۔ گنگولی کی چیخ سنتے ہی اس نے ٹارچ بجھا دی اور اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ اوپر تاریکی تھی لیکن ستاروں کی چھاؤں میں ایک دھندلا دھندلا سا بے حس و حرکت مجسمہ صاف دکھائی دے رہا تھا۔

"خبردار......اپنی جگہ سے ہلنے کی کوشش نہ کرنا۔" جگدیش نے ریوالور نکالتے ہوئے چیخ کر کہا۔

"بہت بہتر حضور والا......!" اوپر سے آواز آئی۔

جگدیش آواز سن کر چونک پڑا۔ آواز کچھ جانی پہچانی سی تھی۔ لیکن اس نے سوچا شاید وہم ہوا۔ اسے حیرت ہو رہی تھی کہ یہ کیسا نڈر آدمی ہے۔

جگدیش نے سپاہیوں کو اوپر جانے کا اشارہ کیا اور خود ریوالور تانے کھڑا رہا۔ سپاہی آگے بڑھے۔

"انہیں تکلیف نہ دیجئے گا......میں خود حاضر ہو رہا ہوں۔" اوپر سے آواز آئی۔

"ارے......!" جگدیش تقریباً اچھلتے ہوئے چیخا۔ "تو کیا سچ مچ آپ ہی ہیں۔"

دوسرے لمحے میں زینے پر ٹارچ کی روشنی دکھائی دی اور ایک آدمی نیچے آیا۔

یہ محکمہ سراغ رسانی کا انسپکٹر فریدی تھا۔

جگدیش جھپٹ کر اس کے قریب آیا۔

"آپ یہاں کہاں......؟" اس نے متعجبانہ لہجے میں پوچھا۔

"وہ کون ہے کچھ پتہ چلا؟" فریدی نے جگدیش کے سوال کو نظر انداز کرتے ہوئے پوچھا۔

"سلیم......یہاں بنک میں صفائی کرنے پر ملازم تھا۔" جگدیش نے کہا۔

"سلیم......!" فریدی چونک کر بولا۔

"جی ہاں......!"

فریدی تیزی سے لاش کے قریب آیا اور جھک کر ٹارچ کی روشنی میں اسے دیکھنے لگا۔

"تو اس کا یہ مطلب کہ اس میں گرنے سے پہلے کچھ کچھ جان باقی تھی۔" فریدی بولا۔

"میں آپ کا مطلب نہیں سمجھا۔" جگدیش نے کہا۔

"چھت پر پڑے ہوئے خون کی حالت سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ کافی دیر ہوئی نکلا ہے۔ کسی نے شاید اسے زخمی کر کے اوپر ڈال دیا تھا۔ کچھ ہوش آنے پر شاید اس نے کروٹ لی اور نیچے لڑھک آیا۔"

"ارے......!"

"اور سب سے زیادہ عجیب بات یہ ہے کہ اسی نے فون کر کے مجھے یہاں بلایا تھا......اور اس سے زیادہ تعجب خیز بات یہ ہے کہ یہ یہاں اس بنک میں صفائی کرنے پر ملازم تھا۔"

پولیس والوں نے مجمع ہٹا دیا تھا۔ جگدیش اور فریدی تنہا کھڑے باتیں کر رہے تھے۔

"میرا خیال ہے کہ اس نے خطرے سے واقف ہو کر آپ کو فون کر دیا تھا اور بعد میں مجرم یا مجرموں کے ہاتھوں مارا گیا۔" جگدیش نے کہا۔

"تو کیا مجرم کامیاب ہو گئے۔" جگدیش نے پوچھا۔

"نہیں......بنک میں سب کچھ جوں کا توں موجود ہے۔ غالباً ہنگامہ ہو جانے پر وہ لوگ نکل بھاگے۔" جگدیش نے کہا۔ "اس نے فریدی کو شروع سے آخر تک سب حالات بتا دیئے۔"

"اور گنگولی کہتا ہے کہ اس نے تم کو فون نہیں کیا تھا۔" فریدی نے پوچھا۔

"جی ہاں......!"

"ہوں......!" فریدی نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔ "آخر اس نے یہ نہیں بتایا کہ سلیم پر اس قدر اعتماد کی کیا وجہ تھی؟"

"جی نہیں۔" جگدیش نے کہا۔ "لیکن وہ کہتا ہے کہ وہ اسے عرصہ سے جانتا تھا اور میرے خیال میں اعتماد کر لینے کی یہ کوئی معقول وجہ نہیں معلوم ہوتی جب کہ اسے یہ بھی معلوم نہیں کہ سلیم رہتا کہاں تھا۔"

فریدی مسکرانے لگا۔ جگدیش کو اس کی یہ بے موقع مسکراہٹ کچھ عجیب سی معلوم ہوئی۔

''اچھا اب لاش کو لاری پر رکھا دو۔'' فریدی نے کہا۔ ''گنگولی کہاں ہے؟''

''غالباً بنک میں......آیئے چلیں۔'' جگدیش نے کہا اور کانسٹیبلوں کو ہدایت دیتا ہوا فریدی کے ساتھ بنک کے اندر چلا گیا۔ خزانچی اور گنگولی اندر بیٹھے ہوئے تھے۔ دونوں کے چہروں پر ہوائیاں اڑ رہی تھیں۔

فریدی اور جگدیش کو دیکھ کر دونوں کھڑے ہو گئے۔

''تشریف رکھئے۔'' فریدی نے کہا اور ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔

''سلیم آپ کے یہاں کتنے دنوں سے ملازم تھا۔'' اس نے گنگولی سے پوچھا۔

''تین ماہ سے۔''

''اور اتنے قلیل عرصہ میں آپ کو اس پر اتنا اعتماد پیدا ہو گیا تھا اور آپ کو اس کے مکان کا پتہ بھی نہیں معلوم۔''

گنگولی خاموش ہو گیا۔ اس کے چہرے سے صاف ظاہر ہو رہا تھا کہ وہ کسی ذہنی کشمکش میں مبتلا ہے۔

''میرا خیال ہے کہ آپ نے قریب قریب اس کے سب ناول پڑھے ہوں گے۔'' فریدی نے پرسکون لہجے میں پوچھا۔

''تو آپ بھی اسے جانتے تھے۔'' گنگولی بے اختیار بولا۔

جگدیش حیرت سے فریدی کی طرف دیکھ رہا تھا۔

''آپ کی اور اس کی پرانی دوستی تھی۔'' فریدی نے پوچھا۔

''جی ہاں......!''

''تو پھر آپ نے یہ بات جگدیش سے کیوں چھپائی تھی۔''

''اب جب کہ وہ مر چکا ہے مجھے جھوٹ بولنے سے کیا فائدہ۔''

''تو گویا اس نے آپ کو منع کر دیا تھا کہ آپ اس کی اصلیت سے کسی کو آگاہ نہ کریں۔''

''جی ہاں۔''

''اس قدر مالدار ہونے کے باوجود بھی اس نے ایسی ذلیل ملازمت کیوں کی تھی؟''

''وہ کہتا تھا کہ وہ ذاتی طور پر بنک کے کاروبار سے واقفیت حاصل کرنا چاہتا ہے تاکہ اپنے ناولوں میں اس کے متعلق ٹھیک لکھ سکے۔''

''اس کے متعلق تو وہ آپ سے بھی معلومات بہم پہنچا سکتا تھا۔ آخر یہاں نوکری کرنے کی کیا ضرورت تھی۔''

''اب میں اس کے متعلق کیا عرض کروں۔ یہ بھی اس کی ایک جھک تھی۔ میرے یہاں ملازمت کرنے سے پہلے وہ عجائب گھر میں ملازم تھا۔''

''عجائب گھر میں۔'' فریدی نے چونک کر پوچھا۔ ''کس عجائب گھر میں؟''

''پرانی یادگار کے عجائب گھر میں۔'' گنگولی نے جواب دیا۔

''اور وہ باوقار تنخواہ لیا کرتا تھا۔''

''جی ہاں۔''

''عجیب بات ہے۔'' فریدی نے کہا۔ ''وہ خود بھی کافی مالدار تھا۔''

''وہ میرا دوست ضرور تھا لیکن کہنے والی بات کہنی ہی پڑتی ہے۔'' گنگولی بولا۔ ''اسے دولت کی ہوس تھی اور وہ ایک ایک پیسہ دانت سے پکڑتا تھا۔''

''اوہ......!''

تھوڑی دیر کے لئے خاموشی چھا گئی۔ کیونکہ ہر شخص اپنی جگہ پر کچھ نہ کچھ سوچ ہی رہا تھا۔

''کیا آپ اس پر روشنی ڈال سکتے ہیں کہ آخر اس کے اس وقت یہاں موجود ہونے کی کیا وجہ ہو سکتی ہے۔'' فریدی نے پوچھا۔

''یہی سوال تو مجھے بھی الجھن میں ڈالے ہوئے ہے۔'' گنگولی نے جواب دیا۔

''جب سے اس نے میرے یہاں ملازمت کی تھی ڈیوٹی کے وقت کے علاوہ کبھی اس طرف کا رخ بھی نہیں کرتا تھا۔''

''میرا خیال ہے۔'' جگدیش بولا۔ ''شاید مجرم دم دلاسہ دے کر اسے یہاں تک لائے اور اس سے یہاں کی کنجی لے کر زخمی کر کے اسے اوپر ڈال گئے۔''

"لیکن یہ ضروری نہیں کہ وہ ہر وقت یہاں کی کنجی اپنی جیب ہی میں رکھتا رہا ہو۔" فریدی نے کہا۔

"لیکن آپ نے ابھی تک یہ نہیں بتایا کہ وہ کون تھا؟" جگدیش نے پوچھا۔

"تم نے کبھی شکیل ساجد کے جاسوسی ناول پڑھے ہیں۔"

"جی ہاں......!"

"یہ شکیل ساجد ہی تھا۔"

"ارے......!"

"اس کا اصلی نام تو سلیم ہی تھا لیکن یہ کتابیں شکیل ساجد کے نام سے لکھا کرتا تھا۔"

"یہ تو بڑا مشہور مصنف تھا۔ میں نے اس کی تقریباً پچاس ساٹھ کتابیں پڑھی ہوں۔" جگدیش بولا۔

"تو آپکو پورا یقین ہے کہ یہاں سے کوئی چیز چرائی نہیں گئی۔" فریدی نے گنگولی سے پوچھا۔

"جی ہاں۔"

"بہتر۔" فریدی نے اٹھتے ہوئے کہا۔ "ممکن ہے آپ کو پھر تکلیف دی جائے۔"

لاش پہلے ہی کوتوالی روانہ کی جا چکی تھی۔ فریدی اور جگدیش بھی واپس آ گئے۔ دونوں اس وقت کوتوالی کے ایک کمرے میں بیٹھے چائے پی رہے تھے۔

"تو آپ چھت پر کیسے پہنچ گئے تھے۔" جگدیش نے پوچھا۔

"سلیم نے مجھ سے فون پر استدعا کی تھی کہ میں جلد سے جلد بنک پہنچ جاؤں، اس کے انداز سے ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے وہ بہت پریشان ہے۔ لہٰذا میں وہاں پہنچا ہی تھا کہ وہ چھت سے نیچے آ رہا۔ میں بغیر یہ معلوم کئے ہی کہ وہ کون ہے چھت کی طرف لپکا۔ وہاں بالکل سناٹا تھا کئی جگہ خون کے دھبے جمے دکھائی دے رہے تھے، جن کی سرخی کچھ کچھ سیاہی میں تبدیل ہو چکی تھی اسی سے میں نے اندازہ لگایا کہ اسے حادثہ پیش آئے ہوئے کچھ عرصہ گزر چکا ہے۔"

"شاید کسی نے اوپر سے اسے پھینک دیا ہو۔" جگدیش بولا۔

"ناممکن۔" فریدی نے کہا۔ "اتنی جلدی وہاں سے نیچے آ جانا ممکن ہی نہیں اور وہاں کوئی

چھپنے کی جگہ بھی نہیں۔"

"آپ نے کوئی نظریہ قائم کیا۔"

"فی الحال کسی خاص نتیجہ پر نہیں پہنچ سکا۔"

"میرا خیال ہے کہ مجرموں نے سلیم سے کنجی حاصل کر کے اپنی دانست میں اسے قتل کر دیا۔"

"اور لاش بنک کی چھت پر ڈال گئے۔" فریدی نے مسکرا کر کہا۔ "کیا بچوں جیسی باتیں کر رہے ہو۔ اگر انہیں کنجی کے لئے اسے قتل کرنا ہوتا تو اس کے لئے وہ کوئی ویرانہ منتخب کرتے۔ اگر یہ کہا جائے کہ جب وہ بنک سے گھر واپس جا رہا تھا، اسی وقت کوئی بہلا پھسلا کر اسے چھت پر لے گیا اور وہیں اسے زخمی کر کے اس سے کنجی حاصل کر لی تو یہ بھی کچھ ناممکن ہی سا معلوم ہوتا ہے۔ کیونکہ اول تو اس وقت کافی دن رہا ہوگا اور وہ چھت کھلی ہوئی ہے۔ ایسی صورت میں ان کے دیکھ لئے جانے کا بھی امکان رہا ہوگا۔ دوسری بات یہ کہ اس کے ٹیلی فون کرنے اور میرے وہاں پہنچنے کا وقفہ بمشکل تمام بیس منٹ رہا ہوگا اور چھت پر پڑے ہوئے خون سے ظاہر ہو رہا ہے کہ وہ ایک گھنٹہ قبل کا ہے۔"

"پھر آخر اسے کیا سمجھا جائے۔" جگدیش نے اکتا کر کہا۔

"یہی سمجھنے کی کوشش کر رہا ہوں۔" فریدی نے کہا۔ "دوسری چیز یہ بھی کم حیرت انگیز نہیں کہ گنگولی اس سے انکار کر رہا ہے کہ اس نے تمہیں فون کیا ہے۔"

"بہر حال میں یہ سب کچھ نہیں جانتا۔" جگدیش نے کہا۔ "اگر آپ اس معاملے کو الجھا رہے ہیں تو اسے خود ہی سلجھائیے گا بھی۔"

"میں اس کیس میں خود بھی کچھ دلچسپی محسوس کر رہا ہوں۔" فریدی نے جانے کے لئے اٹھتے ہوئے کہا۔

ایک اور لاش

فریدی آفس میں بیٹھا پرانے کاغذات الٹ پلٹ رہا تھا کہ سرجنٹ حمید آ گیا۔

"آج طبیعت کچھ بیزار سی ہے۔" حمید نے کہا۔

"کیوں......؟" فریدی نے بدستور سر جھکائے ہوئے پوچھا۔

"بیکاری......دن بھر ہاتھ پر ہاتھ رکھے بیٹھے رہو۔"

"تو یہ کون سی خاص بات ہے۔ تم ایک ہاتھ سر پر اور دوسرا کمر پر رکھے کھڑے رہا کرو۔" فریدی مسکرا کر بولا۔

حمید جھینپ گیا

"گھبراؤ نہیں......میں نے کام ڈھونڈ لیا ہے۔" فریدی نے کہا۔

"وہی بنک والا معاملہ......؟" حمید نے پوچھا۔

"ہاں......!"

"آپ بھی خواہ مخواہ دردسری مول لیتے پھرتے ہیں۔"

"عجیب آدمی ہو......ابھی بیکاری سے اکتا رہے تھے اور جو کام بتایا تو جان نکل گئی۔"

"میرا مطلب کچھ اور تھا۔"

"اور تو کیا شہناز آج کل یہاں موجود نہیں......؟" فریدی نے مسکراتے ہوئے کہا۔

حمید نے نفی میں سر ہلا دیا۔

"تب تو خدا تمہیں غریق رحمت کرے۔" فریدی نے کہا اور پھر کاغذات الٹنے پلٹنے لگا۔

ٹیلی فون کی گھنٹی بجی۔ فریدی نے ریسیور اٹھا لیا۔

"ہیلو......کون جگدیش......ہاں ہاں فرصت ہی ہے......ایک اور لاش؟ کہاں......دلاور پور......اچھا......ہاں......ہاں......وہ لوگ غائب ہیں......نہیں......نہیں......فرصت ہے......میں ابھی آیا۔"

"لیجئے جناب حمید صاحب۔" فریدی نے ریسیور رکھتے ہوئے کہا۔

"ایک کام اور دستیاب ہو گیا۔"

"جی ہاں......ایک اور لاش......سمجھ میں نہیں آتا کہ اس ملک میں لاشوں کی پیداوار کیوں بڑھتی جا رہی ہے۔" حمید بیزاری سے بولا۔

"آؤ چلیں۔"

"بس مجھے معاف ہی رکھئے۔"

"کبھی دلاور پور گئے ہو......؟"

"نہیں!"

"اسی لئے ایسا کہہ رہے ہو۔"

"میں آپ کا مطلب نہیں سمجھا۔"

"خیر میں تمہیں لے جانا مناسب بھی نہیں سمجھتا۔"

"کچھ کہئے گا بھی یا یونہی پہیلیاں بجھواتے رہئے گا۔"

"ارے چھوڑو بھئی......جا کر اپنا کام کرو۔" فریدی اکتائے ہوئے لہجہ میں بولا اور اٹھ کر دروازے کی طرف چلنے لگا۔

فریدی کار اسٹارٹ کرنے جا ہی رہا تھا کہ حمید بھی آ کر بیٹھ گیا۔

"بہرحال تم نہیں مانو گے۔" فریدی نے مسکراتے ہوئے کہا اور کار اسٹارٹ کر دی۔

کوتوالی میں جگدیش اس کا انتظار کر رہا تھا۔

"کہو بھئی کیا معاملہ ہے؟" فریدی نے جگدیش سے پوچھا۔

"ارے صاحب ایک معاملہ صاف نہیں ہوا تھا کہ دوسرا پیدا ہو گیا۔" جگدیش نے کہا۔

"دلاور پور کے سعید کا نام تو آپ نے سنا ہو گا۔"

"وہی انگلینڈ ریٹرن کسان......؟" فریدی نے پوچھا۔

"جی ہاں......!" جگدیش نے کہا۔ "دلاور نگر چوکی کے چوکیدار نے اطلاع دی ہے کہ سعید کے گھر میں ایک لاش ملی ہے اور وہ دونوں میاں بیوی غائب ہیں۔ آج صبح جب گھر نوکر آئے تو انہوں نے گھر کھلا ہوا پایا۔ وہ دونوں غائب تھے اور چھت پر ایک لاش ملی۔"

"کھلی چھت پر......؟" فریدی نے استفہامیہ لہجے میں پوچھا۔

"نہیں......شاید اوپری منزل کے ایک کمرے میں۔"

"غالباً مکان پر وہاں کی چوکی کے ہیڈ کانسٹیبل نے پہرہ لگوا دیا ہو گا۔"

"جی ہاں......!"

"ٹھیک......!" فریدی نے کہا۔ "تو اب کیا ارادہ ہے۔"

"آپ ہی کے انتظار میں رکا ہوا تھا۔" جگدیش نے کہا۔ "میں آپ کو بہت تکلیف دیتا ہوں۔"

"خیر تکلفات کی ضرورت نہیں۔" فریدی نے اٹھتے ہوئے کہا۔ "آؤ چلیں۔"

فریدی حمید اور جگدیش کار میں بیٹھ کر دلاور پور کی طرف روانہ ہو گئے۔

سعید کے مکان کے سامنے پہرہ لگا ہوا تھا۔ وہ لوگ کھلیان سے گزرتے ہوئے مکان کے اندر داخل ہوئے۔ ان کے ساتھ دلاور پور کی چوکی کا ہیڈ کانسٹیبل بھی تھا۔

"لاش کہاں ہے۔" فریدی نے کہا۔

"میرے ساتھ آئیے۔" ہیڈ کانسٹیبل زینے کی طرف بڑھتا ہوا بولا۔

اوپر کمرے میں پہنچ کر فریدی نے سگار سلگایا۔ اس کے انداز سے معلوم ہو رہا تھا جیسے اس کمرے میں اس لاش کی موجودگی اس کی نظروں میں کوئی اہمیت ہی نہیں رکھتی۔ اس نے مکان کی پشت پر کھلنے والی کھڑکی کی طرف غور سے دیکھا، جو اس وقت بھی کھلی ہوئی تھی۔

"تم جب یہاں داخل ہوئے تو یہ کھڑکی کھلی ہوئی تھی۔" فریدی نے ہیڈ کانسٹیبل سے پوچھا۔

"جی ہاں......!"

اب فریدی لاش کی طرف متوجہ ہوا۔ اس کی پشت میں ابھی تک چاقو لگا ہوا تھا۔ فریدی نے جیب سے محدب شیشہ نکالا اور چاقو کے دستے کا جائزہ لینے لگا۔

"انگلیوں کے نشانات تھے تو ضرور۔" فریدی نے تھوڑی دیر بعد سر اٹھا کر کہا۔ "لیکن کسی نے انہیں صاف کر دیا۔ کہیں اب بھی ایک آدھ نشان موجود ہے مگر مکمل نہیں۔"

پھر وہ ہیڈ کانسٹیبل سے مخاطب ہو کر بولا۔ "کسی نے لاش کو چھوا تو نہیں؟"

"جی نہیں۔"

"یہ تم کیسے کہہ سکتے ہو؟" فریدی نے کہا۔ "ممکن ہے کہ تمہارے پہنچنے سے قبل ہی کسی نوکر نے اسے چھوا ہو۔"

"نوکروں کا تو یہی بیان ہے کہ کسی نے اس کمرے میں داخل ہونے کی ہمت نہیں کی۔"

"ہوں......!" فریدی نے پھر جھک کر لاش کا جائزہ لینا شروع کیا۔

"قتل یہاں اس کمرے میں نہیں ہوا۔" فریدی نے سر اٹھا کر کہا۔

"پھر......؟" جگدیش نے سوالیہ نگاہوں سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"یہ میں نہیں بتا سکتا......لیکن قتل اس کمرے میں نہیں ہوا۔"

"آخر کیسے؟"

"یہاں پر بہے ہوئے خون کی مقدار......!" فریدی پرسکون لہجے میں بولا۔ "اتنا کم خون۔"

حمید اور جگدیش سوچ میں پڑ گئے۔

فریدی لاش کے پاس سے ہٹ کر کھڑکی کے قریب آ گیا۔ وہ باہر کی طرف دیکھ رہا تھا۔ مکان کے پیچھے چھوٹا سا میدان تھا اور اس کے بعد ہی زمین ڈھلوان ہو گئی تھی۔

"کیا یہ کوئی ندی ہے......؟" فریدی نے ہیڈ کانسٹیبل سے پوچھا۔

"جی ہاں......دریائے گھاگھرا کی ایک شاخ۔"

"یہاں سے کتنا فاصلہ ہوگا......؟"

"تقریباً ایک فرلانگ......!"

"لیکن یہاں سے پانی نہیں دکھائی دیتا۔"

"یہ جگہ کافی اونچائی پر ہے۔"

"اوہ......!" فریدی نے نیچے جھک کر کچھ دیکھتے ہوئے کہا۔

"کیا بات ہے؟" جگدیش نے پوچھا۔

"کچھ نہیں......آؤ نیچے چلیں۔" اس نے ہیڈ کانسٹیبل کی طرف مڑ کر کہا۔ "اور ہاں وہ سامنے چھوٹی سی عمارت کیسی ہے؟"

"پن چکی ہے......کبھی چلتی تھی۔ تقریباً ایک سال سے بند پڑی ہے۔"

"تو وہ عمارت خالی ہے۔"

"جی نہیں......وہاں ایک پاگل سا آدمی رہتا ہے۔ خود کو آرٹسٹ کہتا ہے اکثر تصویریں بنا کر بکنے کے لئے شہر بھیجتا رہتا ہے۔"

"ہوں......!" فریدی نے زینے کی طرف بڑھتے ہوئے کہا۔

سب لوگ نیچے اتر آئے۔ فریدی ایک ایک کمرے کا جائزہ لیتا پھر رہا تھا۔

"یہ شاید ان دونوں کے سونے کا کمرہ ہے۔" فریدی نے کہا۔ اس کی تیز نظریں کونے کونے میں پہنچ رہی تھیں۔

"یہ دیوار پر خون کی چھینٹیں کیسی؟" دفعتاً فریدی چونک کر بولا۔

"اوہ......!" جگدیش دیوار کی طرف دیکھ کر بولا۔ "تو کیا......تو کیا......اسے یہیں قتل کیا گیا۔"

"لیکن یہاں قتل کر کے اوپر لے جانے کا کیا مطلب......؟"

"بہت ممکن ہے کہ انہوں نے اسے یہیں قتل کیا ہو اور تاک میں رہے ہوں کہ موقع پا کر لاش کو کہیں ٹھکانے لگا دیں۔" جگدیش بولا اور پھر کسی وجہ سے انہیں اس کا موقع نہ مل سکا ہو بہت ممکن ہے کہ کوئی ملنے والا آ گیا ہو اور انہوں نے جلد ہی لاش کو اوپر پہنچا دیا ہو اور پھر اسے وہاں سے اتار کر ادھر ادھر نہ کر سکنے کی بناء پر صبح ہو جانے کے خوف سے فرار ہو گئے ہیں۔"

"اور اتنی دیر تک وہ اس کے زخم میں برتن لگا کر اس میں اس کا خون اکٹھا کرتے رہے۔" حمید ہنس کر بولا۔

"کیا فضول بکتے ہو۔" فریدی نے کہا۔

"اگر انہوں نے ایسا نہیں کیا تو یہاں فرش پر بھی خون کا ایک آدھ دھبہ ہونا چاہئے تھا۔"

فریدی اسے گھورنے لگا۔

"یہ سینڈل غالباً سعید کی بیوی کی ہے۔" فریدی نے ایک سینڈل کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ "لیکن دوسرا کیا ہوا۔"

"میں ابھی تلاش کرتا ہوں۔" حمید نے بڑی مستعدی کے ساتھ کہا اور سینڈل اٹھا کر کمرے کے باہر جانے لگا۔

"ارے تم اسے کہاں لئے جا رہے ہو۔"

"جوڑ ملانے کے لئے......ممکن ہے دوسرا ڈھونڈ لاؤں۔" حمید نے کہا اور چلا گیا۔

"عجیب لونڈا ہے۔" فریدی نے کہا اور ادھر اُدھر دیکھنے لگا۔

"ایک بستر صاف ہے اور دوسرے پر شکنیں۔" فریدی نے جھک کر پرشکن آلود بستر پر کچھ دیکھتے ہوئے کہا۔ "غالباً سینڈل کے تلے کا نشان ہے۔ سعید کی بیوی بڑی بدتمیز تھی کہ ایسے شفاف بستر پر سینڈل سمیت چڑھ جاتی تھی۔ مگر دوسرا نشان نہیں ہے۔ سینڈل کے ساتھ ہی ساتھ دوسرا نشان بھی غائب ہو گیا۔ نشان داہنے سینڈل کا ہے اور داہنے پیر کا سینڈل بھی یہاں نہیں ہے کیوں جگدیش صاحب......کیا یہ دلچسپ بات نہیں۔"

"صاحب مجھے تو ابھی تک ہر چیز دلچسپ ہی نظر آ رہی ہے۔" جگدیش بولا۔

اتنے میں حمید آ گیا۔ سینڈل اس کے ہاتھ میں تھا۔

"سینڈل تو نہیں ملا......لیکن ایک دلچسپ چیز ملاحظہ ہو۔" حمید نے سو سو روپے کے دو نوٹ فریدی کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

"یہ کیا......؟"

"لاش والے کمرے میں سینڈل تلاش کرنے کے لئے میں نے صوفہ ہٹایا تھا، اس کے پیچھے مجھے یہ دو نوٹ پڑے ہوئے ملے۔"

"ہوں......!" فریدی نے نوٹوں کو ہاتھ میں لے کر دیکھتے ہوئے کہا۔ "بالکل نئے ہیں، یہاں تک کہ ایک آدھ بار موڑے بھی نہیں گئے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے کسی بنڈل میں سے سرک کر نکل گئے ہوں۔" پھر اس نے ہیڈ کانسٹیبل کو مخاطب کر کے پوچھا۔

"کیا سعید کوئی لاپرواہ آدمی تھا؟"

"قطعی نہیں......میں نے اس جیسا بااصول آدمی آج تک دیکھا ہی نہیں۔ شائد وہ پائی پائی کا حساب رکھتا تھا۔" ہیڈ کانسٹیبل نے جواب دیا۔

"اوپر کوئی تجوری بھی نہیں......کوئی صندوق بھی نہیں نظر آیا اور شاید اس بڑے صوفے کی طرف کپڑے وغیرہ لٹکانے کے لئے کھونٹیاں بھی نہیں ہیں کہ یہ خیال کیا جائے کہ کپڑے لٹکاتے وقت شاید جیب سے گر گئے ہوں۔" فریدی کسی گہری سوچ میں ڈوب گیا۔ دفعتاً وہ چونک پڑا۔

"کل رات بنک میں کوئی گھسا......کل رات ہی کو یہاں بھی ایک واردات ہوئی اور یہ نئے نوٹ۔" فریدی آہستہ سے بولا۔

"چلئے آ گئی شامت...... نیشنل بنک اور سعید منزل الجھ گئے۔" حمید مسکرا کر بولا۔

فریدی اسے قہر آلود نظروں سے گھورنے لگا۔

جگدیش خاموش ہو گیا تھا۔ وہ لوگ کمرے سے نکل آئے۔ فریدی پھر سوچ میں ڈوب گیا۔

سب لوگ مکان سے نکل کر پچھواڑے کی طرف جا رہے تھے۔

فریدی عین کھڑکی کے نیچے رک کر زمین کی طرف دیکھنے لگا اور پھر آہستہ آہستہ اس کی نگاہیں دیوار کی طرف اٹھنے لگیں۔ دفعتاً وہ مسکراتا ہوا جگدیش وغیرہ کی طرف مڑ گیا۔

"اب ہمیں یہیں کہیں بانس کی ایک سیڑھی تلاش کرنی چاہئے۔" فریدی نے کہا۔

سب اسے حیرت سے دیکھنے لگے۔ فریدی آگے بڑھ کر میدان میں چاروں طرف نظریں دوڑا رہا تھا۔ دفعتاً ایک طرف چلنے لگا اور پھر کانٹے دار جھاڑیوں کی قطار کے قریب جا کر رک گیا۔ چند لمحوں کے بعد اس نے حمید کو آواز دی۔

سب لوگ تیزی سے اس کے قریب پہنچے۔

"لو وہ سیڑھی بھی مل گئی۔" فریدی مسکرا کر بولا۔

جھاڑیاں ہٹا کر سیڑھی نکالی گئی۔ سیڑھی پر کئی جگہ خون کی چھینٹیں تھیں سب لوگ استفہامیہ انداز میں فریدی کی طرف دیکھنے لگے۔

"سارا کام بہت جلدی میں کیا گیا۔" فریدی بولا۔ "سیڑھی یہاں تک لانے والا تو اتنا بوکھلایا ہوا تھا کہ اس نے یہ بھی خیال نہ کیا کہ سیڑھی کا ایک پایہ زمین پر گھسٹتا ہوا جا رہا ہے۔ اگر اس پائے کے بنائے ہوئے نشان میری رہبری نہ کرتے تو ذہن اتنی جلدی ان جھاڑیوں کے قریب نہیں پہنچ سکتا تھا۔"

"اور سیڑھی کا خیال آپ کو آیا کیسے؟" حمید نے پوچھا۔

"ٹھیک کھڑکی کے نیچے زمین پر دو عدد گول اور گہرے نشانات دیکھ کر......" فریدی نے کھڑکی کی طرف لوٹتے ہوئے کہا۔ "اور دیوار پر کھڑکی کے قریب خون کی چھینٹیں بھی ہیں۔ یہ دیکھو یہ رہے سیڑھی کے نشانات۔ یہاں زمین کافی سخت ہے اور نشانات خاصے گہرے ہیں۔"

"میں آپ کا مطلب نہیں سمجھا۔" جگدیش نے کہا۔

"سیڑھی یہاں منگواؤ۔" فریدی نے کہا۔

ہیڈ کانسٹیبل دوڑ کر سیڑھی اٹھا لایا۔

"اسے دیوار سے لگا دو۔" فریدی نے کہا۔ "اور اب جگدیش تم اس پر چڑھو۔ ہاں ٹھیک اب اتر آؤ...... دیکھو یہ نشانات اتنے گہرے نہیں ہیں۔ اب تم اگر حمید کو اپنے کاندھے پر لاد کر چڑھ سکتے ہو تو صرف دو تین ڈنڈوں تک چڑھنے کی کوشش کرو۔"

حمید ہنسنے لگا۔ جگدیش بھی کچھ مسکرایا لیکن فریدی کو ضرورت سے زیادہ سنجیدہ دیکھ کر دونوں سنبھل گئے۔ جگدیش نے حمید کو کاندھے پر لاد کر سیڑھی پر چڑھنا شروع کیا۔

"ٹھیک ٹھیک، بس اب نیچے اتر آؤ۔ دیکھو سنبھل کر...... ڈرو نہیں...... میں سیڑھی سنبھالے ہوئے ہوں...... ٹھیک...... اب ان نشانات کو دیکھو...... قریب قریب یہ نشانات اتنے ہی گہرے ہیں جتنے کہ کھڑکی کے نیچے والے۔"

"کیا مطلب......؟" حمید نے چونک کر کہا۔

"تم ہمیشہ گدھے ہی رہو گے۔" فریدی نے کہا۔ "مطلب یہ کہ لاش اسی طرف سے اوپر لے جائی گئی۔"

"بہت خوب...... خون سونے کے کمرے میں کیا گیا جیسا کہ وہاں کی دیوار پر پڑی ہوئی چھینٹوں سے ظاہر ہے اور اسی طرف کے زینے سے اوپر لے جانے کے بجائے اس نے اتنا چکر لگایا اور بانس کی سیڑھی لگا کر لاش کو اس طرف سے اوپر لے گیا۔ گویا اچھا خاصا احمق تھا۔"

"جی نہیں۔" فریدی طنزیہ انداز میں بولا۔ "وہ اس سے بھی زیادہ احمق تھا کیونکہ لاش کو قریب کے دریا میں پھینک دینے کے بجائے اوپر لے جا کر بحفاظت رکھ دیا اور خود بیوی سمیت دعوت کھانے چلا گیا اس نے ایسا اس لئے کیا کہ اس کی عدم موجودگی میں پولیس والوں کو زیادہ پریشان نہ ہونا پڑے۔"

جگدیش ہنسنے لگا اور حمید نے جھینپ کر بغلیں جھانکنی شروع کر دیں۔

"میرا خیال ہے کہ سونے کے کمرے میں خود انہیں کوئی حادثہ پیش آیا۔ ایک سینڈل کا ندارد ہونا اسی شبہے کی طرف لے جاتا ہے۔"

"اور لاش......؟" حمید جلدی سے بولا۔

"کسی دوسرے نے پھنسانے کے لئے یہاں رکھ دی۔" فریدی نے پرسکون لہجے میں کہا۔

"لیکن اب مجھے کیا کرنا چاہئے؟" جگدیش پریشانی کے لہجے میں بولا۔

"سعید اور اس کی بیوی کے وارنٹ گرفتاری جاری کردو۔" فریدی نے کہا۔

"لیکن آپ تو انہیں بے گناہ ثابت کر رہے ہیں۔"

"اگر تمہیں میرے مشورے کی ضرورت ہے تو جو میں کہوں وہ کرو...... بقیہ معاملات مجھ پر چھوڑ دو۔" فریدی نے کہا۔

"بہت بہتر......!" جگدیش نے کہا۔

"خیر یہ مسئلہ تو طے ہوا۔" فریدی نے کہا۔ "اب یہ دیکھنا ہے کہ مقتول ہے کون؟"

"اور یہی مسئلہ سب سے ٹیڑھا ہے۔" حمید نے کہا۔

"ٹیڑھا کیوں...... کیا تم اسے نہیں پہچانتے؟" فریدی نے سنجیدگی سے پوچھا۔

"جی ہاں...... میں تو اس کی سات پشت کو پہچانتا ہوں۔" حمید ہنس کر بولا۔

"نہیں...... مذاق نہیں...... تم ابھی اسے پہچان لو گے۔" فریدی پھر مکان کی طرف بڑھتے ہوئے بولا۔

یہ لوگ پھر لاش والے کمرے میں لوٹ آئے۔ فریدی نے مقتول کی پشت سے چاقو کھینچ کر اسے سیدھا کیا۔

"دیکھو غور سے دیکھو...... کیا تم نے اسے کہیں دیکھا ہے۔" فریدی نے حمید سے کہا۔

"کمال کیا آپ نے۔" حمید نے حیرت سے کہا۔ "کیوں آپ پیچھے پڑ گئے ہیں۔"

"تو تم اسے نہیں پہچانتے۔" فریدی نے پوچھا۔

"ہرگز نہیں پہچانتا......!" حمید نے کہا۔ "ویسے کچھ کچھ خیال پڑتا ہے کہ کہیں اسے دیکھا ضرور ہے۔"

"ٹھیک......!" فریدی بولا۔ "میں یہی جاننا چاہتا تھا۔"

حمید اسے استفہامیہ نظروں سے دیکھنے لگا۔

"چھ سات ماہ قبل کی بات ہے تم نے مجھے اخبار میں ایک مضحکہ خیز تصویر دکھائی تھی...... یاد کرو...... طوطے کی چونچ جیسی ناک...... اور تم نے اس کے ماتھے پر پھبتی کسی تھی...... چھپر کھٹ...... کہو یاد آیا۔"

"اوہ......!" حمید تقریباً اچھل کر بولا۔ "وہی...... خدا کی قسم بالکل وہی ہے۔"

"اس کا نام یاد ہے۔"

"نہیں...... نام تو نہیں یاد۔"

"یہ تو یاد ہی ہوگا کہ تصویر کس سلسلے میں چھپی تھی۔"

"شاید کوئی مقدمہ تھا۔"

"ٹھیک......!" فریدی نے پوچھا۔ "مقدمے کی تفصیلات یاد ہیں؟"

"نہیں......!"

"ہاں بھئی سنو جگدیش۔" فریدی بولا۔ "مقتول کا نام صفدر مرزا ہے۔ کنور شمشیر بہادر مرحوم کا چچا زاد بھائی۔ تم نے یہ بھی سنا ہوگا کہ پچھلے سال کنور شمشیر بہادر رنگون میں مچھلیوں کا شکار کھیلتے وقت دریا میں ڈوب گئے تھے اور تم یہ بھی جانتے ہوگے کہ ان کے آگے پیچھے کوئی نہیں تھا۔"

"وہی کنور شمشیر بہادر تو نہیں، شہر میں جن کی حویلی کاشانۂ شمشیر کے نام سے مشہور ہے۔" جگدیش نے پوچھا۔

"بالکل وہی۔" فریدی نے کہا۔ "اور جس کے لئے شاید یہ بھی مشہور ہے کہ وہاں اب بھوتوں نے قبضہ جما لیا ہے۔ ہاں تو یہ شمشیر مرزا قریب قریب بالکل دیوالئے ہو کر رنگون چلے گئے تھے۔ وہاں ان کو یہ حادثہ پیش آیا۔ پھر رنگون ہی سے ان کے ایک وارث اور ان کی جائیداد کے دعویدار نمودار ہوئے۔ وہ یہی صفدر ہیں لیکن جب بیچارے کو یہ معلوم ہوا کہ شمشیر بہادر کے پاس اس حویلی کے علاوہ کچھ اور نہیں رہ گیا تو اس کا دل ٹوٹ گیا اور پھر اس کے بعد سے اس کے متعلق کچھ بھی نہیں سنا گیا اور اب معلوم نہیں کس نے اسے بھی مار ڈالا۔"

فریدی خاموش ہو گیا۔ جگدیش وغیرہ اسے حیرت سے دیکھ رہے تھے۔

"اب بھلا بتائیے۔" جگدیش بولا۔ "اگر میں آپ کو ساتھ نہ لاتا تو یہ ساری باتیں کیسے

معلوم ہوتیں۔"

"لیکن ایک چیز ہمیشہ مجھے متحیر کرتی رہی۔" فریدی جگدیش کی بات کو نظر انداز کر
ہوئے بولا۔ "رنگون میں شمشیر بہادر ڈوب کر مرے اور رنگون ہی سے صفدر مرزا ان کا وارث
کر آیا...... جب کہ وہ ہمیشہ یہی ظاہر کرتے تھے کہ ان کا کوئی وارث ہی نہیں۔"

خبطی مصور

تین بجے کے قریب جگدیش لاش کو لے کر شہر کی طرف روانہ ہوگیا۔ فریدی اور حمید
تحقیقات کے لئے وہیں رک گئے۔

"مجھے یہ دونوں نوٹ بہت زیادہ الجھن میں ڈالے ہوئے ہیں۔" فریدی نے کہا۔

"آخر آپ بنک والے معاملہ کو اس واقعہ سے الجھانے پر کیوں تلے ہوئے ہیں۔" حمید بولا

"میں نے ابھی تک یہ تو نہیں کہا کہ ان دونوں میں کوئی تعلق ہے۔"

"آپ کی باتوں سے تو یہی ظاہر ہوتا ہے۔"

"تو پھر ممکن ہے کہ ان دونوں میں کوئی تعلق پیدا ہی ہو جائے۔" فریدی نے لاپروائی سے

"خدا وہ وقت نہ لائے تو بہتر ہے۔"

"کیوں......؟" فریدی نے حمید کو تیز نظروں سے گھورتے ہوئے کہا۔

"میں خواہ مخواہ دوڑ دھوپ کرنے کو ناپسند کرتا ہوں۔"

"پھر کیوں دوڑے چلے آئے۔"

"اپنی شرافت کا ثبوت دینے کیلئے۔" حمید نے کہا۔ "مگر افسوس مجھے اس کا موقع نہ مل

فریدی بے ساختہ ہنسنے لگا۔

"آپ یہ سمجھتے ہوں گے کہ اچھا بے وقوف بنا کر لے آیا۔" حمید نے جھینپی ہوئی ہنسی
ساتھ کہا۔ "حالانکہ یہ غلط ہے۔ میں خود ہی آنا چاہتا تھا کیونکہ میں نے عرصے سے کوئی باقاعدہ
کا قتل نہیں دیکھا تھا۔"

"تب تو بڑا اچھا ہوا کہ تمہیں شرافت دکھانے کا موقعہ نہیں ملا۔ ورنہ تمہیں اس کا با

تجربہ ہو جاتا۔"

حمید اس کے جواب میں کچھ کہنا چاہتا تھا مگر رک گیا۔ دن بھر کی تھکن کی وجہ سے اس کا دل
ہی بولنے کو نہ چاہتا تھا۔ فریدی اور وہ قصبے کے اندر آئے اور تفتیش کا سلسلہ شروع کر دیا۔ لیکن
سعید کے عادات و اطوار کے متعلق معلومات کے علاوہ کوئی اور کام کی بات نہ معلوم ہو سکی۔

"معاملہ کافی الجھا ہوا ہے۔" فریدی نے قصبے سے لوٹتے وقت کہا۔

"ہوں......!" حمید نے بے دلی سے جواب دیا۔

"اوہ......!" فریدی دفعتاً چونک کر بولا۔ "پن چکی تو رہ ہی گئی۔"

حمید نے کوئی جواب نہ دیا۔

وہ دونوں پن چکی کے دروازے پر آ کر رک گئے، جو اندر سے بند تھا۔

فریدی نے دروازہ کھٹکھٹایا۔ جواب ندارد...... وہ بدستور دروازہ کھٹکھٹاتا رہا۔ تھوڑی دیر بعد
قدموں کی آواز سنائی دی۔

"بھاگ جاؤ......!" اندر سے بھرائی ہوئی آواز آئی۔ "اس وقت یہاں جنوں کے بادشاہ
اسخدوس اعظم تشریف فرما ہیں۔"

"دروازہ کھولو......!" فریدی تند لہجے میں بولا۔

"خیریت چاہتے ہو تو چپ چاپ چلے جاؤ۔" اندر سے آواز آئی۔

"دروازہ کھول دو...... ورنہ توڑ دیا جائے گا۔" فریدی نے کہا۔

"توڑ دیا جائے گا......؟" اندر سے آواز آئی۔ "دیکھ لوں گا۔"

"ہم پولیس کے آدمی ہیں۔" حمید نے کہا۔

"اچھا......!" اندر سے آواز آئی۔ "بڑی خوشی ہوئی تم لوگوں سے مل کر...... لیکن میں
دروازہ نہیں کھول سکتا۔"

"توڑ دو دروازہ......!" فریدی نے حمید سے حکمانہ لہجے میں کہا۔ حمید نے دروازے پر
دو تین لاتیں رسید کیں۔

"ارے ارے۔" اندر سے آواز آئی۔

حمید اور تیزی سے دروازے کو ہلانے لگا۔

''ارے ارے...... یہ کیا کررہے ہو بھائی۔'' اندر سے پھر آواز آئی۔

''دروازہ توڑ رہے ہیں۔'' حمید بولا۔

''اچھا ٹھہرو...... کھولتا ہوں۔''

دروازہ کھل گیا۔ ایک میلا کچیلا آدمی اندر کھڑا دونوں کو گھور رہا تھا۔

وہ مضبوط ہاتھ پیر کا ضرور تھا، لیکن انداز سے معلوم ہو رہا تھا کہ حد درجہ کاہل واقع ہوا ہے۔ اس کی آنکھوں سے عجیب قسم کا وحشیانہ پن ظاہر ہو رہا تھا۔

''آخر تم دونوں مجھے کیوں پریشان کر رہے ہو۔ مگر تم اس قصبے کے نہیں معلوم ہوتے۔'' اس نے کہا۔

فریدی اسے ایک طرف ہٹاتا ہوا اندر گھس گیا۔

''ارے ارے یہ کیا۔'' اس نے احتجاجاً کہا۔

''بکومت......!'' فریدی بولا اور متجسسانہ نظروں سے ادھر اُدھر دیکھنے لگا۔

یہ ایک کافی لمبا چوڑا کمرہ تھا...... ایک طرف ایک پرانی چکی نصب تھی۔ دو ایک ٹوٹے پھوٹے صندوق، ایک میلی سی صراحی، ایک انگیٹھی اور کچھ برتن ایک کونے میں کچھ برش رنگوں کے ڈبے اور ایک ایزل پڑے ہوئے تھے۔ پشت پر دریا کی جانب ایک کھڑکی تھی جس میں سلاخیں نہیں تھیں۔

فریدی اس آدمی کی طرف متوجہ ہوا، جو متحیر اور قہر آلود نگاہوں سے دونوں کو گھور رہا تھا۔

''تم یہاں تنہا رہتے ہو......؟'' فریدی نے اس سے پوچھا۔

''نہیں...... میرے ساتھ جنوں کی شہزادی بھی رہتی ہے۔'' اس نے جواب دیا۔

''کوئی آدمی بھی رہتا ہے؟''

''نہیں...... لیکن تم مجھ سے یہ سب کیوں پوچھ رہے ہو۔ خیریت چاہتے ہو تو چپ چاپ چلے جاؤ...... ورنہ اچھا نہ ہوگا۔''

''تم کیا کام کرتے ہو......؟'' فریدی نے پوچھا۔

''جھک مارتا ہوں...... تم سے مطلب......؟'' اس نے اس انداز میں کہا کہ حمید کو بے ساختہ ہنسی آگئی۔

فریدی بدستور سنجیدہ تھا۔

''جھک مارنے کی رفتار کیا ہے؟'' حمید نے پوچھا۔

فریدی نے اسے گھور کر دیکھا۔ حمید سنجیدہ ہوگیا۔

''سنو...... تم بہت اچھے آرٹسٹ ہو۔'' فریدی اس کے کاندھے پر ہاتھ رکھتا ہوا بولا۔ ''میں تم سے ایک تصویر بنوانا چاہتا ہوں...... معقول معاوضہ دوں گا۔''

''مجھے فرصت نہیں۔'' اس نے بُرا سا منہ بنا کر کہا۔

''یہ تو کوئی بات نہ ہوئی۔'' فریدی مسکرا کر بولا۔ ''ہر بڑا آدمی یہی کہتا ہے۔''

''نہیں نہیں، سچ کہتا ہوں۔'' اس نے کچھ ملائم پڑتے ہوئے کہا۔

''چلو بھی یار سچ کہتا ہوں...... خوش کردوں گا۔'' فریدی نے اس کا شانہ تھپکتے ہوئے کہا۔

اس نے کوئی جواب نہ دیا۔

''تو تم بنا رہے ہو میرے لئے تصویر۔'' فریدی نے پھر کہا۔

''کیا بنواؤ گے......؟''

''ایک عورت کی تصویر جو اپنے بچے کو دودھ پلا رہی ہو۔'' فریدی نے کہا۔ ''ایک سگریٹ ہوگی تمہارے پاس۔''

''میں سگریٹ نہیں پیتا۔''

''بالکل نہیں......؟''

''نہیں مجھے منہ سے دھواں نکالنا پسند نہیں۔'' اس نے کہا۔ ''اور نہ میں اپنے قریب کسی آدمی کا وجود برداشت کرسکتا ہوں۔''

''کل رات یہاں کون آیا تھا۔'' فریدی نے اچانک پوچھا۔

وہ چونک پڑا لیکن دوسرے ہی لمحے میں مسکرانے لگا۔

''پریاں آئی تھیں...... وہ رات بھر لوریاں دے دے کر مجھے سلاتی رہتی ہیں۔''

"میں پوچھتا ہوں کل رات کو یہاں کون آیا تھا۔" فریدی نے تحکمانہ لہجے میں پوچھا۔

"میں بتا تو رہا ہوں۔"

اچانک فریدی نے اسے اس زور کا چانٹا رسید کیا کہ وہ لڑکھڑا گیا۔

"کون آیا تھا...... یہاں کل رات کو۔" فریدی پھر گرجا۔

اس نے کوئی جواب نہ دیا۔

"کون آیا تھا۔" فریدی مکا تانتے ہوئے دانت پیس کر بولا۔

"بتاتا ہوں۔" اس نے آہستہ سے کہا۔

فریدی نے اپنے دونوں ہاتھ پتلون کی جیب میں ڈال لئے اور اسے تیز نظروں سے گھورنے لگا۔

"اس نے مجھے دس روپے دیئے تھے۔" اس نے جیب سے دس روپے کا ایک نوٹ نکال کر فریدی کو دکھاتے ہوئے کہا۔

"وہ کون تھا......؟"

"یہ میں نہیں جانتا...... اس نے یہاں ایک رات بسر کرنے کے لئے مجھے دس روپے دیئے تھے۔"

"اس کے ساتھ کے دوسرے آدمیوں نے کہاں رات گزاری تھی۔"

"اس کے ساتھ میں نے کسی کو نہیں دیکھا۔"

"اس کا نام پوچھا تھا تم نے۔"

"اس نے نہیں بتایا۔"

"اس سے پہلے تم نے اسے کہاں دیکھا تھا۔"

"کہیں نہیں۔"

"وہ کیسا تھا۔"

"ادھیڑ عمر کا ایک بھاری بھرکم آدمی۔"

"کیا بہت موٹا تھا۔"

"بالکل نہیں...... وہ موٹا نہیں تھا...... پھر بھی بھاری بھرکم معلوم ہو رہا تھا۔"

"کیا کوئی بڑا آدمی معلوم ہوتا تھا۔"

"ہاں......!"

"تو اس نے رات یہیں گزاری تھی۔"

"نہیں تھوڑی دیر بعد وہ چلا گیا تھا۔"

"تو پھر اس نے تمہیں دس روپے کس بات کے دیئے تھے۔"

"اس لئے کہ کم از کم رات بھر میں اپنا منہ بند رکھوں۔"

"یعنی......؟"

"رات بھر اس کے متعلق کسی سے کچھ نہ کہوں۔"

"اوہ......!" فریدی کچھ سوچتا ہوا بولا۔ "سعید کے متعلق تم نے سنا۔"

"ہاں......!" اس نے جواب دیا اور اس کے چہرے سے اضمحلال ظاہر ہونے لگا۔

"تمہارے اس کے تعلقات کیسے تھے۔"

"میں امیر آدمیوں سے کسی قسم کا تعلق رکھنا پسند نہیں کرتا۔"

"کیا وہ ایسا آدمی تھا کہ کسی کو قتل کر دے۔"

"میں اس کے متعلق بھی کچھ نہیں بتا سکتا۔"

"تمہارا ذریعہ معاش۔"

"مصوری۔"

"بسر اوقات مشکل سے ہوتی ہوگی۔"

"یہ میرا نجی معاملہ ہے۔"

"کل رات تم نے یہاں قریب ہی کوئی چیخ سنی تھی۔"

"نہیں......!"

"اچھا یہ لو دس روپے۔ تصویر بنا دینا کسی دن آ کر لے جاؤں گا۔ بقیہ بیس روپے پھر دوں گا۔"

فریدی نے نوٹ اس کے ہاتھ پر رکھ دیا اور دونوں باہر چلے گئے۔

"اس خبطی مصور کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے۔" حمید نے پوچھا۔

"آدمی مشکوک معلوم ہوتا ہے۔"

"کیا آپ کو اس کی کہانی پر یقین آ گیا ہے۔"

"اس کے متعلق ابھی کچھ نہیں کہہ سکتا۔"

"آپ تو سگریٹ پیتے نہیں پھر آپ نے اس سے سگریٹ کیوں مانگا تھا۔"

"محض یہ دیکھنے کے لئے کہ وہ سگریٹ پیتا ہے یا نہیں۔"

"اسے معلوم کرنے کی کیا ضرورت تھی۔"

"یہ معلوم کئے بغیر میں یہ اندازہ لگا ہی نہیں سکتا تھا کہ اسکے یہاں رات کوئی آیا تھا یا نہیں"

حمید اس طرح ہنسنے لگا جیسے فریدی نے کوئی بہت ہی بے تکی بات کہہ دی ہو۔

"اس طرح مت ہنسو پیارے...... میں نے وہاں "کاروان اے" سگریٹ کے دو جلے ہوئے ٹکڑے دیکھے تھے۔ میرے خیال سے اس قصبہ میں تو کوئی اس سگریٹ سے شوق نہ ہوگا۔" حمید سنجیدہ ہوگیا۔

"حد ہے۔" وہ سنجیدگی سے بولا۔ "آپ اتنی سی چیزوں پر نظر رکھتے ہیں۔"

بھوت

سعید کو ہوش آیا تو اس نے خود کو ایک تاریک کمرے میں پایا جس کی ساری کھڑکیاں دروازے بند تھے۔ سر کے پچھلے حصے میں کچھ ایسی تکلیف محسوس ہو رہی تھی جیسے کوئی دماغ ہتھوڑے مار رہا ہو۔ اس کا ہاتھ بے اختیار سر پر گیا۔ اس نے محسوس کیا کہ سر پر پٹی بندھی ہے۔ دفعتاً اسے سارے واقعات یاد آ گئے۔ اس کے سر پر کوئی وزنی چیز گری تھی۔ وہ لاش

بیوی کی بے ہوشی، آخر وہ ہے کہاں، اس نے لیٹے ہی لیٹے ادھر اُدھر ہاتھ چلائے۔ وہ ایک سنگین فرش پر پڑا ہوا تھا۔ اٹھنے کی کوشش کی۔ داہنی کہنی زمین پر ٹیک کر اس نے سر اٹھایا ہی تھا کہ اسے دور قدموں کی آہٹ سنائی دی، جو لحظہ بہ لحظہ قریب ہوتی جا رہی تھی۔ پھر اسی کمرے کا ایک دروازہ کھول کر کوئی اندر داخل ہوا۔ تاریکی میں ایک متحرک سایہ نظر آ رہا تھا۔ وہ سعید کے قریب آ کر رک گیا۔

"کیا تمہیں ہوش آ گیا تھا۔" ایک آواز آئی۔

"ہاں......!" سعید نے جلدی سے کہا۔ "لیکن تم کون ہو؟ میں کہاں ہوں۔"

"تم جہاں بھی ہو خیریت سے ہو گے۔ کوئی گھبرانے کی بات نہیں۔"

"میں یہاں کیوں لایا گیا ہوں۔" سعید نے پوچھا۔

"کسی بُری نیت سے نہیں۔ ایک خاص مقصد کے تحت جس کے پورا ہوتے ہی تم چھوڑ دیئے جاؤ گے۔"

"لیکن تم ایک جرم کر رہے ہو۔ کسی شہری کو اس طرح بند کر کے رکھنا قانوناً جرم ہے۔"

"میں جانتا ہوں...... لیکن تمہارا قانون میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔" آواز آئی۔

"تم مجھے چھوڑ دو بہتر یہی ہے۔"

"مجھے جو کچھ کہنا تھا کہہ چکا۔ اگر تم بھاگنے کی کوشش کرو گے...... ذرا اوپر نظر اٹھاؤ...... وہ روشندان دیکھ رہے وہ جس سے کچھ کچھ روشنی آ رہی ہے۔ وہاں ایک آدمی رائفل لئے تمہاری نگرانی کر رہا ہے۔ تم ہلے اور اس نے گولی چلائی۔ کیا سمجھے!"

"تم آخر ہو کون......؟" سعید نے پوچھا۔

غالباً اس کے جواب میں ایک عجیب طرح کی کھنکھناہٹ سنائی دی اور پھر آہستہ آہستہ وہی کھنکھناہٹ ایک وحشت ناک قہقہے میں تبدیل ہوگئی۔ پھر خاموشی چھا گئی۔ سعید کے جسم کے سارے رونگٹے کھڑے ہوگئے۔ ایسی بھیانک آواز والا اور اتنا پراسرار قہقہہ اس نے آج تک نہ سنا تھا۔

آنے والے نے دفعتاً دیا سلائی جلائی اور سگریٹ سلگانے لگا۔

سعید کے منہ سے بے اختیار چیخ نکل گئی۔ وہ بُری طرح لرز رہا تھا۔

"مگر تم......تم......!" سعید ہکلایا۔ "تم......میرے مکان میں تمہاری لاش......!"

"تو کیا یہ دلچسپ بات نہیں۔" آواز آئی۔

سعید کو ایسا محسوس ہونے لگا جیسے وہ کمرہ ہل رہا ہو۔

"اسی سے تم اندازہ لگا سکتے ہو......کہ تم کہاں ہو۔" آواز پھر سنائی دی۔

"تم کاشانہ شمشیر میں ہو......نام سنا ہے کبھی کاشانہ شمشیر کا۔"

"کاشانہ شمشیر......" سعید سوچنے لگا۔ "کاشانہ شمشیر، کنور شمشیر بہادر کی حویلی......جس کے متعلق مشہور ہے کہ وہاں بھوت رہتے ہیں۔" سعید کے جسم سے ٹھنڈا ٹھنڈا پسینہ چھوٹ پڑا......اور کمرہ اور زور سے ہلنے لگا۔ اس کا سر چکرا رہا تھا۔ پھر ایسا محسوس ہوا جیسے کمرہ آہستہ آہستہ ہوا میں اٹھ رہا ہو۔ ہچکولے لیتا ہوا سعید بے ہوش ہو گیا۔

تھوڑی دیر بعد وہ پھر ہوش میں آ گیا۔ کمرے میں خاموشی تھی۔ خود اپنی سانس کی آواز اسے ایسی معلوم ہو رہی تھی جیسے بپھرا ہوا سمندر چٹانوں سے ٹکرا رہا ہو۔

کافی عرصے تک وہ بے حس و حرکت پڑا رہا۔ روشندان جس سے کچھ دیر قبل دھندلی دھندلی سی روشنی آ رہی تھی اب بالکل تاریک ہو چکا تھا۔ سعید آہستہ آہستہ دروازے کی طرف رینگنے لگا۔ تھوڑی دور چل کر وہ رک گیا لیکن کہیں کسی قسم کی کوئی آہٹ سنائی نہ دی۔ اس نے دروازے کو پکڑ کر آہستہ سے اپنی طرف کھینچا۔ اس کا دل شدت سے دھڑکنے لگا۔ دروازہ کھلا ہوا تھا۔ اس نے دروازے میں تھوڑی سی درز کی اور باہر جھانکنے لگا۔ برآمدہ بالکل تاریک تھا اور چاروں طرف سناٹا۔ وہ آہستہ آہستہ پیٹ کے بل رینگتا ہوا برآمدے میں آیا۔

اور اب وہ مہندی کی باڑھ کی اوٹ لے کر جھکا جھکا ہوا حتی الامکان تیزی سے پھاٹک کی طرف دوڑ رہا تھا۔ ایک آدھ بار بچپن میں وہ اپنے باپ کے ساتھ یہاں آ چکا تھا اس لئے اسے پھاٹک تک پہنچنے میں کوئی دقت نہ ہوئی۔ پھاٹک پر پہنچ کر اس نے ایک بار پھر پلٹ کر دیکھا۔ پوری عمارت سنسان پڑی تھی۔ قدم قدم پر اسے محسوس ہو رہا تھا جیسے وہ دہشت ناک قہقہہ کہیں دور فضا میں گونج رہا ہو۔ پھاٹک سے نکلتے ہی اس نے اپنی پوری قوت سے دوڑنا شروع کر دیا۔ آبادی کے قریب پہنچتے پہنچتے اس کا دم پھول گیا۔

کچھ دیر بعد وہ شہر کی پر رونق سڑک پر آ گیا۔ کلاک ٹاور نے نو بجائے۔ سردی کے مارے اس کا بُرا حال ہو رہا تھا۔ اس نے ایک ٹیکسی کی اور دلاور پور کی طرف روانہ ہو گیا۔ تمام راستہ وہ سوچتا رہا کہ اس کی بیوی اسے دیکھتے ہی رونا شروع کر دے گی۔ یقیناً وہ بہت زیادہ پریشان ہو گی اور اس لاش کا خیال آتے ہی وہ لرز اٹھا۔ کہیں پولیس نے اس کی بیوی کو پریشان نہ کیا ہو۔ بہت ممکن ہے کہ وہ اس کی عدم موجودگی میں حوالات میں بند کر دی گئی ہو۔ مگر وہ تو وہاں موجود تھا۔ ہو سکتا ہے کہ وہ لاش محض دھوکا ہو......تو پھر اسے بند کر رکھنے کا کیا مقصد تھا اور وہ پراسرار اجنبی کہاں غائب ہو گیا۔ کیا اس آدمی کو اسی نے قتل کیا تھا۔ مگر وہ تو شمشیر بہادر کی حویلی میں دکھائی دیا تھا۔ کیا سچ مچ بھوت...... اور وہ انہی خیالات میں الجھا ہوا اپنے مکان کے سامنے پہنچ گیا۔ ڈرائیور کو رکنے کے لئے کہہ کر وہ کمپاؤنڈ میں داخل ہو گیا۔

"کون ہے......؟" برآمدے سے ایک گرجدار آواز سنائی دی۔

"میں ہوں......؟" سعید نے جواب دیا۔

"کون کسان صاحب۔" دوسرے لمحے میں ایک باوردی پولیس مین اس کے سامنے کھڑا اسے نیچے سے اوپر تک دیکھ رہا تھا۔

"میری بیوی کہاں ہے؟" اس نے بے اختیار پوچھا۔

"لاپتہ......آپ دونوں کا وارنٹ جاری ہو چکا ہے۔"

"وارنٹ......؟" سعید چونک کر بولا۔

"جی ہاں......کیا بیگم صاحبہ آپ کے ساتھ نہیں؟" پولیس مین نے پوچھا۔

"نہیں......!" سعید کا دل بڑی شدت سے دھڑکنے لگا۔

"آپ مہربانی کر کے میرے ساتھ چوکی تک چلئے۔"

"چلو بھئی چلو......خدا کے لئے جلدی کرو......آخر رضیہ کہاں گئی۔" سعید نے کہا۔

ٹیکسی چوکی کی طرف جا رہی تھی۔

سعید کو دیکھتے ہی ہیڈ کانسٹیبل اچھل پڑا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اس سے کیا کہے۔ سعید اتنا ہردلعزیز تھا کہ اس پر ایسے سنگین جرم کا الزام ہوتے ہوئے بھی پولیس والوں کے دل

میں اس کی عزت تھی۔

"میں نے قتل نہیں کیا۔" سعید بے ساختہ بولا۔

"ہمیں اس کا یقین ہے۔" ہیڈ کانسٹیبل نے تاسف آمیز لہجے میں کہا۔

"میری بیوی کہاں ہے؟"

"اوہ تو کیا وہ آپ کے ساتھ نہیں تھیں؟"

"نہیں......!" سعید نے کہا اور جلدی جلدی سارے واقعات دہرا دیئے۔

ہیڈ کانسٹیبل کے چہرے سے اس کی ذہنی الجھن صاف ظاہر ہو رہی تھی۔ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ سعید کی داستان کا کون سا حصہ صحیح ہے اور کون سا غلط۔

"آپ کو میرے ساتھ شہر چلنا ہوگا۔" ہیڈ کانسٹیبل بولا۔

"بھئی مجھے سردی لگ رہی ہے۔ ذرا گھر سے اوور کوٹ تو لے لوں۔"

"گھر میں آنریری مجسٹریٹ صاحب کے سامنے تالا لگ چکا ہے۔" ہیڈ کانسٹیبل نے کہا۔

"میں اپنا کوٹ لے آتا ہوں۔"

سعید کی الجھن اور بڑھ گئی۔

تھوڑی دیر کے بعد ٹیکسی شہر کی جانب جا رہی تھی۔

کوتوالی کے ایک کمرے میں جگدیش فریدی اور سرجنٹ حمید بیٹھے آج کے واقعات پر تبصرہ کر رہے تھے کہ اچانک ہیڈ کانسٹیبل سعید کو لے کر اندر داخل ہوا۔

"مجھے اس کی فکر نہیں کہ میں کس جرم میں ماخوذ کیا گیا ہوں۔ اس کا فیصلہ تو بعد کو ہوتا رہے گا۔" سعید نے کہا۔ "مجھے سب سے زیادہ پریشانی اپنی بیوی کی ہے۔"

"وہ کہاں ہے؟" جگدیش نے پوچھا۔

"مجھے نہیں معلوم۔" سعید نے کہا اور ایک بار پھر اسے پوری داستان دہرانی پڑی۔

"کیا وہ اجنبی کافی بھاری بھرکم معلوم ہو رہا تھا۔" فریدی نے پوچھا۔

"جی ہاں۔" سعید جلدی سے بولا۔ "اس کی شخصیت میں یہی چیز سب سے زیادہ عجیب تھی کہ وہ موٹا نہ ہونے کے باوجود بھی کافی بھاری بھرکم معلوم ہو رہا تھا۔"

"عمر......؟"

"میرے خیال سے پچاس اور ساٹھ کے درمیان...... لیکن تندرستی بہت اچھی تھی۔"

"آنکھوں کا رنگ......!"

"شاید بھورا تھا۔"

"خیر آگے چلئے۔"

سعید بقیہ واقعات بتانے لگا۔ فریدی بغور اس کے چہرہ کا جائزہ لے رہا تھا۔ جگدیش کے چہرے سے ایسا ظاہر ہو رہا تھا جیسے وہ ایک لغو اور من گھڑت کہانی سن رہا ہو۔ کبھی کبھی اس کے چہرے پر خفیف سی مسکراہٹ نمودار ہو جاتی تھی۔ لیکن فریدی قطعی سنجیدہ تھا۔

جب سعید داستان کے اس حصے پر پہنچا جہاں کاشانہ شمشیر کے بھوت کا تذکرہ تھا تو بے اختیار جگدیش کو ہنسی آ گئی۔ سعید نے اسے ایسی نظروں سے دیکھا جن میں بے چارگی نفرت اور غصہ سبھی کچھ تھا۔

"ہاں ہاں...... آپ بیان جاری رکھئے۔" فریدی نے جگدیش کو گھورتے ہوئے کہا۔

سعید نے مختصر الفاظ میں داستان کا بقیہ حصہ بھی ختم کر دیا۔

"آپ کو یقین کامل ہے کہ وہ وہی شخص تھا جس کی لاش آپ نے اپنے کمرے میں دیکھی تھی۔" فریدی نے پوچھا۔

"اس پر مجھے اتنا ہی یقین ہے جتنا اس بات پر کہ اس وقت آپ لوگوں کے پاس بیٹھا ہوں۔" سعید نے کہا۔

"تو یہ کوئی نئی بات نہیں۔" جگدیش نے طنزیہ لہجے میں کہا۔ "اس عمارت کے متعلق عام طور پر مشہور ہے کہ وہ آسیب زدہ ہے۔"

"میں یہ نہیں ثابت کرنا چاہتا۔" سعید نے بے صبری سے کہا۔ "میرا یقین ان لغویات پر نہیں۔ مجھے جو حادثہ پیش آیا میں نے بیان کر دیا اور نہ مجھے اپنے اوپر لگائے گئے الزام کی پرواہ ہے۔ اگر میں خدا کی نظروں میں بے قصور ہوں تو کوئی میرا بال بھی بیکا نہیں کر سکتا۔ لیکن مجھے اپنی بیوی کی گمشدگی کی وجہ سے پریشانی ہے۔ کہیں وہ بھی ان بدمعاشوں کے چنگل میں نہ پھنس گئی ہو۔"

”تو آپ کا شبہ اسی بھاری بھر کم اجنبی پر ہے۔“ فریدی نے پوچھا۔

”حالات کچھ ایسے پیش آئے جن کی بناء پر میں یہ سوچنے پر مجبور ہوں۔“ سعید نے جواب دیا۔

”ہمیں سو سو روپے کے دو نوٹ آپ کے یہاں پڑے ہوئے ملے تھے۔“ فریدی نے کہا۔

”پڑے ہوئے ملے تھے۔“ سعید نے کہا۔ ”کم از کم وہ میرے نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ میں بنک سے سو روپے کے نوٹ لیتا ہی نہیں اور اس دوران میں تو خاص طور پر میں نے سو کے نوٹ کسی سے لئے ہی نہیں۔ لیکن ٹھہریئے...... کیا آپ کو ڈرائنگ روم میں وہ نوٹ ملے تھے۔“

”نہیں اسی کمرے میں صوفے کے پیچھے جہاں لاش پڑی ہوئی تھی۔“

سعید کچھ سوچنے لگا۔

”جی نہیں...... وہ نوٹ میرے نہیں ہو سکتے۔“ سعید نے آہستہ سے کہا۔

”لیکن آپ نے ڈرائنگ روم کا حوالہ کیوں دیا۔“

”اس اجنبی نے مجھے وہاں اپنے یہاں ایک رات بسر کرنے کے لئے نوٹوں کا ایک بنڈل دیا تھا جسے میں نے وہیں یہ کہہ کر ڈال دیا تھا کہ مجھے اس کی ضرورت نہیں۔“

”نوٹوں کا بنڈل......!“ فریدی چونک کر بولا۔

”جی ہاں۔“

”لیکن وہاں ہمیں کوئی بنڈل نہیں ملا۔“ فریدی نے کہا۔

”ممکن ہے وہ جاتے وقت اپنے ساتھ لیتا گیا ہو۔“ سعید نے جواب دیا۔

تھوڑی دیر بعد سعید کو حوالات میں بند کر دیا گیا۔

”پھر وہی نوٹوں کا قصہ......!“ فریدی کچھ سوچتے ہوئے بولا۔ ”بنک میں کچھ گڑ بڑ ضرور ہوئی ہے۔“

”کمال کر رہے ہیں آپ بھی۔“ حمید نے کہا۔ ”بنک والے کہتے ہیں کہ بفضلہ سب خیریت ہے اور آپ ہیں کہ خواہ مخواہ۔“

”تم ابھی صاحبزادے ہو۔“ فریدی نے کہا۔

”اور میں انشاء اللہ ہمیشہ صاحبزادہ ہی رہوں گا۔“ حمید مسکرا کر بولا۔ ”کیونکہ غیر صاحبزا

ہونا کچھ اچھی بات نہیں۔“

”تمہاری ڈفلی ہمیشہ الگ ہی ہوتی ہے۔“ فریدی نے بُرا سا منہ بنا کر کہا۔

”ڈفلی کے علاوہ میں کبھی کبھی سارنگی اور ہارمونیم سے بھی شوق کر لیا کرتا ہوں۔“ حمید نے سنجیدگی سے کہا۔

”اچھا فضول بکو نہیں۔“

فریدی یہ کہہ کر دوسری طرف دیکھنے لگا اور چند لمحوں بعد وہ کسی گہری سوچ میں ڈوب گیا۔

حمید اور جگدیش چپکے سے اٹھ کر باہر چلے گئے۔

تھوڑی دیر بعد ٹیلی فون کی گھنٹی بجی اور فریدی چونک پڑا۔

”ہیلو......!“ اس نے ریسیور اٹھاتے ہوئے کہا۔ ”ہاں...... ہاں...... فریدی...... اچھا...... اچھا...... کیا کہا زمرد محل میں...... نہیں نہیں دھوکا ہوا ہوگا...... کیا اس نے خرید لیا تھا......؟ مجھے اس کی اطلاع نہیں...... وہاں کرایہ دار بھی ہیں...... اچھا ان پر کڑی نظریں رکھنا...... وحید اور کرن سنگھ کو بھی ابھی بھیجتا ہوں...... انہیں سب کچھ سمجھا کر تم واپس آ جانا...... اور کوئی بات......؟ وحید اور کرن سے کہہ دینا کہ اگر کوئی اور بات ہو تو مجھے گھر پر فون کر دیں...... اچھا......!“ فریدی نے ریسیور رکھ دیا اور کچھ بے چین سا نظر آنے لگا۔ تقریباً پانچ منٹ ٹھہر کر اس نے پھر فون پر کسی کو کچھ ہدایتیں دیں اور کمرے میں بے چینی سے ٹہلنے لگا۔

اتنے میں حمید اور جگدیش واپس آ گئے۔ فریدی بدستور ٹہلتا رہا۔

”تو تم لوگ چائے پی آئے۔“ فریدی نے کہا۔

”آپ کے لئے بھی کہہ آیا ہوں آ ہی رہی ہوگی۔“ جگدیش نے کہا۔

”جگدیش ذرا یہ تو بتاؤ کہ تم نے سلیم کے متعلق بھی کچھ تحقیقات کی یا نہیں؟“

”کچھ پتہ نہیں چل سکا۔“

”پتہ لگانے کا کون سا طریقہ اختیار کیا تھا۔“

”طریقہ؟ بات دراصل یہ ہے کہ گنگولی نے بھی نہیں بتایا اور پھر ادھر اُدھر دلاور پور......!“

”معلوم نہیں تمہیں کب عقل آئے گی...... سب سے زیادہ ضروری چیز یہی تھی۔“

"غلطی ہوگئی۔"

"خیر......وہ زمرد محل میں رہتا تھا۔"

"زمرد محل میں؟"

"ہاں.....اس نے اسے حال ہی میں خریدا تھا۔"

"خریدا تھا......؟" جگدیش پھر متعجبانہ انداز میں بولا۔

"اس میں تعجب کی کیا بات ہے؟"

"کیا وہ واقعی بہت مالدار آدمی تھا......؟"

"ہاں......اور پرلے سرے کا کنجوس......اور اسکے ساتھ اس کی ایک بیوہ بہن بھی رہتی تھی۔"

"بال بچے......؟"

"کوئی نہیں......اس نے شادی ہی نہیں کی تھی۔"

ٹیلی فون کی گھنٹی بجی۔ جگدیش نے ریسیور اٹھالیا۔ پھر فریدی کی طرف بڑھ کر بولا۔ "آپ کا ہے۔"

"ہیلو...... ہاں...... ابھی وحید وغیرہ نہیں پہنچے...... اچھا...... اور کوئی خبر ...... ہاں...... ہاں......!"

کوئی لمبی داستان تھی جسے فریدی بڑی توجہ کے ساتھ سن رہا تھا۔ بار بار اس کے چہرے پر تعجب کا اظہار ہونے لگتا تھا۔ آخر اس نے ریسیور رکھ دیا۔

"دیکھو جگدیش......!" فریدی بولا۔ "یہ سب کچھ دراصل تمہیں کرنا چاہئے تھا۔"

"میں آپ سے سچ کہتا ہوں کہ میں خواہ مخواہ اس محکمے میں پھنس گیا...... مجھے تو کسی فلم کمپنی میں ہونا چاہئے تھا۔"

"خیر...... خیر......!" فریدی ہاتھ اٹھا کر بولا۔ "ابھی ابھی سلیم کے متعلق کچھ اور بھی دلچسپ باتیں معلوم ہوئی ہیں۔ اس کی کنجوسی کے متعلق پہلے ہی بتا چکا تھا۔ محض کرایہ وصول کرنے کے لئے اس نے زمرد محل جیسی شاندار عمارت کا ستیاناس کر دیا۔ جتنے حصوں میں اسے بانٹ سکتا تھا بانٹ کر انہیں کرائے پر اٹھائے ہوئے تھا۔ خیر یہ تو معمولی بات ہے، حد ہوگئی کنجوسی کی کہ اس

کی بہن اس کے گھر میں رہتے ہوئے کرایہ داروں کے لئے کھانا پکا کر بسر اوقات کرتی تھی اور وہ کرایہ دار ایسے ہیں جن کے ساتھ ان کی بیویاں نہیں ہیں وہ اسی سے کھانا پکواتے ہیں۔"

"تو میرے خیال سے مجھے اسی وقت زمرد محل میں جانا چاہئے۔" جگدیش نے کہا۔

"یقیناً......!" فریدی بولا۔ "اس وقت سارے کرایہ دار بھی موجود ہوں گے۔ ان سے سلیم کے کچھ اور حالات بھی معلوم ہوں گے۔"

فریدی میدان عمل میں

فریدی اور حمید دوپہر کا کھانا کھا رہے تھے۔ دفعتاً ٹیلی فون کی گھنٹی بجی اور فریدی نے ہاتھ بڑھا کر ریسیور اٹھالیا۔

"ہیلو...... ہاں...... ہاں...... میں ہوں فریدی...... کیوں بھئی کیا معاملہ ہے...... کیا...... کون غائب ہوگیا...... کیا کہا...... گنگولی؟ ...... کب...... دیکھو...... جگدیش معاملہ کافی بگڑتا جارہا ہے...... اور تم کوئی خاص دھیان نہیں دے رہے ہو۔ زمرد محل کی انکوائری کا کیا رہا...... کچھ نہیں...... بہت خوب...... تب تو خدا ہی مالک ہے...... میں ابھی فی الحال کچھ نہیں کہہ سکتا...... بہرحال اب تو میں نے اس معاملہ کو ہاتھ میں لے ہی لیا ہے...... اچھا بھئی...... کھانا کھا رہا ہوں......!" فریدی نے ریسیور رکھ دیا۔

"سنا حمید......!" فریدی نے ریسیور رکھ دیا۔

"خدا نے چاہا تو دو چار گھنٹے بعد اس کی لاش بھی کہیں نہ کہیں دستیاب ہوجائے گی۔" حمید نے کہا۔

"کیوں......؟" فریدی نے اسے سوالیہ نگاہوں سے دیکھا۔

"جہاں آپ نے کسی کیس میں ہاتھ لگایا...... لاشوں میں برکت ہونی شروع ہو جاتی ہے"

"کیا فضول بک رہے ہو۔"

"خیر نہ گھوڑا دور، نہ میدان۔"

"فضول وقت نہ ضائع کرو۔ میں عجائب خانے جا رہا ہوں اور تمہارا اس وقت زمرد محل [illegible] بہت ضروری ہے۔ لیکن اس بات کا خیال رہے کہ وہاں کے رہنے والوں کو کسی قسم کا شبہ نہ ہو پائے۔"

"ذرا اور وضاحت کے ساتھ کہئے۔" حمید نے کہا۔

"مطلب یہ کہ وہاں سرجنٹ حمید ہی کی حیثیت سے جانا...... زیادہ ہوشیاری کی ضرورت نہیں۔ مجھے وہاں کے کچھ کرایہ داروں پر شبہ ہے۔"

حمید کو کچھ اور ہدایتیں دے کر فریدی عجائب خانے کی طرف روانہ ہو گیا۔ عجائب خانے کا منتظم فریدی کی آمد پر کچھ بوکھلا سا گیا تھا۔

"میں نے آپ کو بے وقت تکلیف دی۔" فریدی نے بیٹھتے ہوئے کہا۔

"کوئی بات نہیں...... فرمائیے میں کیا خدمت کر سکتا ہوں۔"

"یہاں کوئی آدمی سلیم نامی ملازم تھا......؟"

"سلیم......!" منتظم نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔ "سلیم...... اوہ ناولسٹ تو نہیں؟"

"جی ہاں......!" فریدی نے کہا۔ "کیا اس نے یہ ظاہر کر دیا تھا کہ وہ ناولسٹ ہے؟"

"جی ہاں...... کچھ عجیب ہی شخصیت کا آدمی تھا۔"

"یہاں اس کے سپرد کیا کام تھا......؟"

"شعبہ کاغذات کی دیکھ بھال......!"

"شعبہ کاغذات سے آپ کی کیا مراد ہے؟"

"ہمارے یہاں ایک سیکشن کاغذات کے نمونوں کا بھی ہے جہاں زمانہ قدیم سے اب تک کے کاغذات کے نمونے موجود ہیں۔"

"اوہ......!" فریدی کسی گہری سوچ میں پڑ گیا۔

اچانک ایک چاقو بڑی تیزی سے اس کے کاندھے کو مس کرتا ہوا اس کی پشت کی طرف ایک الماری کے شیشے سے جا ٹکرایا۔ فریدی اچھل کر اس کھڑکی کی طرف دوڑا جدھر سے چاقو آیا تھا۔ باہر راہداری بالکل سنسان پڑی تھی اور اسے کوئی متنفس نظر نہ آیا...... اس نے واپس آ کر چاقو دیکھا۔

منتظم کا رنگ زرد پڑ چکا تھا۔

"مجھے افسوس ہے کہ آپ کی یہاں موجودگی کے دوران [illegible]ش آیا۔" منتظم نے گھبرائے ہوئے لہجے میں کہا۔

"یہ میرے لئے کوئی نئی بات نہیں۔ آپ فکر نہ کیجئے۔" فریدی [illegible] اور رومال کو چاقو میں لپیٹ کر جیب میں رکھتے ہوئے باہر نکل آیا۔

گھر پر حمید اس کا انتظار کر رہا تھا۔

"کہو بھئی ہو آئے......؟" فریدی نے پوچھا۔

"جی ہاں کئی کام کی باتیں معلوم ہوئیں۔"

"خیر وہ پھر سنوں گا۔" فریدی نے الماری کھول کر اس میں سے ایک چاقو نکالا اور محدب شیشے کے ذریعے اس کے دستے کو غور سے دیکھنے لگا۔

"کیوں حمید...... کیا یہ دونوں چاقو ایک ہی طرح کے نہیں ہیں۔"

"ہیں تو......؟"

"ان میں سے ایک تو وہ ہے جو سعید منزل والی لاش سے نکالا گیا تھا اور دوسرا وہ جس سے آج مجھ پر حملہ کیا گیا۔"

"آپ پر......؟" حمید نے حیرت سے پوچھا۔

"ہاں......!" فریدی نے کہا اور اپنی عجائب خانے کی تفتیش کے متعلق بتانے لگا۔

"تو یہ کہئے آپ نے بنک اور سعید منزل کو ایک رشتہ میں منسلک کر ہی دیا۔" حمید نے کہا۔

"اب ہمیں جیل میں چل کر سعید سے ملنا چاہئے۔" فریدی نے کہا۔

دونوں کار میں بیٹھ کر جیل کی طرف روانہ ہو گئے۔

"کیا رہا تمہاری تفتیش کا......؟" فریدی نے راستے میں پوچھا۔

"سلیم کی بیوہ بہن سے ملاقات ہوئی۔ عمر تقریباً اٹھائیس سال رنگ گورا، آنکھ
خصوصیت سے قابل ذکر...... ہنستے وقت گالوں میں گڑھے پڑ جاتے ہیں۔ پیروں کی بناوٹ
اس قسم کی ہے کہ دل میں بے اختیار گدگدی ہونے لگتی ہے۔ چال میں خفیف سی لچک ہے۔
سفید سلک کا غرارہ پہنے ہوئے تھی...... بس آپ سے کیا عرض کروں۔"

"کیا میں نے تمہیں وہاں اسی لئے بھیجا تھا۔" فریدی نے بُرا سا منہ بنا کر کہا۔

"پھر......؟" حمید نے بھولے پن کی ایکٹنگ کرتے ہوئے پوچھا۔

"بکومت......!" فریدی نے کہا۔ "ہر وقت مذاق اچھا نہیں لگتا۔"

"خیر سنئے......!" حمید سنجیدگی سے بولا۔ "عورت مشتبہ ہے۔ اس کے چہرے سے معلو
ہوا ہے کہ اس پر اس کے بھائی کی موت کا کوئی اثر نہیں۔ اس کا تذکرہ آنے پر وہ دو چار ٹھنڈ
سانسیں ضرور بھرتی ہے لیکن بناوٹ کا چھپنا محال ہے۔"

"خیر یہ بالکل قدرتی امر ہے۔" فریدی نے کہا۔ "بھائی کے ہوتے ہوئے بھی ا
خود محنت کر کے اپنا پیٹ پالنا پڑتا تھا اور دوسری بات یہ کہ وہ اپنے بھائی کی دولت کی تنہا وار
ہے۔ ایسی صورت میں اگر وہ مغموم نہیں دکھائی دیتی تو کوئی تعجب کی بات نہیں۔"

"خیر دوسری بات ہے۔" حمید نے کہا۔ "وہاں مجھے ایک ایسا صندوق نظر آیا جس پر رنگو
کی ایک جہاز ران کمپنی کی سلپ چپکی ہوئی تھی۔"

"رنگون......!" فریدی چونک کر بولا۔ "یہ بات تم نے کام کی بتائی۔"

"تیسری بات ملاحظہ ہو۔" حمید فخریہ انداز میں مسکرا کر بولا۔ "مجھے صرف ایک کرایہ دا
مشتبہ معلوم ہوتا ہے۔ وہ صبح چار بجے گھر سے چلا جاتا ہے اور بارہ بجے رات کو واپس آتا ہے۔"

"مجھے اس کی اطلاع ہے۔" فریدی نے کہا۔ "خیر...... اس سے متعلق کیا معلوم کیا......؟"

"یہاں سے کلکتے مچھلیاں بھیجتا ہے...... دلاور پور میں اس نے کئی گھاٹ لے رکھے ہیں
جہاں اس کے آدمی مچھلیاں پکڑتے ہیں اور وہ بھی غالباً دن بھر وہیں رہتا ہے اور اس کا نام
سجاد۔ شاہ جہاں پور کا رہنے والا ہے۔ اس کے پاس ایک کار بھی ہے۔ اس کے آنے اور جا

کے اوقات ایسے ہیں کہ سلیم کی بہن نے بھی آج تک اسے دیکھا ہی نہیں۔ وہ سرے کرایہ داروں
سے معلوم ہوا کہ وہ بھی اس کے صورت آشنا نہیں ہیں۔"

"یہ بھی مجھے معلوم ہے۔" فریدی نے کہا۔

"جب آپ کو سب معلوم ہی تھا تو آخر مجھے دوڑانے کی کیا ضرورت تھی۔" حمید نے جھلا کر کہا۔

"نہیں تم ایک کام کی بات معلوم کر کے آئے ہو، جس کی اطلاع مجھے نہ تھی۔" فریدی نے کہا۔

حمید اسے استفہامیہ نظروں سے دیکھنے لگا۔

"صندوق والی بات ہے۔" فریدی نے کہا۔

حمید خاموش ہو گیا۔ وہ کچھ سوچ رہا تھا۔

"آخر صندوق والی بات آپ کو کیوں کام کی معلوم ہوئی۔" حمید نے پوچھا۔

"اس لئے کہ تمہارا حافظہ بہت کمزور ہے۔" فریدی مسکرا کر بولا۔ "کیا تمہیں نہیں معلوم کہ
صفدر مرزا رنگون سے آیا تھا۔"

"تو شاید آپ کا یہ مطلب ہے کہ وہ بھی سلیم ہی کے یہاں ٹھہرا تھا۔"

"میں یہ تو نہیں کہتا۔" فریدی نے جواب دیا۔

پھر دونوں خیالات میں ڈوب گئے اور بقیہ راستہ خاموشی سے گزر گیا۔

سعید بہت زیادہ پریشان نظر آ رہا تھا۔ فریدی کو دیکھتے ہی اس نے اپنی بیوی کے متعلق
پوچھا۔

"گھبرائیے نہیں...... وہ بہت جلد مل جائیں گی۔" فریدی نے کہا۔

"مجھے اپنی کوئی پرواہ نہیں۔" سعید نے کہا۔

"میں سمجھتا ہوں......!" فریدی نے کہا۔ "میں ایک بات آپ سے پوچھنے کیلئے آیا ہوں۔"

"فرمائیے۔"

"آپ سلیم کو جانتے ہیں؟"

"کون سلیم......؟"

"وہی جس سے ملنے کے لئے اکثر آپ عجائب خانے جایا کرتے تھے۔"

"اوہ...... ہاں...... میں اسے جانتا ہوں۔"

"اس سے جان پہچان کی نوعیت کیا تھی؟"

"میرے خیال سے تو اسے محض کاروباری ہی سمجھنا چاہیے۔" سعید نے کہا۔

"میں آپ کا مطلب نہیں سمجھا۔"

"وہ مجھ سے مختلف قسم کے کاغذ بنانے کی تدبیریں پوچھا کرتا تھا۔" سعید نے کہا۔

"کیا وہ اس کاروبار کو کرنا چاہتا تھا......؟" فریدی نے پوچھا۔

"نہیں...... وہ دراصل ایک ناول نویس تھا۔ شاید اپنے کسی ناول میں کاغذ اور کاغذ کے کارخانوں کے متعلق کچھ لکھنا چاہتا تھا۔"

"اوہ......!" فریدی کچھ سوچتا ہوا بولا۔ "کیا وہ کبھی دلاور پور بھی جاتا تھا۔"

"اکثر......!"

"آپ ہی سے ملنے یا کسی اور کے پاس۔"

"کسی دوسرے کے متعلق میں کچھ نہیں بتا سکتا۔"

فریدی پھر کسی گہری سوچ میں پڑ گیا۔

"اچھا تو خاص طور پر کس قسم کے کاغذ کے متعلق جاننا چاہتا تھا۔" فریدی نے اچانک پوچھا۔

"جہاں تک مجھے یاد پڑتا ہے وہ نوٹ بنانے والے کاغذ پر زیادہ وقت صرف کرتا تھا۔"

"اوہ......!" فریدی نے کہا اور دفعتاً اسکی آنکھوں میں ایک عجیب قسم کی چمک پیدا ہو گئی۔

حمید اسے حیرت سے دیکھنے لگا۔ وہ جانتا تھا کہ اس قسم کی چمک اس کی آنکھوں میں کن موقعوں پر پیدا ہوتی ہے۔

"اچھا......!" فریدی نے اٹھتے ہوئے کہا۔

"دیکھئے...... میں ایک بار پھر آپ سے استدعا کرتا ہوں کہ میری بیوی کا خیال رکھئے گا۔" سعید بولا۔

"آپ مطمئن رہئے۔"

فریدی اور حمید جیلر کے دفتر میں آئے۔ راستے بھر فریدی قطعی خاموش رہا۔ دفتر میں آ کر

فریدی نے ٹیلی فون کا ریسیور اٹھایا۔

"ہیلو...... جگدیش صاحب ہیں...... ذرا فون پر بلا دیجئے...... ہیلو جگدیش...... میں فریدی بول رہا ہوں...... ہاں دیکھو بھئی...... مجھے شبہ ہے کہ نیشنل بنک میں کچھ نہ کچھ ہوا ضرور ہے...... آخر تم ہنس کیوں رہے ہو...... کیا یہ ممکن نہیں کہ وہاں کے نوٹ ہٹا کر ان کی جگہ پر انہی نمبروں کے جعلی نوٹ رکھ دیئے گئے ہوں...... تم بنک ضرور جاؤ...... اور اپنے ساتھ ایک ایکسپرٹ کو بھی لیتے جانا...... اچھا فرض کرو اگر یہ نہ بھی ہوا تو تمہارا اس میں نقصان ہی کیا ہوگا...... تم محض شبہے کی بناء پر سرکاری طور پر ایسا کر سکتے ہو...... گنگولی کا یک بیک غائب ہو جانا مجھے اور زیادہ شبہے میں ڈال رہا ہے...... اچھا...... میں تھوڑی دیر بعد کوتوالی پہنچ جاؤں گا۔"

فریدی نے ریسیور رکھ دیا اور تھوڑی دیر تک کچھ سوچتا رہا اور پھر حمید کو سر کے اشارے سے باہر چلنے کے لئے کہتا ہوا آگے بڑھ گیا۔

چنانچہ چند ہی سیکنڈ کے توقف کے بعد حمید بھی باہر آ گیا۔ دونوں گاڑی میں بیٹھ کر سیدھے کوتوالی پہنچ گئے۔

راستہ بھر فریدی نے سارجنٹ حمید سے اس موضوع پر کوئی بات نہیں کی، ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے وہ گہری سوچوں میں ڈوبا ہوا ہو اور اس کا ذہن تازہ ترین انکشافات کی کڑیاں گذشتہ واقعات سے ملانے میں مصروف ہو۔

حمید نے کئی بار اسے مخاطب کیا لیکن فریدی "ہوں ہوں" میں ٹالتا رہا۔ کوتوالی کے دفتر میں پہنچ کر فریدی نے اپنے مخصوص انداز میں حمید کو مخاطب کیا۔

"کیا تم تازہ انکشاف کے بعد کسی نتیجہ پر پہنچ سکے ہو۔ حالات اگرچہ بظاہر بہت پیچیدہ معلوم ہوتے ہیں لیکن ایک سمجھ دار جاسوس کے لئے ان حالات کی کڑیاں ملانا کوئی مشکل امر نہیں...... کیا خیال ہے تمہارا۔" فریدی نے سگار سلگایا اور حمید کی طرف دیکھنے لگا۔

"کیا مطلب......؟" حمید بولا۔ "آپ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ آپ نے بنک اور سعید منزل کے باہمی پُراسرار تعلق کا راز سمجھ لیا ہے اور آپ مجرم کو کسی وقت بھی گرفتار کر سکتے ہیں۔"

"ہاں...... اور میرا خیال ہے کہ گنگولی اور سلیم کی سازشی اسکیم پراسرار ہوتے ہوئے بھی

اب اتنی پراسرار نہیں رہی...... جعلی نوٹوں کے بارے میں میرا شک اب یقین کی صورت اختیار کر گیا ہے۔ یقیناً بنک میں سلیم کی ملازمت کی اصل وجہ جعلی نوٹ ہی ہو سکتی ہے۔"

حمید فریدی کی اس بات پر چونکتے ہوئے بولا۔ "لیکن میرا خیال ہے اور جیسا کہ سعید کی باتوں سے ظاہر ہوتا ہے سعید اس سازش میں برابر کا شریک اور مجرم ہے۔"

"تم رہے احمق کے احمق۔" فریدی نے کہا۔

لیکن حمید نے کوئی جواب نہ دیا۔

"اگر تمہارا مطلب یہ ہو کہ سعید بھی اس سازش میں شریک تھا تو یہ ناممکن ہے۔ اگر ایسا ہوتا تو وہ نوٹ کے کاغذ کا تذکرہ خصوصیت سے نہ کرتا۔"

"لیکن یہ دونوں نوٹ اسی کے گھر میں ملے تھے۔" حمید نے کہا۔

"ایسی حالت میں تو اسے اور زیادہ محتاط رہنا چاہئے تھا۔" فریدی نے کہا۔ "کیونکہ ا نوٹوں کا تذکرہ میں پہلے ہی کر چکا تھا۔"

"بہر حال یہ ایک اچھا خاصہ معمہ ہے۔" حمید نے کہا۔

"اس میں کوئی شک نہیں۔" فریدی نے کہا اور سگار سلگانے لگا۔

تھوڑی دیر بعد جگدیش اور ایکسپرٹ بھی کوتوالی پہنچ گئے۔

"آپ نے جو دو نمبر بولے تھے ان کا مطلب میں نہیں سمجھا۔" جگدیش نے کہا۔

"یہ ان دونوں نوٹوں کے نمبر تھے، جو ہم نے سعید منزل میں پائے تھے۔" فریدی نے کہا۔

"ارے......!" جگدیش چونک پڑا۔

فریدی نے دونوں نوٹ ایکسپرٹ کی طرف بڑھا دیئے۔

ایکسپرٹ کافی دیر تک نوٹوں کی طرف دیکھتا رہا پھر آہستہ سے سر اٹھا کر حیرت آمیز نظروں سے فریدی کی طرف دیکھنے لگا۔

"میں نے آج تک اتنی شاندار نقل نہیں دیکھی۔" وہ بولا۔ "لیکن بنانے والا واٹر مارک میں دھوکا کھا گیا۔"

"ہوں......!" فریدی نے اُسے سوالیہ نظروں سے دیکھا۔

"لیکن اصل و نقل کا سمجھ لینا کسی عام آدمی کا کام نہیں۔" ایکسپرٹ نے کہا۔ "واٹر مارک صاف پانی کا نہیں ہے...... اس میں قدرے میلا پن آ گیا ہے...... یہ پانی...... یہ پانی۔"

"دریائے گھاگھرا کا ہو سکتا ہے۔" فریدی نے جملہ پورا کر دیا۔

"ٹھیک...... بالکل ٹھیک۔" ایکسپرٹ نے اچھل کر کہا۔

"میں یہ دونوں نوٹ اپنے ساتھ لئے جا رہا ہوں۔" ایکسپرٹ نے اٹھتے ہوئے کہا۔ "اس کی باقاعدہ رپورٹ آپ کو دوں گا۔"

ایکسپرٹ کے جانے کے بعد فریدی بھی اٹھ کھڑا ہوا۔

"آؤ حمید...... جلدی کرو...... مجھ سے بڑی غلطی ہوئی۔ لیکن شاید کامیابی ہو ہی جائے، حالانکہ اب اس کی امید بہت کم رہ گئی ہے۔"

حمید نے استفہامیہ نظروں سے اس کی طرف دیکھا۔

"چلو دیر نہ کرو۔" فریدی نے اس کا ہاتھ پکڑ کر اٹھاتے ہوئے کہا۔

"کیا میں بھی چلوں۔" جگدیش نے کہا۔

"نہیں کوئی ایسی خاص ضرورت نہیں۔" فریدی نے کہا۔ "تم گنگولی کو تلاش کرنے کی کوشش کرو۔"

"اس کے غائب ہو جانے سے بنک میں سنسنی پھیل گئی ہے۔" جگدیش نے کہا۔

"قدرتی بات ہے۔" فریدی بولا۔

فریدی کی کار تیز رفتاری کے ساتھ دلاور پور والی سڑک پر جا رہی تھی۔ تھوڑی دیر بعد اس نے اچانک گاڑی روک دی۔ حمید اس غیر متوقع جھٹکے کے لئے تیار نہ تھا۔ اس کا سر ٹکرا گیا۔

"کیوں جناب...... کیا میری جان فالتو ہے۔" حمید کار سے اتر کر جھلائے ہوئے انداز میں بولا۔

"تو بھئی...... پھر میرا مذاق تو کچھ اسی قسم کا ہوتا ہے۔" فریدی نے کہا۔

وہ دونوں دلاور پور میں پن چکی کے دروازے کے سامنے کھڑے تھے۔ دروازہ بند تھا۔ فریدی نے آگے بڑھ کر دھکا دیا، دروازہ کھل گیا اندر کوئی نہیں تھا۔ حمید ابھی تک باہر ہی کھڑا تھا۔

فریدی کے اشارے پر وہ بھی بادل نخواستہ اندر چلا آیا۔

"وہ جھکی غائب ہے۔" فریدی نے کہا۔

"ہوں......!"

"عجیب آدمی ہو تم بھی...... یہ بھی کوئی بگڑنے روٹھنے کا وقت ہے۔"

"تو میں کیا کہہ رہا ہوں۔" حمید نے اکتا کر کہا۔

"جھکی غائب ہو گیا ہے۔ اب ہم شاید ہی اسے پا سکیں۔" فریدی بولا۔

"کہیں چلا گیا ہوگا...... غائب کیوں ہونے لگا۔" حمید نے کہا۔

فریدی نے دریا کی طرف والی کھڑکی کھول دی۔

"دریا کبھی اس عمارت کی دیوار سے ٹکراتا ہوا بہتا رہا ہوگا۔" فریدی بولا۔

"اور شاید یہاں سے پانی ہٹ جانے ہی کی وجہ سے چکی بند ہوئی"

"بہت ممکن ہے کہ چکی رک جانے کی وجہ سے ہی پانی ہٹ گیا ہو۔" حمید مسکرا کر بولا۔

"خیر شکر ہے کہ تم میں زندگی تو پیدا ہوئی۔" فریدی نے کہا۔

وہ اس خبطی کے صندوق کی تلاشی لینے لگا لیکن کوئی قابل گرفت چیز نہ ملی۔

"آخر آپ یہاں آئے کیوں ہیں؟"

"جعلی نوٹ بنانے کے اوزاروں کی تلاش میں۔"

"یہاں......!" حمید حیرت سے بولا۔

"ہاں...... نہایت پرسکون جگہ ہے۔ سلیم جیسا سازشی، ایک ماہر فن مصور اور انگریور...... سعید جیسا تربیت یافتہ کاغذ بنانے والا...... پھر اور کیا چاہیئے۔"

"تو آپ نے سعید کے متعلق اپنی رائے بدل دی؟" حمید نے کہا۔

"ایسا تو نہیں...... اس کے متعلق میں نے شروع میں جو رائے قائم کی تھی اس میں کسی قسم کی کوئی تبدیلی نہیں ہو سکی۔"

"اپنی باتیں آپ خود ہی سمجھ سکتے ہیں۔"

"یہ کوئی ایسا الجھا ہوا معاملہ نہیں، فرض کرو میں کاغذ بنانا جانتا ہوں، تم مجھ سے یونہی دوستی

کر بیٹھتے ہو، تمہارے ماتھے پر تو یہ لکھا نہیں کہ تم نے مجھ سے دوستی کیوں کی ہے۔ کچھ دنوں کے بعد تم باتوں ہی باتوں میں مجھ سے کاغذ بنانے کا طریقہ پوچھ لیتے ہو اور میری معلومات سے ناجائز فائدہ اٹھانے کے لئے نوٹ کا کاغذ بنا کر باقاعدہ جعلی نوٹ چھاپنے شروع کر دیتے ہو، بھلا مجھے کیا خبر ہو سکتی ہے کہ تم کیا کر رہے ہو۔"

"لیکن جعلی نوٹ صرف سعید ہی کے یہاں کیوں ملے۔ سلیم کے گھر کا بھی تو کونا کونا چھان ڈالا گیا ہے اور یہاں اس مصور کے سامان میں بھی کوئی چیز ایسی نہیں مل سکی جو قابل گرفت ہو۔"

فریدی کچھ سوچنے لگا۔

"اگر تھوڑی دیر کے لئے آپ کا خیال صحیح مان بھی لیا جائے تو خود سعید کا بیان ہی اسے مشتبہ بنا دیتا ہے۔"

"کون سا بیان......؟" فریدی نے پوچھا۔

"وہی بھوت والا...... بھلا کسے یقین آئے گا۔"

"بہت ممکن ہے کہ اس نے پہچاننے میں غلطی کی ہو۔ وہ کوئی اور آدمی رہا ہو۔ بہرحال مجھے اس پر یقین ہے کہ وہ کسی گہری سازش کا شکار ہو گیا ہے۔"

"اگر آپ اس بناء پر اس کی معصومیت پر ایمان لائے ہیں کہ اس نے سلیم سے اپنے تعلقات کا اعتراف کر لیا تو آپ غلطی کر رہے ہیں۔ یہ بھی اس کی ایک چال ہے میں یہ نہیں کہتا کہ سلیم بے گناہ تھا۔ میں یہ بھی تسلیم کرتا ہوں کہ وہ جعلی نوٹ بناتا تھا لیکن اسی کے ساتھ ساتھ مجھے یہ بھی کہنا پڑتا ہے کہ سعید سلیم کا بھی قاتل ہے۔"

"بھلا وہ کیسے......؟" فریدی نے مسکرا کر پوچھا۔

"حصہ بانٹ میں جھگڑا ہو گیا ہوگا۔"

"تو اسے بنک کی چھت پر قتل کرنے کا کیا مقصد تھا اور پھر اس نے ایک اور دوسرے آدمی کو اپنے گھر میں قتل کر کے یہ آفت کیوں مول لی۔"

"اونہہ ہوگا...... ماریئے گولی...... آپ نے خواہ مخواہ یہ بلا اپنے گلے لگا لی۔" حمید اکتا کر بولا۔

"میں......!" فریدی نے مسکرا کر کہا۔ "حمید صاحب بہت دنوں کے بعد اس قسم کی دلچسپ بلا نصیب ہوئی ہے۔"

حمید ایک اسٹول پر خاموشی سے بیٹھ گیا۔ اس کے چہرے سے بیزاری ظاہر ہو رہی تھی۔

فریدی پھر کھڑکی کے قریب آ گیا۔ اس کی نگاہیں کچھ دور پر بہتے ہوئے دریا کی لہروں پر جمی ہوئی تھیں۔ دفعتاً وہ چونک پڑا۔

"حمید ذرا یہاں تو آنا۔"

"کہئے......!" حمید بے دلی سے اٹھ کر کھڑکی کے پاس چلا گیا۔

"اِدھر آؤ...... یہ نیچے دیکھو، کیا تم نے اس قسم کی جھاڑیاں اس علاقے میں کہیں اور بھی دیکھی ہیں؟" فریدی نے دیوار کی جڑ میں اُگی ہوئی گھنی جھاڑیوں کی طرف اشارہ کر کے کہا۔

یہ جھاڑیاں اتنی اونچی تھیں کہ انہوں نے تقریباً آدھی دیوار کو ڈھک رکھا تھا۔

"اس علاقے کے متعلق میری معلومات محدود ہیں۔" حمید نے کہا۔

"لیکن میں یہاں کے چپے چپے سے اچھی طرح واقف ہوں۔" فریدی بولا۔ "میں نے یہاں اس قسم کی جھاڑیاں کہیں اور نہیں دیکھیں۔"

"نہ دیکھی ہوں گی۔" حمید [illegible] سے بولا۔ "آخر آپ انہیں اتنی اہمیت کیوں دے رہے ہیں۔"

"اس لئے کہ یہ دیدہ و دانستہ لگائی گئی ہیں۔"

"لگائی گئی ہوں گی۔ پھر آخر آپ کہنا کیا چاہتے ہیں۔"

"یہاں ان کے لگانے کا مقصد......!" فریدی کچھ سوچتا ہوا بولا۔

"دیوار کو پانی کے ٹکراؤ سے محفوظ رکھنے کے لئے۔"

"بہت خوب...... اس وقت تم نے کافی ذہانت کا ثبوت دیا ہے۔" فریدی ہنس کر بولا۔ "لیکن پھر پن چکی کی چرخی کہاں لگائی گئی ہوگی۔"

"لگائی گئی ہوگی کہیں۔" حمید اکتا کر بولا۔ "آخر آپ اس کے پیچھے کیوں پڑ گئے۔"

"آؤ میرے ساتھ...... ابھی بتاتا ہوں۔" فریدی نے کہا اور حمید کا ہاتھ پکڑ کر اسے باہر

لے آیا۔

دونوں گھوم کر عمارت کی پشت پر پہنچے۔

"اوہ یہی نہیں۔" فریدی نے کہا۔ "بلکہ یہاں ببول کی کانٹے دار ٹہنیاں بھی رکھی ہوئی ہیں اور کچھ ہٹائی بھی گئی ہیں۔ ذرا آہستہ آہستہ انہیں جھاڑیوں سے الگ تو کرو۔"

دونوں ببول کی ٹہنیوں کو کھینچ کر جھاڑیوں سے الگ کرنے لگے۔

حمید ضرورت سے زیادہ بیزار نظر آ رہا تھا۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے وہ کسی مخبوط الحواس کے چکر میں پھنس کر ڈر رہا ہو۔

دونوں جھاڑیاں ہٹا رہے تھے کہ دفعتاً حمید "ارے" کہہ کر اچھل پڑا۔ دیوار کی جڑ میں جھاڑیوں کی باڑھ کے پیچھے ایک چھوٹی سی کھڑکی نظر آئی۔ ایسی کھڑکی جس سے آدمی بیٹھ کر بہ آسانی گزر سکتا ہے۔ فریدی نے کواڑوں کو دھکا دیا۔ دونوں پٹ کھل گئے۔ اندر سے سیلن اور چمگادڑوں کی بیٹ کی بدبو آ رہی تھی۔ فریدی نے جیب سے ٹارچ نکال کر اندھیرے میں روشنی ڈالی اور دوسرے لمحے میں وہ اس تہہ خانے کے اندر تھا۔ حمید نے بھی آنا چاہا لیکن فریدی نے ہاتھ کے اشارے سے اسے روک دیا۔

کچھ دیر بعد وہ پھر کھڑکی میں آیا۔

"اب آجاؤ......!" اس نے کہا۔

حمید کھڑکی سے گزر کر ایسی جگہ آیا جہاں زینے تھے اور کافی گہرائی تک ان کا سلسلہ چلا گیا تھا۔

"اب یہاں کچھ نہیں۔" فریدی نے کہا۔ "وہ سب کچھ لے گئے۔"

"یعنی......؟"

"کسی قسم کی مشین۔"

"مشین...... وہ کیسے معلوم ہوا۔"

"ان گڑھوں کی طرف دیکھو۔" فریدی نے فرش کی طرف اشارہ کر کے کہا۔ "یہاں کسی مشین کے چار پائے نصب تھے۔"

"کسی اور چیز کے بھی چار پائے ہو سکتے ہیں۔ مشین ہی کیوں۔"

''ایسا سوچنے پر مجبور ہو جانا پڑا ہے۔'' فریدی نے جھک کر زمین پر روشنی ڈالتے ہوئے کہا ''یہ دیکھو تیل کے دھبے...... گاڑھے اور سیاہ تیل کے دھبے۔ غالباً یہ تیل مشین میں استعمال کیا جاتا رہا ہوگا۔''

''اوہ......!'' حمید بولا۔ ''تو اس کا یہ مطلب کہ یہاں ان لوگوں کا نوٹ چھاپنے کا پریس تھا۔''

''تم صحیح سمجھے۔'' فریدی نے کہا۔ ''آؤ چلیں...... وہ ہم سے زیادہ ہوشیار ثابت ہوئے عجائب خانے میں مجھے قتل کر دینے میں ناکام رہنے کے بعد غالباً انہوں نے سب سے پہلے یہ کام کیا ہے کہ مشین یہاں سے ہٹا دی۔''

وہ دونوں باہر آ گئے۔

''چلو بنک کا معاملہ تو صاف ہو گیا۔'' فریدی نے کہا۔

''کیا......؟''

''سلیم وہاں ملازم تھا اور اس نے اپنی اصلی حیثیت ظاہر کر دی تھی اس لئے سب کو اس پر اعتماد تھا اس نے اس اعتماد سے فائدہ اٹھا کر وہاں کے نوٹوں کے نمبر حاصل کئے اور انہی نمبروں کے جعلی نوٹ بنائے۔ اُس کا ثبوت ان دونوں نوٹوں سے ملتا ہے جو مجھے سعید منزل میں ملے تھے۔ پھر غالباً اس نے یہ پروگرام بنایا کہ بنک کے اصلی نوٹ نکال کر ان کی جگہ نقلی نوٹ رکھ دیئے تھے، کتنی شاندار سازش تھی...... ذرا سوچو تو کہ ایک بنک کے ذریعہ جعلی نوٹ تقسیم ہوتے بہرحال کوئی حادثہ پیش آ جانے کی وجہ سے سلیم اپنے مقصد میں کامیاب نہ ہو سکا۔''

''مگر...... مگر بنک میں گڑبڑ کی اطلاع تو آپ کو سلیم ہی نے دی تھی۔''

''مجھے اس میں شبہ ہے کیونکہ چھت پر میں نے جو خون کے دھبے دیکھے تھے وہ ایک یا ڈیڑھ گھنٹہ قبل کے معلوم ہوتے تھے اور سلیم کا پیغام وہاں پہنچنے سے بیس منٹ پہلے مجھے موصول ہوا تھا۔''

''بہرحال بہت زیادہ الجھے ہوئے حالات ہیں۔'' حمید بولا۔ ''بنک کا معاملہ صاف ہو جانے پر بھی سلیم اور صفدر مرزا کے قتل باقی رہ جاتے ہیں۔ سعید کو آپ بے گناہوں میں شمار کرتے ہیں حالانکہ یہ ممکن ہے کہ سعید نے دیدہ و دانستہ ایسے حالات پیدا کئے ہوں جن سے اس کی بے گناہی ثابت ہو۔''

''لیکن یہ بھی تو سوچو......!'' فریدی نے کہا۔ ''جو شخص اتنا ذہین ہو سکتا ہے کہ اپنی بے گناہی ثابت کرنے کے لئے اتنا اچھا پلاٹ بنا سکے وہ اتنا بیوقوف بھی نہیں ہو سکتا کہ صفدر مرزا کی لاش کو قریب کے دریا میں پھینک دینے کی بجائے اتنی دردسری مول لے۔ اگر وہ اسے دریا میں پھینک دیتا تو کسی کو کانوں کان خبر بھی نہ ہوتی۔''

''اپنا تو دماغ خراب ہو جاتا ہے اس معاملہ میں غور کرتے وقت۔'' حمید نے کہا۔

''آیئے...... چلیں...... میں تو آج رات کو تھوڑی سی تفریح کرنا چاہتا ہوں۔''

''ضرور...... ضرور...... میں بھی تمہارا ساتھ دوں گا۔'' فریدی نے کہا۔

فریدی اور حمید کوتوالی لوٹ آئے۔ اس انکشاف سے سنسنی پھیل گئی اور جگدیش کو بھی یقین کامل ہو گیا تھا کہ اس سازش میں سعید کا ہاتھ ضرور ہے اس کے گھر میں جعلی نوٹوں کا پایا جانا اس کے حق میں خطرناک ثابت ہوا تھا۔ بہرحال ان سب میں ایک آدمی ضرور ایسا تھا جسے اب تک اس کی بے گناہی کا یقین تھا۔ یہ فریدی تھا اس نے شروع میں جو نظریہ قائم کیا تھا اسی پر آج بھی اڑا ہوا تھا۔ اس وقت حمید اور جگدیش ایک طرف ہو کر اس سے سعید کے خلاف بحث کر رہے تھے۔ دفعتاً ٹیلی فون کی گھنٹی بجی۔ جگدیش نے ریسیور اٹھا لیا۔ پھر فریدی کی طرف بڑھ کر بولا۔

''آپ کے گھر سے کوئی بول رہا ہے۔''

''ہیلو...... ہاں...... اچھا...... تار آیا ہے...... اچھا احتیاط سے رکھو۔ میں ابھی آیا۔''

فریدی نے ریسیور رکھ کر اپنی فلٹ ہیٹ اٹھائی۔

''بھئی میں چلا۔ حمید تم مجھے سات بجے آرلکچو میں ملنا۔ رات کا کھانا وہیں کھائیں گے۔''

فریدی نے کہا اور کوتوالی سے نکل کر گھر کی طرف روانہ ہو گیا۔

گھر پر ایک لمبا چوڑا تار اس کا منتظر تھا۔ فریدی نے تار لے کر پڑھنا شروع کیا۔ وہ پڑھنے میں اس قدر منہمک تھا جیسے اس نے تار کے علاوہ اپنے گرد و پیش کی ہر چیز کو بھلا دیا ہو۔ کاغذ کو تہہ کر کے جیب میں رکھتے وقت اس نے ایک لمبا سانس لیا اور اٹھ کر ٹہلنے لگا۔ اس کے ماتھے کی رگیں ابھری ہوئی تھیں، غالباً کوئی خاص الجھن تھی۔ وہ ٹہلتا رہا۔ انگلیوں میں دبا ہوا سگار نہ جانے کب کا بجھ چکا تھا جسے وہ بار بار بے خیالی میں ہونٹوں سے ہٹا لیتا تھا۔ آہستہ آہستہ تاریکی پھیلتی

جارہی تھی۔ وہ ابھی تک بدستور ٹہل رہا تھا۔ کلاک نے چھ بجائے اور وہ چونک پڑا۔ کمرہ بالکل تاریک ہو چکا تھا۔ اس نے سوئچ بورڈ کے قریب جا کر بجلی جلا دی۔

میز کی دراز سے دو پستول نکال کر فریدی نے جیب میں رکھے۔ چسٹر کاندھے پر ڈالا فلٹ ہیٹ کا گوشہ پیشانی پر جھکاتے ہوئے کمرے سے نکل گیا۔

بھوت اور فریدی

فریدی کی کار تیزی سے شہر کے غیر آباد حصے کی طرف بڑھ رہی تھی۔ خاموشی سے اکتا کر حمید نے پوچھا۔

"کچھ بتایئے گا بھی یا یونہی کہیں لے جا کر جھونک دینے کا ارادہ ہے۔"

"آج ایک بھوت کو دو بھوتوں سے نپٹنا پڑے گا۔"

آہستہ آہستہ فریدی کار کی رفتار کم کرتا جا رہا تھا۔ شہر کا یہ حصہ قریب قریب بالکل ویران اور تاریک تھا۔ کار سڑک سے ہٹ کر کچی زمین کے نشیب و فراز میں ہچکولے لیتی چلی جا رہی تھی۔

کچھ دور پر سامنے ایک بڑی سی عمارت دکھائی دی، جس کی چہار دیواری کافی رقبہ میں پھیلی ہوئی تھی۔ فریدی نے کار کھڑی کر دی اور حمید کو اترنے کا اشارہ کر کے خود بھی نیچے اتر گیا۔ دونوں قد آدم چہار دیواری کے نیچے آہستہ آہستہ چلنے لگے۔ چہار دیواری کے موڑ پر سلاخ دار پھاٹک تھا جس میں ایک بڑا سا تالا لٹک رہا تھا۔ فریدی نے تالے کو ٹٹولا اور چند لمحوں تک کھڑا سوچتا رہا۔ پھر زمین پر بیٹھ کر ایک فٹ اٹھے ہوئے پھاٹک کے درمیانی خلاء کا اندازہ کرنے کے بعد پیٹ کے بل رینگتا ہوا اندر داخل ہو گیا۔

حمید نے بھی اس کی تقلید کی۔

اندر چاروں طرف موت کی سی خاموشی چھائی ہوئی تھی۔ ستاروں کی دھندلی سی روشنی میں کاشانہ شمشیر کی طویل و عریض عمارت کچھ عجیب سی لگ رہی تھی۔ حمید کے جسم پر کپکپاہٹ طاری ہو گئی۔

"کیا بات ہے؟" فریدی نے آہستہ سے پوچھا۔

"سس.....سس.....سردی.....!"

"ٹھہرو.....ادھر سے آؤ" وہ مہندی کی باڑھ جو صدر دروازے کے قریب جا کر ختم ہو گئی تھی دونوں اس کی اوٹ میں آہستہ آہستہ رینگتے ہوئے آگے بڑھے۔

دوسرے لمحے میں فریدی کی ٹارچ کی روشنی صدر دروازے کے اندر پڑ رہی تھی۔ فریدی کو صدر دروازے کے غیر مقفل ہونے پر قطعی حیرت نہ ہوئی۔ البتہ حمید ضرور چوکنا ہو گیا۔ اس نے اپنے جیب میں پڑے ہوئے ریوالور کے دستے کو بہت مضبوطی سے پکڑ رکھا تھا۔ وہ دونوں دیوار کا سہارا لئے اندھیرے میں بڑھ رہے تھے۔ مختلف کمروں اور برآمدوں کا چکر لگاتے ہوئے وہ ایک زینے کے قریب پہنچے۔ دفعتاً اوپر کے کمروں میں سے ایک میں روشنی دکھائی دی اور پھر فوراً ہی اندھیرا ہو گیا۔ ایسا معلوم ہوا جیسے کسی نے اندھیرے میں سگریٹ سلگا کر دیا سلائی بجھا دی ہو۔

"ہوشیار.....!" فریدی نے حمید کے کان میں کہا اور دونوں کے پستول ان کی جیبوں سے نکل آئے۔

اچانک زینے پر قدموں کی آہٹ سنائی دی۔ فریدی اور حمید ایک طرف کونے میں دبک گئے۔ کوئی ہلکے سروں میں سیٹی بجاتا ہوا نیچے اتر رہا تھا۔ دفعتاً فریدی نے اپنے پستول کا دستہ دیوار پر مارا۔ کھٹکے کی آواز خالی عمارت میں گونج اٹھی اور اترنے والا ایک بیک رک گیا۔ سیٹی کی آواز بند ہو گئی ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے وہ رک کر اس آواز کے متعلق سوچ رہا ہو۔ تھوڑی دیر کے بعد زینے پر پھر قدموں کی آواز معلوم ہوئی۔ فریدی نے چند لمحے ٹھہر کر دوبارہ ریوالور کا دستہ دیوار پر مارا۔ اترنے والا پھر رک گیا.....ایک طویل خاموشی.....فریدی حمید کے دل کی دھڑکن صاف سن رہا تھا۔

دو تین زینے طے کرنے کے بعد ایک تاریک سایہ نیچے آ گیا۔ چند لمحے کھڑا وہ ادھر ادھر دیکھتا رہا، لیکن جیسے ہی اس نے آگے بڑھنا چاہا فریدی نے پھر وہی حرکت کی۔ آنے والے نے اپنی انگلیوں میں دبے ہوئے سگریٹ کو فرش پر گرا کر پیر سے مسل دیا۔

"صفدر مرزا.....!" دفعتاً فریدی نے تیز قسم کی سرگوشی کی۔

تاریک سایہ اچھل پڑا۔

"صفدر مرزا......!" فریدی نے پھر اسی انداز میں کہا۔

سائے نے مڑ کر آہستہ آہستہ ان دونوں کی طرف بڑھنا شروع کیا۔

"تم کون ہو بھائی......!" سایہ نرم لہجے میں آہستہ سے بولا۔

"میں کوئی بھی ہوں لیکن تمہارا بھائی انور مرزا تم سے ملنے کے لئے بہت بے چین ہے"

فریدی نے اسی انداز میں جواب دیا اور اس کی سرگوشی اندھیرے میں دور تک گونجتی چلی گئی۔ سرگوشی کچھ اتنی بھیانک تھی کہ خود حمید کے رونگٹے کھڑے ہوگئے۔ اسے بالکل ایسا محسوس ہوا جیسے کوئی روح بول رہی ہو۔

سایہ ایک بار پھر اچھل پڑا۔

"تم کون ہو بھائی۔" سائے نے پھر اپنا جملہ دہرایا۔ اس کی آواز میں بیچارگی تھی۔

"کنور شمشیر بہادر......!" فریدی نے بے ساختہ کہا۔

دفعتاً سایہ لڑکھڑا کر برآمدے کے ستون سے ٹک گیا۔

"کیوں کیا ڈر گئے۔" فریدی بولا۔

"تو تم زندہ ہو۔" وہ ایسے لہجے میں بولا جیسے خواب میں بول رہا ہو۔

فریدی نے ایک زوردار قہقہہ لگایا۔ کتنا بھیانک تھا وہ قہقہہ۔ حمید کو ایسا محسوس ہوا جیسے در و دیوار اس قہقہے کو دہرا رہے ہوں۔ فریدی خاموش ہوگیا۔ شاید وہ اس پر اپنے قہقہے کا ردِعمل محسوس کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔

"نہیں تم جھوٹ کہتے ہو۔" سایہ بولا۔ "میرا نشانہ کبھی خطا......!"

"نہیں کرتا......!" فریدی نے جملہ پورا کر دیا۔

دفعتاً سایہ ادھر اُدھر جھومنے لگا۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے وہ بے ہوش ہو کر گرنے والا ہے اور پھر وہ صحن کی طرف لڑھک گیا۔

فریدی اور حمید جھپٹے۔

لیکن دوسرے ہی لمحہ میں اس کے منہ سے حیرت کی چیخ نکل گئی۔ جس جگہ سایہ گرا تھا۔ وہاں سناٹا چھایا ہوا تھا۔

"ارے......یہ کدھر غائب ہوگیا۔" فریدی گھبرائے ہوئے لہجے میں بولا۔

"اندھیرے میں آخر وہ کہیں گولی نہ چلا دے۔" حمید نے آہستہ سے کہا۔

فریدی نے ٹارچ کی روشنی میں ادھر اُدھر دیکھتے ہوئے کہا۔ "صفدر مرزا......صاف نکل گیا۔"

"صفدر......صفدر مرزا......مگر وہ تو......!"

"مرا نہیں......!" فریدی نے جملہ پورا کر دیا۔

"مجھے شبہ ہے کہ سعید کی بیوی یہیں اسی عمارت میں کہیں قید ہے۔"

"مگر صفدر مرزا......!"

"چھوڑو بھی......پھر کبھی اطمینان سے بتاؤں گا۔ باتوں میں وقت خراب کرنے کا موقع نہیں۔ نیچے کے سارے حصے تو ہم پہلے ہی دیکھ چکے ہیں۔ اب اوپر چلنا چاہئے۔" فریدی نے اسی زینے پر چڑھتے ہوئے کہا جس پر سے صفدر مرزا اترا تھا۔ "یہاں اس سنسان عمارت میں اس کی موجودگی خالی از علت نہیں۔ بہت ممکن ہے کہ سعید کی بیوی بھی یہیں کہیں بند ہو۔"

حمید نے کوئی جواب نہیں دیا۔ وہ خاموشی سے زینے طے کر رہا تھا۔ دوسرے ہی لمحے میں اس نے فریدی کے بازو کو بُری طرح جکڑ لیا۔

"کیا ہے......؟" فریدی نے پلٹ کر کہا۔

"آہٹ......اوپر کوئی ہے۔"

"میں سن رہا ہوں۔"

"تو پھر اس طرح......کیا اندھیرے میں جان دیجئے گا......یہ ضروری نہیں کہ وہ اس عمارت میں تنہا ہی رہا ہو۔" حمید نے کہا۔

"چھوڑو بھی......محض تمہاری احتیاط کے چکر میں میں نے صفدر مرزا کو ہاتھ سے کھو دیا۔"

"خیر چلئے......اگر آپ کے ساتھ ہی مرنا قسمت میں لکھا ہے تو پورا ہو کر رہے گا۔"

اوپر ایک ہی قطار میں متعدد کمرے تھے۔ فریدی نے ہر کمرے کے سامنے رک رک کر آہٹ لینی شروع کی۔ ایک کمرے سے دبی دبی سسکیوں کی آوازیں آ رہی تھیں۔ یہ کمرہ باہر سے مقفل تھا۔ فریدی نے جیب سے ریوالور نکالا اور اس کی نال کو تالے کے کنڈے میں پھنسا کر

اینٹھنا شروع کر دیا تھا۔ تھوڑی سی جدوجہد کے بعد تالا کھل گیا۔

"تم زینے کے دروازے کے پاس جاؤ۔" فریدی نے آہستہ سے حمید سے کہا۔

"اگر کوئی اوپر آنے کی کوشش کرے تو بے دریغ فائر کر دینا۔"

حمید چلا گیا۔ فریدی نے آہستہ سے کمرے کا دروازہ کھول کر ٹارچ کی روشنی اندر ڈالی
سامنے پلنگ پر ایک عورت لیٹی سر اٹھائے خوفزدہ نظروں سے ٹارچ کی طرف دیکھ رہی تھی۔

"گھبراؤ نہیں...... اب تم محفوظ ہو۔" فریدی نے کمرے میں داخل ہو کر کہا۔

عورت گھبرائے ہوئے انداز میں اٹھ کر بیٹھ گئی۔

"کیا تم سعید کی بیوی ہو......؟"

"آخر تم لوگ مجھ بے گناہ کو کیوں تنگ کر رہے ہو......؟" عورت بولی۔

"آپ غلط سمجھیں محترمہ۔" فریدی نے کہا۔ "میرا تعلق محکمہ پولیس سے ہے۔"

"اوہ......!" عورت کے منہ سے خوشی کی چیخ نکلی اور وہ بے تحاشہ کھڑی ہو گئی۔

"آپ سعید کی بیوی ہیں نا۔"

"جی ہاں۔"

"آیئے...... میرے ساتھ۔"

فریدی اسے ساتھ لے کر زینے کے دروازے کے پاس آیا جہاں حمید کھڑا تھا۔ پھر
تینوں سرنگ کے ذریعہ عمارت سے باہر نکل آئے۔

فریدی سعید کی بیوی کو اپنے گھر لے آیا۔ وہ ان دونوں کے ساتھ چلی تو آئی تھی لیکن اس
کے انداز سے ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے وہ ان دونوں کی طرف سے مشکوک ہے۔

"آپ اس عمارت میں کب سے تھیں؟" فریدی نے اس سے پوچھا۔

"کل سے......!"

"کل سے......؟" فریدی نے حیرت کا اظہار کرتے ہوئے اس سے کہا۔ "مگر آپ تو کئی
دن سے غائب تھیں۔"

"پہلے دوسرے مکان میں تھی۔"

"کیا آپ اس کا کچھ پتہ نشان دے سکتی ہیں؟"

"مجھے افسوس ہے کہ میں بے ہوشی کی حالت میں وہاں لے جائی گئی تھی۔"

"بے ہوشی کی حالت میں؟"

"جی ہاں......!" اس نے کہا اور فریدی کے استفسار پر اس نے اپنے بے ہوش ہونے تک
کے واقعات بتا دیئے۔

"اور پھر میں نے اس شخص کو زندہ دیکھا جس کی لاش میں اپنے گھر میں دیکھ چکی تھی۔"

"ہوں......!" فریدی نے حمید کی طرف مڑتے ہوئے کہا۔ "اس بھاری بھرکم اجنبی کی
شخصیت ابھی تک معمہ بنی ہوئی ہے۔ آخر وہ کون تھا اور اس کا مقصد کیا تھا۔"

"اور یہ کیا معمہ نہیں کہ جس شخص کی لاش ہم لوگوں نے دیکھی اسے یہ لوگ زندہ بتاتے
ہیں۔" حمید نے طنزیہ انداز میں کہا۔

"صرف یہی لوگ زندہ نہیں بتاتے بلکہ ہم لوگ بھی ابھی اس سے دھوکا کھا چکے ہیں۔"
فریدی نے کہا۔

"یعنی......؟"

"صفدر مرزا......!"

"کمال کر رہے ہیں آپ بھی۔" حمید نے اکتا کر کہا۔ "پھر وہ مرنے والا کون تھا......؟"

"اس کا بھائی۔"

"بھائی......؟" حمید تقریباً اچھل کر بولا۔

"ہاں اس کا جڑواں بھائی انور مرزا۔"

"یہ آپ کو کیسے معلوم ہوا......؟"

"میں نے رنگون میں انکوائری کرائی تھی۔ آج وہاں کے محکمہ جاسوسی کے چیف کا مفصل تار
آیا ہے، انور مرزا اور صفدر مرزا جڑواں بھائی ہیں۔ دونوں میں اس درجہ مشابہت پائی جاتی تھی کہ
ان کے ملنے جلنے والے بھی اکثر گڑبڑا جاتے تھے۔ دونوں میں صرف ایک معمولی سا فرق تھا۔
انور مرزا کے بائیں نتھنے کے نیچے ایک ابھرا ہوا سیاہ تل تھا۔ ہاں تو وہاں کی انکوائری کے مطابق

دونوں چھٹے ہوئے بدمعاش تھے۔ صفدر مرزا تو کئی بار جیل بھی جا چکا ہے۔ صفدر مرزا ہندوستان چلا آیا تھا اور انور مرزا بعد کو آیا۔"

"لیکن اسے قتل کس نے کر دیا.....؟" حمید نے پوچھا۔

"مجھے تو اس میں صفدر مرزا ہی کا ہاتھ معلوم ہوتا ہے۔"

"وہ کیسے.....؟"

"لاش ملنے کے بعد صفدر مرزا کے قتل کی خبر اخبارات میں شائع ہوئی تھی اور اس کی تصویر بھی چھپی تھی۔ اگر صفدر مرزا کا ہاتھ اس قتل میں نہیں تھا تو اس نے پولیس کو مطلع کیوں نہیں کیا وہ زندہ ہے اور مقتول اس کا بھائی تھا۔ اس کے بجائے اس نے سعید کو پھنسانے کی کوشش کی اسے اس بات کا یقین دلا کر کہ وہ بھوت تھا۔ وہاں سے نکل بھاگنے کا موقع جان بوجھ کر دیا وہ وہاں سے نکل کر اس کی رپورٹ پولیس کو دے اور دھر لیا جائے۔ بھلا پولیس ان لغویات کیوں یقین کرنے لگی۔ سعید کی بیوی کو اس نے اپنے قبضہ ہی میں رکھا تا کہ پولیس سعید کو مجرم سمجھ لے اور اس پر یقین کر لے کہ خود اس نے اپنی بیوی کو کہیں چھپا دیا ہے اور اب اپنے چھٹکارے کے لئے ایک داستان تصنیف کر لایا ہے۔"

"تو کیا وہ قید کر لئے گئے؟" سعید کی بیوی گھبرا کر بولی۔

"جی ہاں۔" فریدی نے کہا۔ "لیکن گھبرانے کی بات نہیں۔ وہ بہت جلد چھوٹ جائیں گے۔ ان کے خلاف سازش کرنے والوں کا پتہ میں نے لگا لیا ہے۔"

"مجھے ان سے ملا دیجئے۔" وہ ملتجیانہ انداز میں بولی۔

"میں فی الحال اسے مناسب نہیں سمجھتا۔ ایسی صورت میں آپ بھی قید کر لی جائیں گی مجرم بھی ہاتھ سے نکل جائے گا۔"

"پھر میں کیا کروں؟" وہ بے بسی سے بولی۔

"جب تک کہ اصلی مجرم گرفتار نہ ہو جائے...... غریب خانے ہی کو گھر سمجھئے۔ یہاں آپ کو کوئی تکلیف نہ ہوگی۔ اگر آپ نے اس گھر سے باہر قدم نکالا تو پھر میں سعید اور آپ کے لئے کچھ نہ کر سکوں گا۔ اچھا اب چل کر آرام کیجئے۔ چلئے میں آپ کو آپ کا کمرہ دکھا دوں"

فریدی اسے ایک کمرے میں پہنچا کر لوٹ آیا۔ حمید خاموش بیٹھا خیالات میں کھویا ہوا تھا۔

"آخر آپ نے یہ کیوں کہا کہ اس کے ظاہر ہوتے ہی مجرم فرار ہو جائے گا۔ کیا اس کے فرار ہونے کے لئے آج کا حادثہ کم ہے؟" حمید نے کہا۔

"یہی تو تم نہیں سمجھے۔ آج کی بھاگ دوڑ میں ایک نئی بات اور معلوم ہوئی۔ وہ یہ کہ صفدر مرزا شمشیر بہادر کا بھی قاتل ہے۔ کیا تم نے میری اور اس کی گفتگو دھیان سے نہیں سنی تھی۔ میں اس معاملے میں بھی شروع ہی سے مشکوک تھا اور شاید میں نے اپنے شبہے کا اظہار بھی کیا تھا کہ رنگون ہی میں شمشیر بہادر کا انتقال ہوا اور وہیں سے صفدر مرزا بھی ہندوستان آیا۔ لیکن یہ محض شبہ ہی تھا۔ میں نے وہاں اسے شمشیر بہادر کا حوالہ اس خیال سے قطعی نہیں دیا تھا۔ میں نے سوچا کہ جب اس نے خود کو بھوت بنا کر پیش کیا تھا تو کیوں نہ میں بھی شمشیر بہادر کا بھوت بن کر اسے ہیجان میں مبتلا کروں۔ لیکن وہاں تو معاملہ ہی کچھ اور تھا...... بہر حال وہ میرے فقرے کو حقیقت سمجھا تھا۔ وہ کل تک واقعات کی نئی کروٹ کا انتظار ضرور کرے گا۔ اگر سعید کی بیوی حاضر نہ ہوئی تو وہ یہی نتیجہ نکالے گا کہ وہ ابھی تک شمشیر بہادر ہی کے قبضہ میں ہے۔ شمسیر بہادر جو اس سے انتقام لینے کی تاک میں ہے وہ اس لئے شہر نہیں چھوڑے گا کہ وہ کسی طرح موقع پا کر شمشیر بہادر کو ٹھکانے لگا دے گا اور اگر سعید کی بیوی حاضر نہ ہوئی تو وہ اسے پولیس والوں کی چال سمجھ کر فرار ہو جائے گا کیونکہ ایسی صورت میں سعید کی بیوی کے ساتھ ہی ساتھ شمشیر بہادر کا ہونا بھی ضروری ہے اور شمشیر بہادر مر چکا ہے کیا سمجھے؟"

"بالکل سمجھ گیا......!" حمید نے ایک طویل سانس لے کر کہا۔ "آپ کا دماغ ہے یا......!"

"بھٹیار خانہ......!" فریدی نے جملہ پورا کر دیا۔

"خیر یہ آپ کی نیک نفسی ہے...... کہ آپ اپنے متعلق غلط فہمی میں مبتلا ہیں۔" حمید نے ہنس کر کہا۔

"اونہہ...... پھر تم نے اپنے سستے قسم کے مذاق کا مظاہرہ شروع کر دیا۔" فریدی نے منہ بنا کر کہا۔ "ایک چیز مجھے اب بھی الجھن میں ڈالے ہوئے ہے کہ آخر وہ بھاری بھر کم اجنبی کون تھا۔ حالات سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ بھی صفدر مرزا ہی کا شکار تھا اور صفدر مرزا اس کا پیچھا کیوں

کررہا تھا۔ وہ دونوں جعلی نوٹ اسی بنڈل کے تو تھے جو اس نے سعید کو دیا تھا۔ کیا سلیم اور ا
مرزا کی موت کا کچھ تعلق اس کی ذات سے بھی ہے۔ خیر انور مرزا کا معاملہ تو یہ بھی ہوسکتا ہے
اجنبی کا پیچھا کرنے والوں میں وہ بھی رہا ہو اور اجنبی ہی کے دھوکے میں صفدر مرزا کے ہاتھ
مارا گیا ہو۔"

"یہ کیسے ہوسکتا ہے؟" حمید نے کہا۔

"فرض کرو اجنبی آگے بھاگ رہا ہے اس کے پیچھے انور مرزا ہے اور اس کے پیچھے صفدر مرزا...... اچانک صفدر چاقو نکال کر اجنبی کو کھینچ مارتا ہے اور انور مرزا اسی دوران میں بحالت بے خبری درمیان میں آجاتا ہے، چاقو اجنبی کے لگنے کے بجائے اسے ہی لگ جاتا ہے۔"

"اس طرح تو ممکن ہے۔" حمید نے کہا۔

"صفدر مرزا چاقو پھینکنے میں بہت مشاق معلوم ہوتا ہے کیونکہ عجائب گھر میں اسی نے مجھ حملہ کیا تھا۔ چاقوؤں کی ایک جیسی ساخت اس کا بہترین ثبوت ہے۔"

"لیکن پھر سلیم کا معاملہ بالکل الگ جا پڑتا ہے۔" حمید نے کہا۔

"یہی تو ایک ایسی گرہ ہے۔" فریدی نے کہا۔ "بس سلیم کی موت اور اس اجنبی کی شخصیت کا حال ظاہر ہوجائے تو کیس صاف ہے۔"

"تو پھر اس کے لئے آپ کون سا طریقہ کار اختیار کریں گے۔" حمید نے پوچھا۔

"ابھی اس پر بہت کچھ سوچنا ہے۔" فریدی نے کہا۔ "لیکن محض شبے کی بناء پر میں نے فی الحال جو طریقہ کار اختیار کیا ہے ابھی اس پر کاربند رہنے کا ارادہ ہے۔"

"کیا مطلب......؟"

"سلیم کے گھر کی نگرانی۔" فریدی نے کہا۔ "اسکی بہن کی شخصیت بھی کچھ کم پراسرار نہیں۔"

"امید ہے کہ اب میری ضرورت آپ کو پیش نہ آئے گی۔"

"جی نہیں...... ایسے کاموں کے لئے دوسرے قسم کے مہرے رکھتا ہوں۔" فریدی نے کہا۔

"اچھا اب آپ آرام فرمایئے...... بندہ رخصت ہوتا ہے۔"

مردہ محل میں

سلیم کی بہن بے چینی سے ادھر اُدھر ٹہل رہی تھی۔ اس نے اس وقت سفید سلک کا غرارہ اور سفید جمپر پہن رکھا تھا۔ سیاہ دوپٹے میں سفید کپڑوں کے ساتھ اس کی رخصت ہوتی ہوئی جوانی نے گویا سنبھالا لے لیا تھا۔ بھرے ہوئے سلونے رخساروں پر دو بل کھائی ننھی ننھی لٹیں اس کے چہرے کی سنجیدگی میں ہلکی سی شوخی کا اضافہ کر رہی تھیں اور سنجیدگی و شوخی کے اس حسین امتزاج نے اس کی شخصیت کو کافی حد تک پرکشش بنا دیا تھا۔

دفعتاً ایک کمرے کا دروازہ کھلا اور ایک آدمی اندر داخل ہوا لمبوترے چہرے اور طوطے جیسی ناک والا۔ یہ صفدر مرزا تھا۔ وہ آتے ہی ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔ سلیم کی بہن نے مڑ کر اس کی طرف سوالیہ نظروں سے دیکھا۔ صفدر مرزا بُری طرح ہانپ رہا تھا۔ سلیم کی بہن سے نظر ملتے ہی وہ بے اختیار مسکرا پڑا لیکن اس نے دوسری طرف منہ پھیر لیا۔

"سلیمہ...... آخر تم مجھ سے اس قدر بیزار کیوں رہتی ہو۔"

"کیا فضول اور لغو گفتگو چھیڑ دی۔" اس نے بیزاری سے کہا۔

"آخر اتنی پریشان کیوں نظر آرہی ہو۔"

"اور تم اس بُری طرح ہانپ کیوں رہی ہو۔" وہ طنز آمیز مسکراہٹ کے ساتھ بولی۔

"ایک نئی مصیبت میں پھنس گیا۔"

"وہ کیا......؟" عورت چونک کر بولی۔

"میرا چچا زاد بھائی شمشیر بہادر زندہ ہے۔ معلوم نہیں کس طرح بچ گیا۔ کاشانہ شمشیر میں ابھی اس سے مڈبھیڑ ہوگئی۔ میرے جیب میں پستول بھی نہیں تھا۔ مجبوراً بھاگنا پڑا۔ وہ سعید کی بیوی کو بھی نکال لے گیا ہوگا۔ سمجھ میں نہیں آتا کیا کروں اگر وہ اسے لے کر کوتوالی پہنچ گیا تو مجبوراً مجھے بھاگنا ہی پڑے گا۔ اگر بنک والے معاملے کا پتہ لگانے کی کوشش کروں گا تو گردن ہی

نپ جائے گی۔"

"تو تمہیں روکا کس نے ہے۔" سلیمہ بے رخی سے بولی۔

"بڑی بے مروت ہو تم۔"

"بات یہ ہے کہ مجھے قاتلوں سے نفرت ہے۔"

"آخر ہو نا عورت۔"

"تم جو چاہو کہہ سکتے ہو۔ میں نے بھائی صاحب سے پہلے ہی کہہ دیا تھا کہ وہ تمہیں ا
کام میں شریک نہ کریں۔"

"تو میری وجہ سے کیا نقصان ہوا۔"

"نقصان......!" سلیمہ گرج کر بولی۔ "انہیں کس نے قتل کیا؟"

"تو کیا......تو کیا......!" صفدر مرزا رک کر بولا۔ "تمہیں مجھ پر شبہ ہے۔"

"اس کا میرے پاس کوئی جواب نہیں۔"

"غلط فہمی میں پڑ کر آپس کے تعلقات مت خراب کرو۔ اس وقت ہم سب مصیبت م
مبتلا ہیں۔"

"تم مبتلا ہو گے مصیبت ں۔" سلیمہ تیز لہجہ میں بولی۔ "میں ہر طرح مطمئن ہوں۔"

"اگر میں وہ مشین دلاور پور سے نہ لاتا تو دیکھتا تمہارا اطمینان۔"

"مشین......کیا تم وہ مشین وہاں سے لے آئے۔"

"ہاں......؟"

"اس لئے کہ جاسوس فریدی نوٹوں کے معاملے کی تہہ تک پہنچ گیا ہے۔"

"وہ کیسے......؟"

"وہ عجائب گھر گیا تھا۔ وہاں سے اس نے سلیم کے متعلق معلومات بہم پہنچائیں۔ وہا
اسے سعید اور سلیم کی جان پہچان کا بھی علم ہوا۔ میں اسے ختم کر ہی دیتا مگر وہ بچ گیا۔ زندگی م
پہلی بار میرے چاقو کا وار خالی گیا ہے۔"

"بڑا زبردست کارنامہ سرانجام دیا تم نے۔" سلیمہ زہر خند کے ساتھ بولی۔ "اس طرح ت

اسے خواہ مخواہ چھیڑ کر واقعی ہم لوگوں کے لئے مصیبت کا باعث بنو گے اور میں کہتی ہوں کہ اس
مشین کو وہاں سے لانے کی کیا ضرورت تھی اس کے فرشتے بھی وہاں نہیں پہنچ سکتے تھے۔"

"میں نے جو مناسب سمجھا وہ کیا۔"

"تمہیں مجھ سے پوچھنا چاہئے تھا۔"

"میں نے ضروری نہیں سمجھا......میں عورتوں کے حکم کا منتظر رہنے کا عادی نہیں۔"

"اچھا یہ بات ہے......یہ نہ سمجھنا کہ سلیم مر گیا۔" سلیمہ کڑے لہجہ میں بولی۔

"تم تو خواہ مخواہ ناراض ہو رہی ہو۔" صفدر مرزا نرم لہجے میں بولا۔ "اچھا بھئی......مجھ
سے غلطی ہوئی معافی چاہتا ہوں۔"

سلیمہ بے چینی سے ادھر اُدھر ٹہلنے لگی۔ شاید وہ اپنے غصہ پر قابو پانے کی کوشش کر رہی تھی۔
تھوڑی دیر بعد وہ نرم لہجے میں بولی۔ "اب شمشیر بہادر کے معاملے میں کیا ہوگا۔"

"یہی تو سوچ رہا ہوں، مجھے امید ہے کہ وہ خود کو ظاہر کرے گا کیونکہ شاید وہ شروع ہی سے
میرے پیچھے لگا ہوگا اگر اسے کوئی قانونی کاروائی کرنی ہوتی تو کبھی کا کر چکا ہوتا۔ مجھے تو کچھ ایسا
معلوم ہوتا ہے کہ بنک کی گڑبڑ میں اسی کا ہاتھ ہے۔"

"تب تو یہ بات بڑی بُری ہے۔"

"گھبراؤ نہیں......اگر اس نے کل تک سعید کی بیوی کو حاضر نہ کیا تو اس کا بھی صفایا
ہو جائے گا ورنہ پھر مجھے ہی بھاگنا پڑے گا۔"

"خیر دیکھا جائے گا۔ مجھے سب سے زیادہ فکر اس کرایہ دار کی ہے، معلوم نہیں کیوں بھائی
صاحب نے اسے کرایہ پر کمرے دے دیئے تھے، آج دو دن سے غائب ہے، سمجھ میں نہیں آتا
کہ وہ دراصل ہے کون۔"

"میں نے بھی آج تک اسے نہیں دیکھا۔" صفدر مرزا بولا۔

"اس کا پتہ لگانا ضروری ہے۔" سلیمہ بولی۔ "اگر کہیں سرکاری جاسوس ہوا تو......شامت
ہی آجائے گی۔"

"خیر اسے بھی دیکھ لیا جائے گا۔" صفدر مرزا نے انگڑائی لیتے ہوئے کہا۔

"خفیہ پولیس نے نوٹوں کا حال معلوم کرلیا ہے لیکن شاید ابھی تک اسے سلیم کے حالات کا علم نہیں۔ ورنہ یہ مکان کبھی کا گھر گیا ہوتا۔"

"نہیں...... اس مسئلے کو لاپروائی سے نہ ٹالو...... تم نے فریدی کو چھیڑ کر اچھا نہیں کیا۔ وہ خطرناک آدمی ہے۔ جس نے جابر اور لیونارڈ ایسے بین الاقوامی مجرموں کے چھکے چھڑا دیئے وہ ہم جیسوں کو کب خاطر میں لائے گا۔"

"اور تم بھی خواہ مخواہ ڈر رہی ہو جس دن چاقو پڑ گیا خاک وخون میں لوٹتا نظر آئے گا۔ ایسے ایسے بہت دیکھے ہیں۔"

"خیر...... بہرحال ہمیں کافی محتاط رہنے کی ضرورت ہے۔" سلیمہ بولی۔

پھر خاموشی چھا گئی اور صفدر مرزا سلیمہ کو للچائی ہوئی نظروں سے دیکھنے لگا۔

سلیم کا گُرگا

ابھی سورج نہیں نکلا تھا۔ کہرے کی چادر ہر شے پر محیط تھی۔ سلیمہ نے ایک طویل انگڑائی لی اور اٹھ بیٹھی۔ دفعتاً باہر سے کسی نے دروازے پر دستک دی۔ سلیمہ نے ہاتھ بڑھا کر دروازہ کھول دیا۔

ایک اجنبی اس کے سامنے کھڑا تھا۔ گھنی سیاہ رنگ کی داڑھی میں اس کا خوش رنگ چہرہ کچھ عجیب سا لگ رہا تھا۔ اس کے جسم پر ایک نہایت نفیس قسم کا سوٹ تھا جس پر اس نے اوورکوٹ پہن رکھا تھا۔ سر پر عمدہ فیلٹ تھی۔

"شاید آپ بانو سلیمہ ہیں۔" اس نے مؤدبانہ انداز میں کہا۔

"جی ہاں کہیئے۔"

"تکلفات کا وقت نہیں۔" اس نے پیچھے دیکھتے ہوئے کہا۔ "مجھے اندر آنے دیجئے۔"

سلیمہ متحیر انداز میں پیچھے ہٹ گئی۔ اجنبی اندر چلا گیا۔ سلیمہ بدستور اسے متحیرانہ انداز میں گھورے جا رہی تھی۔

"گھبرایئے نہیں بانو" اجنبی بولا۔ "میں دوست ہی ہوں...... مجھے تنویر کہتے ہیں۔"

"تنویر......!" سلیمہ نے حیرت سے ہا۔ "میں یہ نام آج ہی سن رہی ہوں۔"

"لیکن آپ مجھے صورت سے ضرور پہچانتی ہوں گی۔" اجنبی نے کہا اور اپنے چہرے سے مصنوعی ڈاڑھی ہٹا دی۔ سلیمہ کی آنکھیں چندھیا اٹھیں۔ کتنا بارعب اور حسین چہرہ تھا۔ وہ دل ہی دل میں اس کے حسن کی تعریف کیئے بغیر نہ رہ سکی۔

"میں...... میں......!" سلیمہ ہکلائی۔ "مم...... مجھے افسوس ہے کہ میں نے اب بھی نہیں پہچانا۔"

"تو شاید آپ نے استاد مرحوم کے البم میں میری تصویر بھی نہیں دیکھی۔ میں نے آپ کی تصویر دیکھی تھی۔ اسی لئے آپ کو پہچاننے میں دشواری نہیں ہوئی۔"

"آپ وضاحت سے اپنے متعلق بتایئے۔" سلیمہ نے آہستہ سے کہا۔

"میں بمبئی سے آرہا ہوں...... میں وہاں استاد کے حکم کے مطابق نوٹوں کا انتظام کر رہا تھا کہ دفعتاً ان کی موت کی خبر ملی۔ اس سے ساری تنظیم میں ہلچل پڑ گئی۔ میں نے کل رات ہی کو آنے کی کوشش کی تھی لیکن آپ تو جانتی ہی ہیں۔"

"کیا......؟" سلیمہ چونک کر بولی۔ "میں کچھ نہیں جانتی۔"

"آپ نہیں جانتیں۔" تنویر نے حیرت کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔ "اس مکان کی نگرانی کی جارہی ہے۔ کل رات بھر یہاں کا مشہور جاسوس فریدی ایک دیوانے کے بھیس میں سامنے والی چائے کی دوکان کے نیچے پڑا رہا۔"

"ارے ہمیں اس کا کوئی علم نہیں۔" سلیمہ خوفزدہ آواز میں بولی۔

"اور اس وقت بھی کوئی نہ کوئی موجود ضرور ہوگا۔ اسی لئے مجھے ڈاڑھی لگا کر آنا پڑا۔"

"آپ نے یہ بہت ہی کارآمد اطلاع دی۔ شکریہ۔"

"میں استاد کی موت کے متعلق تحقیقات کرنے کے لئے بھیجا گیا ہوں...... اوہ...... اب میں اجازت چاہتا ہوں۔"

"چائے تو پی لیجئے۔"

"نہیں......آپ کو تھوڑی تکلیف دوں گا۔ آج شام مجھ سے آرلکچو میں ملئے۔ چند ضروری
باتیں کرنا ہیں۔ یہاں میرا زیادہ دیر ٹھہرنا مناسب نہیں اور ہاں ہراساں ہونے کی ضرورت نہیں
آپ کے رکھ رکھاؤ سے یہ نہ ظاہر ہونے پائے کہ آپ خفیہ پولیس والوں کی مصروفیات سے
واقف ہیں۔ اگر میں نے حالات دگرگوں دیکھے تو آپ کو نکال لے چلوں گا۔ ایک بات اور
یہ کہ بقیہ ساتھیوں کو ابھی میرے متعلق علم نہ ہونے پائے۔ شام کو گفتگو کرنے کے بعد اگر اس کی
ضرورت سمجھی گئی تو انہیں مطلع کر دیا جائے گا...... ورنہ نہیں۔" تنویر خاموش ہو گیا۔ پھر مصنوعی
ڈاڑھی چہرے پر لگائی اور ہیٹ لیتا ہوا بولا۔ "بھولئے گا نہیں......شام سات بجے آرلکچو میں۔"

"بہت اچھا......میں ضرور آؤں گی۔"

وہ باہر نکل گیا۔ سلیمہ کھڑکی سے اسے دیکھتی رہی۔ چلنے کا انداز کتنا پروقار تھا۔ اس نے سوچا
اور دیکھا کہ دفعتاً ایک دبلا پتلا آدمی ایک کیفے سے نکلا اور تنویر کا پیچھا کرنے لگا۔ سلیمہ کے دل کی
دھڑکن تیز ہو گئی۔ لیکن تنویر......وہ سڑک کے کنارے ادھر اُدھر بھٹکتا پھر رہا تھا۔ سلیمہ بے اختیار
مسکرا پڑی۔ "کتنا چالاک ہے" سلیمہ نے آہستہ سے کہا اور کھڑکی کا پردہ گرا دیا۔ غسل خانہ سے
واپس آ کر اس نے چوکیدار کو بلوایا۔

"ارے......وہ چار نمبر والا رات کو آیا یا نہیں؟" اس نے چوکیدار سے پوچھا۔

"ہاں بی بی جی......وہ دو بجے رات آیا تھا......اور چار بجے واپس چلا گیا۔"

"ہونہہ......اچھا تم جاؤ۔" سلیمہ نے کہا۔

چوکیدار چلا گیا اور وہ سوچ میں پڑ گئی۔ آخر یہ کرایہ دار کون ہے۔ اتنی پراسرار حرکتوں کا
مطلب......آخر کس طرح اس کا پتہ لگایا جائے۔ جب اس کے انتظار میں رات بھر جاگتی رہتی
ہے تو وہ آتا ہی نہیں۔ کیا کیا جائے......؟ سلیمہ نے ناشتہ کیا اور دیر تک اس عجیب و غریب کرایہ
دار کے متعلق سوچتی رہی۔ آخر وہ کون ہے کیا اس نے بھاری جرم کیا ہے کیا وہی تو اس کے بھائی
کا قاتل نہیں۔ پھر اسے تنویر کا خیال آیا......کس صفائی سے اس نے بھیس بدل رکھا تھا اور کتنا
چالاک تھا۔ وہ اس چھوٹی سی عمر میں اتنا تجربہ کار......اس نے اس کی موجودگی میں ایک سکون

محسوس کیا تھا۔ اسے ایسا معلوم ہوا تھا جیسے اچانک ایک سہارا مل گیا ہو۔ کلاک نے بارہ بجائے۔
اس کی بے چینی بڑھ گئی۔ ابھی پورے سات گھنٹے ہیں۔ اسے ایک ایک منٹ پہاڑ معلوم ہونے لگا۔
تنویر کی دلآویز مسکراہٹ، لہجے کی نرماہٹ، تہذیب یافتہ اطوار، وہ سوچنے لگی کہ تنویر ضرور کسی
اونچی سوسائٹی کا فرد ہے۔ مگر وہ اس گروہ کے چکر میں کیسے پھنس گیا۔ وہ ضرور اس کے ساتھ بمبئی
چلی جائے گی۔ اس دوران میں اس نے نہ جانے کتنے ہوائی قلعے بنا ڈالے۔ پھر اسے صفدر مرزا
یاد آیا۔ جو کچھ دنوں سے اس میں دلچسپی لینے لگا تھا۔ ذلیل، قاتل، اس کی ناک پر تنفر آمیز شکنیں
ابھر آئیں جب سے وہ اس گروہ میں شامل ہوا تھا، پے در پے مصیبتیں نازل ہو رہی تھیں۔ پندرہ
سال سے ہر کام خوش اسلوبی سے انجام پا رہا تھا۔ مگر پہلے کام کی نوعیت ہی دوسری تھی۔ اس نوٹ
بنانے والے جھنجھٹ میں اس کے بھائی کو پھنسانے والا یہی تھا۔ لیکن بھائی صاحب نے آج
تک یہ نہیں بتایا تھا کہ ان کا گروہ اتنا منظم ہے اور ہندوستان کے گوشے گوشے میں پھیلا ہوا ہے۔
بمبئی کے کچھ لوگوں کا تذکرہ ضرور ہوا تھا لیکن انہیں وہ معمولی قسم کے بدمعاش سمجھی ہوئی تھی۔
اسے یہ نہیں معلوم تھا کہ ان میں تنویر جیسے ذہین اور پڑھے لکھے آدمی بھی موجود ہیں۔ وہ دن بھر
پلنگ پر پڑی اونگھتی رہی۔ غنودگی کے کیف آور دھندلکے میں بار بار تنویر کا چہرہ ابھرتا۔ اس کی
لوچدار مگر مردانہ وقار کی حامل آواز بار بار کانوں میں گونج اٹھتی۔ سورج آہستہ آہستہ مغرب کی
طرف جھکنے لگا۔ وہ اٹھی اور اپنی بہترین پوشاک نکال کر آئینے کے سامنے پہنچ گئی اور پھر ساڑھے
چھ بجے وہ گھر سے روانہ ہو گئی۔ آرلکچو کے ہال میں داخل ہو کر وہ ادھر اُدھر دیکھنے لگی۔ ایک بیرا
اسے اپنی طرف آتا دکھائی دیا۔

"میم صاحب اس طرف......!" اس نے اشارہ کرتے ہوئے آہستہ سے کہا۔

سلیمہ اس کے ساتھ چلنے لگی۔ وہ ایک کیبن کی طرف اشارہ کر کے آگے بڑھ گیا۔ سلیمہ پردہ
ہٹا کر اندر داخل ہو گئی۔ تنویر بیٹھا ہوا تھا۔ اسے دیکھتے ہی کھڑا ہو گیا۔

"مجھے شاید کچھ دیر ہو گئی۔"

"نہیں تو۔" سلیم نے مسکرا کر کہا۔ "ٹھیک سات بجے ہیں۔"

سلیمہ بیٹھ گئی۔ تنویر نے باہر کھڑے ہوئے بیرے کو بلا کر کھانے کا آرڈر دیا۔ سلیمہ اسے

بہت غور سے دیکھ رہی تھی، تھوڑی دیر تک ادھر اُدھر کی باتوں کے بعد تنویر نے پوچھا ''میں ہر
کے حادثے کے متعلق تفصیل کے ساتھ سننا چاہتا ہوں۔ مجھے اپنی معلومات سے آپ کے بیان
مقابلہ کرنا ہے۔''

''بھائی صاحب نے بنک کا دروازہ کھول دیا۔'' سلیمہ نے دھیمی آواز میں کہنا شروع کیا

''صفدر مرزا اور دوسرے آدمی جعلی نوٹوں سے بھری ہوئی کار لے کر پہنچے۔ لیکن اس وقت آمد و
رفت زیادہ ہونے کی وجہ سے موقع نہیں تھا لہٰذا وہ کار ایک طرف کھڑی کر کے ادھر اُدھر منتشر
ہو گئے۔ تھوڑی دیر بعد دفعتاً ایک آدمی اس کار کو لے بھاگا۔ صفدر اور اس کے ساتھی گھبرا گئے
بمشکل تمام وہ لوگ ایک دوسری کار حاصل کرنے میں کامیاب ہوئے اور انہوں نے اس کا پیچھا
کرنا شروع کر دیا۔ دلاور پور تک وہ اس کا تعاقب کرتے رہے۔ پھر اچانک معلوم نہیں اس کار کو
زمین کھا گئی یا آسمان نگل گیا۔ صفدر وغیرہ اس آدمی کو ڈھونڈتے ہوئے سعید نامی ایک زمیندار
کے یہاں گھس گئے۔ وہاں انہیں کچھ شبہ ہوا اور وہ معمولی پوچھ گچھ کر کے لوٹ آئے۔ چونکہ
انہیں شبہ ہو چکا تھا اس لئے گھات میں لگے رہے۔ وہ آدمی دراصل وہیں تھا۔ جب یہ لوگ دوبارہ
اس گھر میں گئے تو وہ نکل کر بھاگا۔ یہ سب اتنی خاموشی سے ہوا کہ سعید اور اس کی بیوی کو خبر تک
نہ ہو سکی۔ وہ بھاگ رہا تھا اور یہ لوگ اس کا تعاقب کر رہے تھے۔ صفدر مرزا کے ہمراہیوں میں اس
کا جڑواں بھائی انور مرزا بھی تھا۔ اگر آپ دونوں کو ایک جگہ دیکھ لیتے تو آپ یہ اندازہ نہ لگا سکتے
کہ کون صفدر ہے اور کون انور۔ کچھ ایسی مشابہت تھی دونوں میں۔ انور مرزا دوڑتے وقت اپنے
ہمراہیوں سے کچھ آگے نکل گیا۔ دفعتاً صفدر مرزا نے اس بھاگتے ہوئے آدمی کو چاقو کھینچ مارا۔
اتفاقاً انور مرزا درمیان میں آ گیا۔ اس کے گرتے ہی ان لوگوں کے ہاتھ پیر پھول گئے۔ یہ اسے
دیکھنے میں لگ گئے اور وہ آدمی غائب ہو گیا۔''

''اسکی بعد کے حالات مجھے معلوم ہو چکے ہیں۔'' تنویر بولا۔ ''صفدر نے سعید کو چھوڑ کر ایک
بھاری غلطی کی۔ پولیس تو یوں بھی اس کی تلاش میں تھی، اسے تو ٹھکانے ہی لگا دینا چاہئے تھا۔''

''یعنی وہ ایک اور قتل کرتا۔'' سلیمہ نے کراہت سے کہا۔

''قتل و غارت گری تو مجھے بھی پسند نہیں لیکن اس کے علاوہ اور کوئی چارہ بھی تو نہیں تھا۔ نہ

تو وہ کار آج تک نہ مل سکی۔'' تنویر نے کہا۔

''نہ معلوم وہ آدمی کون تھا اور اس کار کو کہاں لے گیا۔''

''ساری مصیبتیں محض صفدر مرزا کی وجہ سے نازل ہوئیں۔ استاد کو اسے گروہ میں شامل نہ کرنا چاہئے تھا۔''

''کیوں...... اس کی وجہ سے کیوں......؟''

''اس لئے کہ ایک آدمی رنگون ہی سے اس کے پیچھے لگا ہوا تھا۔'' تنویر نے کہا۔

''کون......؟'' سلیمہ چونک کر بولی۔

''وہی آپ کا پراسرار کرایہ دار۔'' تنویر نے کہا۔

سلیمہ اچھل پڑی۔

''لیکن گھبرایئے نہیں۔'' تنویر نے کہا۔ ''اب اس کا وقت قریب آ گیا ہے۔''

''وہ...... آخر ہے کون؟''

''ابھی بتاتا ہوں...... ہاں وہ گنگولی کا معاملہ کیا تھا......؟''

''ارے آپ آخر کیا کیا جانتے ہیں۔'' سلیمہ حیرت سے بولی۔

''محض اپنی معلومات اور اسی صلاحیت کی بناء پر فریدی سے ٹکرانے کا ارادہ کیا ہے۔'' تنویر مسکرا کر بولا۔

''گنگولی کا معاملہ بھی ایک معمہ ہے۔ وہ بھائی صاحب کی کمرے میں گیا اور پھر واپس نہیں لوٹا۔''

تنویر مسکرانے لگا۔

''یہ بھی آپ کے کرایہ دار ہی کی ایک معمولی سی بازی گری تھی۔''

''یعنی...... آخر آپ بتاتے کیوں نہیں کہ وہ ہے کون؟''

''وہی جو نوٹوں سے بھری ہوئی کار لے اڑا...... وہی جو کاشانہ شمشیر سے سعید کی بیوی کو نکال لے گیا۔''

''یعنی کہ...... وہ...... وہ......!'' سلیمہ ہکلائی۔

''جی ہاں...... کنور شمشیر بہادر۔'' تنویر نے ... ''صفدر سے اپنا انتقام لینے پر تلا ہوا ہے۔''

"تو کیا...... سچ مچ وہ بچ گیا تھا۔"

"جی ہاں۔"

سلیمہ خاموش ہوگئی۔ اس کے چہرے پر ہوائیاں اڑ رہی تھیں۔

"تو وہ کسی وقت بھی پولیس کو اس کی اطلاع دے سکتا ہے۔"

"آپ گھبرایئے نہیں...... جب تک صفدر بالکل اس کے قابو میں نہ آ جائے گا وہ کچ
کرے گا۔ شاید اسے ڈر ہے کہ پھر صفدر اسے دھوکہ دے کر کہیں اور فرار نہ ہو جائے۔"

"مگر آپ کی معلومات کی داد دینی پڑتی ہے ایک ہی دن میں......!" سلیمہ نے کہا۔

"ابھی کیا دیکھا ہے آپ نے...... شاید فریدی کی موت مجھے یہاں لے آئی ہے۔"

"مگر میں تمہیں...... ارر...... آپ کو خون نہ کرنے دوں گی۔"

"نہیں...... آپ مجھے تم ہی کہہ کر مخاطب کریں، نجانے کیوں بڑا اچھا معلوم ہوتا ہے۔"

سلیمہ شرما گئی۔ تنویر اسے ایسی نظروں سے دیکھنے لگا جیسے قربان ہو جانے کا ارادہ رکھتا ہو۔

"آپ ان سب معاملات کو چھوڑیئے مجھے کسی طرح ان خطرات سے نکال لے چلئے۔
بہت پریشان ہوں۔"

"وہ تو آپ چلیں ہی گی میرے ساتھ۔ لیکن میں ان نوٹوں کو پولیس کے قبضے میں ہرگ
جانے دوں گا۔ میں انہیں شمشیر سے اگلوا کر ہی رہوں گا۔"

"اچھا تو آج رات کو صفدر مرزا کو بلوا لیجئے گا۔ میں تقریباً ایک بجے آؤں گا۔ آج ہی
شمشیر کا فیصلہ کرنا ہے۔"

"تو کیا قتل......؟" سلیمہ خوفزدہ آواز میں بولی۔

"نہیں...... وہ آپ کی جوتیوں کے طفیل بچ جائے گا۔"

"تو پھر کیا کیجئے گا......؟"

"اس سے سارے نوٹ حاصل کر کے اسے کہیں قید کر دیں گے اور ہم لوگ نکل چلیں گ

"ہاں یہ ٹھیک ہے۔"

"صفدر کو بلوا لیجئے گا۔" تنویر نے کہا۔ "لیکن ہاں اسے میرے متعلق تو بتا دیجئے گا

شمشیر کا تذکرہ اس وقت تک نہ آنے پائے جب تک کہ میں وہاں پہنچ جاؤں۔ ہو سکتا ہے کہ وہ جلد بازی سے کام لے اور سارا کھیل بگڑ جائے وہ کچھ بیوقوف قسم کا آدمی ہے۔"

"بہت اچھا...... تو پھر میں ایک بجے آپ کا انتظار کروں گی۔ لیکن دیکھئے اپنے وعدے سے پھریئے گا نہیں۔ اب مجھ میں لاشیں دیکھنے کی تاب نہیں رہ گئی۔"

اندھیرا....اجالا

تنویر، صفدر اور سلیمہ آہستہ آہستہ کمرہ نمبر ۴ کی طرف بڑھ رہے تھے۔ کرایہ دار ابھی تک لوٹ کر نہیں آیا تھا۔ تنویر نے کنجیوں کا ایک لچھا نکالا اور یکے بعد دیگرے کنجیاں لگانے لگا۔ ایک کنجی سے تالا کھل گیا۔

"دیکھئے......!" تنویر نے سلیمہ کو مخاطب کر کے کہا۔ "ہم لوگ اندر جاتے ہیں۔ آپ تالا لگا کر اپنے کمرے میں چلی جایئے۔"

"نہیں...... میں بھی اندر ہی چلوں گی۔"

"تو پھر کام ہو چکا۔" تنویر نے جھلا کر کہا۔ "وہ تالا کھلا دیکھ کر الٹے ہی پیر واپس چلا جائے گا۔"

"تنویر ٹھیک کہہ رہا ہے۔" صفدر بولا۔

"اگر کچھ گڑبڑ ہوئی تو......؟"

"تو آپ کی موجودگی اس گڑبڑ کو روک دے گی؟" تنویر ہنس کر بولا۔

"دیکھئے...... یہ نہیں۔" سلیمہ مچل کر بولی۔

"میں جو کہہ رہا ہوں وہ کیجئے۔" تنویر نے تحکمانہ لہجے میں کہا۔

وہ دونوں اندر چلے گئے اور سلیمہ باہر سے تالا لگا کر اپنے کمرے میں چلی گئی۔ اندر اندھیرا

تھا۔ تنویر نے ٹارچ جلائی۔

"میرا خیال ہے کہ ہم اس پلنگ کے نیچے چھپ جائیں۔" تنویر نے کہا۔ "اس کے چار
طرف لٹکی ہوئی چادر ہمیں اچھی طرح چھپالے گی۔"

دونوں پلنگ کے نیچے چھپ گئے۔

کلاک نے دو بجائے اور تھوڑی دیر بعد برآمدے میں پیروں کی آہٹ ہوئی۔ تالے
کنجی گھومنے کی آواز سنائی دی۔ دروازہ کھولا گیا۔ پھر بند کر کے چٹخنی چڑھا دی گئی اور پھر کمر
بلب روشن ہو گیا۔ صفدر نے چارپائی کی چادر ذرا سی کھسکائی۔ ایک بھاری بھرکم آدمی ان کی طر
پشت کیے کھڑا تھا۔ تنویر آہستہ سے پلنگ کے نیچے سے نکلا اور پستول کی نال اس کی گردن
لگا دی۔ وہ چونک پڑا۔

"خبردار جنبش نہ ہو۔ ورنہ لبلبی دب جائے گی۔" تنویر آہستہ سے بولا۔ صفدر مرزا بھی
اس کے سامنے کھڑا ہو گیا۔ اس آدمی کے جسم پر خوف کی وجہ سے لرزہ طاری ہو گیا۔

"صفدر یہ لو۔" تنویر نے ایک پتلی اور مضبوط رسی جیب سے نکال کر صفدر کی
بڑھاتے ہوئے کہا۔ "شمشیر بہادر کو نہایت احتیاط سے جکڑ دو اور تم شمشیر بہادر چپ چاپ
کرسی پر بیٹھ جاؤ...... چلو......!"

شمشیر بہادر کو کرسی سے جکڑ دیا گیا۔

"وہ کار کہاں ہے شمشیر جی۔" تنویر نے پوچھا۔

"میں نہیں جانتا۔"

"بتاؤ۔"

"میں نہیں جانتا کون سی کار۔"

"یہ ایسے نہیں بتائے گا۔" تنویر نے جیب سے ہتھکڑیوں کا جوڑا نکالتے ہوئے کہا۔
میاں صفدر اسے اپنے ہاتھوں میں پہن لو۔"

"کیا مطلب......؟" صفدر چونک کر بولا۔

"جلدی کرو...... میرے پاس وقت نہیں ہے۔" تنویر نے تحکمانہ لہجے میں کہا۔

"نہ جانے تم کیا کہہ رہے ہو......؟" صفدر تیز لہجے میں بولا۔

"فریدی پر چاقو سے حملہ کر کے بچ نکلنا آسان کام نہیں ہے صفدر صاحب۔" تنویر نے
پستول کا رخ صفدر کی طرف کرتے ہوئے کہا۔

"دھوکا...... دھوکا۔" صفدر غصے میں چیخا۔ "کمینی سلیمہ نے غداری کی۔"

"نہیں...... وہ غریب خود بھی دھوکا کھا گئی۔ وہ اس وقت سرجنٹ حمید اور جگدیش کے قبضے
میں ہو گی اور تمہارے سارے گرگے، جو اس عمارت میں موجود ہیں تمہاری ہی طرح حیرت سے
ایک ایک کا منہ تک رہے ہوں گے۔"

شمشیر بہادر نے ایک زوردار قہقہہ لگایا۔

فریدی نے اپنے ہونٹ اور ناک پر چپکے ہوئے پلاسٹک کے ٹکڑے نوچنے شروع کر دیئے۔
نویر کا میک اپ ختم ہو چکا تھا اور فریدی اپنی صحیح شکل و صورت میں کھڑا مسکرا رہا تھا۔ دفعتاً
دروازے پر دستک ہوئی۔ فریدی پستول کی نال صفدر کی طرف کیے ہوئے دروازے کے قریب
آیا اور چٹخنی گرا دی۔ جگدیش اور حمید سلیمہ کو پکڑے ہوئے اندر داخل ہوئے۔

"حمید صفدر مرزا کے ہتھکڑیاں لگا دو۔" فریدی نے کہا۔

حمید نے آگے بڑھ کر صفدر مرزا کے ہتھکڑیاں لگا دیں۔

"سلیمہ تمہیں حیرت ہو رہی ہو گی۔" فریدی مسکرایا۔

"آج زندگی میں میں نے پہلی بار دوہرا بھیس بدلا۔ جو توقع سے زیادہ کامیاب رہا۔ اگر
تمہیں دھوکا نہ دیتا تو صفدر میاں پر ہاتھ پڑنا ہی مشکل تھا اور صفدر مرزا تم سنو...... کل رات
اشانہ شمشیر میں شمشیر بہادر نہیں، میں ہی تھا۔ گھبراہٹ میں تم نے وہیں اقبال جرم کر لیا اور کل
مارات کو میں نے صدر دروازے کے سامنے والی چائے کی دکان کے نیچے پڑے پڑے شمشیر
ادر کو بھی دیکھا تھا اور سلیمہ تم ڈرو نہیں۔ میں نے تنویر کے بھیس میں جو وعدہ تم سے کیا تھا اسے
رور پورا کروں گا۔ تم بچالی جاؤ گی۔ لیکن اس کے لئے تمہیں گواہ بننا پڑے گا اور تم شمشیر بہادر،
اسنے تو یہ مشہور کر رکھا تھا کہ تمہارا کوئی وارث ہی نہیں۔"

"ٹھیک ہے۔" شمشیر نے کہا۔ "اس وقت واقعی مجھے معلوم نہیں تھا۔ یہ تو اچانک مجھے معلوم

ہوا کہ میرے ایک سوتیلے چچا بچپن ہی میں ناراض ہو کر گھر سے چلے گئے تھے۔ میں نے پتہ لگانا شروع کر دیا تو معلوم ہوا کہ وہ مر چکے ہیں لیکن ان کے دولڑکے صفدر مرزا اور انور مرزا اب بھی رنگون میں موجود ہیں۔ رنگون پہنچا۔ خفیہ طور پر ان کا پتہ لگایا۔ صفدر سے دوستی کر کے اس کے چال چلن کا پتہ لگانا شروع کیا۔ کسی طرح اس کو میری اصلیت معلوم ہو گئی۔ اس نے جلد سے جلد پوری ریاست کا مالک بن جانے کے لالچ میں مجھے قتل کرنا چاہا۔ مجھے مچھلی کا شکار کھلانے کے بہانے لے گیا اور کشتی پر مجھے گولی کا نشانہ بنایا۔ جب مجھے ہوش آیا تو میں نے خود کو دریا کے کنارے ایک گاؤں میں پڑا پایا۔ گولی میرے بازو میں لگی تھی، زندگی تھی، جو ڈوب کر نہیں مرا میں نے صفدر سے انتقام لینے کی ٹھان لی۔ اپنی موت کی خبر میں نے ہی اخباروں میں شائع کرائی تھی صفدر کا پیچھا کرتا ہوا میں ہندوستان آیا...... یہاں آ کر اس نے سلیم سے ساز باز کی اور جعلی نوٹ بنانے لگا۔"

"اس کے آگے مجھے معلوم ہے۔" فریدی نے کہا۔ "یہ بتاؤ کہ سلیم کیسے مرا......؟"

"سلیم بنک کا دروازہ کھول چکا تھا۔ نوٹوں والی کار بھی آ چکی تھی۔ اتفاق سے میں شروع ہی سے پیچھے لگا ہوا تھا۔ میں نے سوچا کہ کہیں یہ لوگ کامیاب نہ ہو جائیں۔ لہٰذا میں نے جگدیش صاحب کو گنگولی کی طرف سے فون کیا اور آپ کو سلیم کی طرف سے۔ اور خطرے کا الارم بجا دیا گھبراہٹ میں سلیم کو کھینچتا ہوا اوپر لے گیا۔ راستے میں اس کا سر دیوار سے ٹکرا کر زخمی ہو گیا تھوڑی دیر بعد میں نے محسوس کیا کہ وہ بے ہوش ہو گیا ہے۔ میں نے جلدی میں اسے وہیں چھت پر لٹا دیا اور خود نیچے بھاگا۔ دیر ہوتی جا رہی تھی۔ نہ تو الارم سن کر گنگولی ہی نیچے آیا تھا اور پولیس کا ہی پتہ تھا۔ میں نے یہی مناسب سمجھا کہ کار لے کر فرار ہو جاؤں۔ کار اب بھی دلاور پور میں محفوظ ہے...... پھر میں......!"

"گنگولی کو کیا ہوا......؟" فریدی نے پوچھا۔

"میں نے اسے چھپا رکھا ہے۔"

"کیوں......؟"

"میں نے مجبوراً ایسا کیا تھا۔ گنگولی سلیم کی موت کے بعد اس کے کمرے کی تلاشی لینے

آیا۔ یہاں ایک کاغذ پر بے شمار نوٹوں کے نمبر لکھے ہوئے ملے۔ وہ سمجھ گیا کہ سلیم نے کس مقصد سے بنک میں نوکری کی تھی۔ مجھے خوف ہوا کہ کہیں یہ اپنا شبہ ظاہر کر کے اس کی پبلسٹی نہ کرے۔ اگر ایسا ہوتا تو صفدر مرزا جو چھپ کر نوٹوں والی کار تلاش کر رہا تھا اس شہر ہی سے فرار ہو جاتا اور میں اس سے انتقام نہ لے پاتا اور گنگولی دلاور پور کے ایک ماہی گیر کے جھونپڑے میں اب بھی موجود ہے۔"

"تو تم نے اسے بند کر رکھا ہے۔" فریدی نے پوچھا۔

"نہیں وہ اپنی خوشی سے وہاں مقیم ہے، لیکن میں نے اسے اس بات کا یقین دلا دیا تھا کہ پولیس کو اس پر شبہ ہے اور اس کا وارنٹ گرفتاری بھی جاری ہو چکا ہے۔"

"بہرحال تمہیں بھی اپنے کو قیدی ہی سمجھنا چاہئے۔ یہ اور بات ہے کہ تم عدالت سے بری ہو جاؤ۔ تم پر پہلا چارج تو یہ ہے کہ تم نے سلیم کو بیہوشی کی حالت میں سپاٹ چھت پر چھوڑ دیا اور ایک ہی کروٹ اسے نیچے لے آئی۔ دوسرا چارج یہ کہ تم نے جعلی نوٹوں کو فوراً ہی پولیس کے حوالے کر دینے کی بجائے اتنے دنوں تک اپنے قبضے میں رکھا۔ تیسرا چارج یہ کہ تم نے ایک بے گناہ شہری کو دھوکہ دے کر اتنے عرصہ تک نظر بند رکھا۔"

شمشیر بہادر خاموش تھا۔

"میاں حمید اور بھائی جگدیش۔" فریدی ہنس کر بولا۔ "دیکھا تم نے آخر سعید اور اس کی بیوی بے داغ چھوٹ گئے۔"

تمام شد

جاسوسی دنیا نمبر 10

احمقوں کا چکر

(مکمل ناول)

پکنک

صبح کی نم اور خنک چادر فضا پر محیط تھی۔ سورج ابھی نہیں نکلا تھا۔ سرسبز پتیوں پر اوس کی جھلملاتی ہوئی بوندیں لرز رہی تھیں۔ آسمان صاف تھا۔ نیلا بے کراں آسمان اور افق میں گہرے رنگوں کی چمک دار دھاریاں۔

فریدی کے پائیں باغ میں سرجنٹ حمید ایک کتاب کی مدد سے قدیم ہندو تہذیب کی مختلف ورزشوں کی مشق کر رہا تھا۔ کبھی ایک ٹانگ پر کھڑا ہو کر گہرے گہرے سانس لیتا اور کبھی پالتھی مار کر بیٹھ جاتا۔ پھر کتاب میں ترکیبیں دیکھ کر طرح طرح کے منہ بناتا اور پیٹ چپکانے کی مشق کرتا۔ فریدی برآمدے میں بیٹھا شیو کر رہا تھا۔ کبھی کبھی وہ اس کی حماقتوں کو دیکھ کر مسکرا دیتا۔ اس کے دیکھتے ہی دیکھتے حمید سر کے بل کھڑا ہو گیا۔ لیکن توازن قائم نہ رکھ سکنے کی بناء پر پھر گر پڑا۔ وہ اپنی گردن سہلانے لگا۔ شاید کوئی رگ چمک گئی تھی۔ پھر اس نے دوبارہ سر کے بل کھڑے ہونے کی کوشش کرنے کی بجائے کتاب کے ورق الٹنے شروع کر دیئے۔ اب وہ پھر پالتھی مار کر بیٹھ گیا اور اپنی ٹانگیں اٹھا کر گردن پر رکھنے کی کوشش کرنے لگا۔ ایک ٹانگ تو اس نے کسی نہ کسی طرح رکھ ہی لی لیکن دوسری ٹانگ رکھتے ہی وہ بُری طرح چیخ کر لڑھک گیا۔ دونوں ٹانگیں گردن میں پھنسی ہوئی تھیں اور وہ خود چت پڑا بُری طرح چیخ رہا تھا۔ فریدی شیو کر کے اٹھا۔ حمید کو اس حال میں دیکھ کر چند لمحے مسکراتا رہا پھر اندر چلا گیا۔ حمید دراصل چیخ چیخ کر اسے مدد کے لئے بلا رہا تھا

لیکن اس کی بے رخی دیکھ کر اسے تاؤ آ گیا اور دو تین جھلائے ہوئے جھٹکوں نے اُسے اس سے نجات دلا دی۔ وہ سیدھا اندر چلا گیا۔ واپسی پر اس کے ہاتھ میں بندوق تھی۔ اس نے ورزش کی کتاب ایک طرف رکھی۔ بندوق میں کارتوس چڑھایا اور نشانہ لے کر فائر کر دیا۔ کتاب کے پرخچے اڑ گئے۔

"کیا اودھم مچا رکھی ہے۔" فریدی نے برآمدے میں آ کر کہا۔

"آپ سے مطلب۔" حمید نے کہا اور منہ بنائے ہوئے اندر چلا گیا۔

"آخر تمہارا بچپنا کب رخصت ہوگا۔" فریدی نے کہا۔

"جب جوانی آئے گی۔"

"اچھا...... اچھا...... جلدی کیجئے...... وہ لوگ آ رہے ہوں گے۔"

"میں کہیں نہ جاؤں گا۔"

"کیا کہا......!" فریدی اسے گھور کر بولا۔ "پھر تم نے شہناز وغیرہ سے وعدہ کیوں کر لیا تھا۔"

"کر لیا ہوگا۔"

"خیر میں تو بہرحال جاؤں گا۔ پکنک ہو کر رہے گی۔ اچھا ہے تم نہ جاؤ...... تمہاری وجہ سے بڑی بے لطفی ہو جائے گی۔"

"جی ہاں...... بہتر ہے...... شہناز بھی نہ جائے گی۔" حمید نے کہا۔

"یہ تم سے کس احمق نے کہہ دیا۔ میں اسے کھینچ کر لے جاؤں گا۔" فریدی نے کہا۔ "آج یہی دیکھنا ہے کہ وہ تمہارا کہنا مانتی ہے یا میرا۔"

"خیر دیکھا جائے گا۔" حمید نے کہا اور غسل خانے میں گھس گیا۔

فریدی لباس تبدیل کر کے باورچی کو کچھ ہدایات دینے چلا گیا۔

تھوڑی دیر بعد کمپاؤنڈ میں ایک کار آ کر رکی۔ شہناز اور اس کی دو سہیلیاں شیلا ثریا اور اشرف ثریا کا بھائی کار سے اتر کر کوٹھی میں داخل ہوئے۔

"آئیے...... آئیے میں انتظار ہی کر رہا تھا۔" فریدی نے ان کی طرف بڑھتے ہوئے کہا۔

"ہمیں دیر تو نہیں ہوئی۔" شہناز بولی۔

"آپ تو ٹھیک وقت پر پہنچیں لیکن شاید ہمیں دیر ہو جائے۔"

"کیوں......؟" شہناز نے پوچھا۔

"حمید کا اسکریو پھر کچھ ڈھیلا ہو گیا ہے۔" فریدی نے اپنی کنپٹی پر انگلی رکھتے ہوئے کہا۔

"ارے یہ کوئی نئی بات نہیں۔" شہناز ہنس کر بولی۔ اور اُس کی دونوں سہیلیاں اسے شرارت آمیز نظروں سے گھورنے لگیں۔

فریدی انہیں لے کر کھانے کے کمرے میں آیا جہاں بڑی میز پر ناشتہ چنا ہوا تھا۔

"ارے اس کی کیوں تکلیف کی۔" اشرف نے کہا۔

"تکلیف...... ابھی تک تو کوئی خاص تکلیف نہیں ہوئی۔" فریدی نے ہنس کر کہا۔

"اور حمید صاحب۔" ثریا بولی۔

"ابھی وہ غسل خانے ہی میں تشریف فرما ہیں۔" فریدی نے کہا۔ "ہم لوگ شروع کرتے ہیں وہ آ ہی جائیں گے۔"

"پھر بھی انتظار کر لینے میں کیا ہرج ہے۔" شہناز بولی۔

"تو آپ کیجئے انتظار...... ہم لوگ تو شروع کر رہے ہیں۔" فریدی نے کہا۔ سب لوگ ہنسنے لگے اور شہناز نے شرما کر سر جھکا لیا۔

"میں آپ سے سچ کہتا ہوں کہ وہ ایسی ہی حالت میں سیدھا رہتا ہے جب اس کے ساتھ لاپروائی برتی جائے۔" فریدی نے کہا۔ "ورنہ دوسری صورت میں تو مزاج ہی نہیں ملتے۔"

"بہرحال شہناز...... آپ کے مشورہ پر عمل نہ کر سکیں گی۔" ثریا بولی۔

"خیر تو آپ زچ ہوں گی مجھے کیا کرنا ہے۔" فریدی نے کہا اور ناشتہ شروع کر دیا۔

وہ لوگ ناشتہ کر ہی رہے تھے کہ کمپاؤنڈ میں کار اسٹارٹ ہونے کی آواز سنائی دی۔

"لیجئے نکل گیا ہاتھ سے۔" فریدی نے چونک کر کہا۔ "عجیب خبطی آدمی ہے۔ بعض اوقات مجھے سچ مچ اس پر غصہ آنے لگتا ہے۔"

شہناز کرسی سے اٹھ کر کھڑکی کے قریب آئی۔ حمید فریدی کی کار پھاٹک کے باہر لے جا چکا تھا۔ وہ کچھ مضمحل سی ہو کر واپس آ گئی۔

''دیکھا آپ نے۔'' فریدی نے اس کی طرف معنی خیز نظروں سے دیکھ کر کہا۔

''تو میں کیا کروں۔'' شہناز تیوری چڑھا کر بولی۔

''اسے آدمی بنایئے......میں تو تھک کر ہار چکا ہوں۔''

اس پر ایک قہقہہ پڑا اور شہناز جھینپ گئی۔

''تو اس کا مطلب یہ کہ پکنک نہ ہو سکے گی۔'' شیلا نے مایوسانہ لہجے میں کہا۔

''نہیں صاحب یہ کیسے ہو سکتا ہے۔'' فریدی بولا۔

''شاید شہناز نہ جائیں۔'' ثریا نے کہا۔

''کیوں......!'' شہناز ثریا کو گھور کر تیز لہجے میں بولی۔ ''میں کیوں نہ جاؤں گی۔''

''ارے بھئی......اس میں بگڑنے کی کیا بات ہے۔'' شیلا ہنس کر بولی۔

ناشتہ کر چکنے کے بعد فریدی نے اپنی رائفل اٹھائی اور ان لوگوں کے ہمراہ برآمدے میں آیا۔

''کیا بتاؤں کار لے کر چلا گیا۔'' فریدی بولا۔

''کرنا کیا ہے۔'' اشرف نے کہا۔ ''کار ہے تو۔''

سب اشرف کی کار میں بیٹھ کر روانہ ہوئے۔

''میں شاید دو سال بعد جھریالی کی طرف جا رہا ہوں۔'' فریدی نے کہا۔

''اب تو وہاں دو ایک عمارات بھی بن گئی ہیں۔'' اشرف بولا۔

''عمارتیں......!'' فریدی چونک کر بولا۔ ''وہ تو ایک بالکل ہی ویران مقام ہے۔''

''ٹھیک جھیل کے سامنے دو ڈاکٹروں نے اپنی تجربہ گاہ بنا رکھی ہے۔ بہت بڑی اور شاندار عمارت ہے۔ اس سے تقریباً ایک میل کی دوری پر ایک کارخانہ ہے جہاں خیموں اور چھولداریوں کے لئے بانس کے ستون بنائے جاتے ہیں۔''

''تجربہ گاہ کس قسم کی ہے۔'' فریدی نے پوچھا۔

''بہت ہی دلچسپ اور عجیب۔'' اشرف بولا۔ ''انہوں نے بے شمار وحشی درندے پال رکھے ہیں۔''

''وحشی درندے۔'' فریدی نے تعجب کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔ ''آپ نے تو ابھی کہا تھا کہ وہ ڈاکٹر ہیں۔ بھلا ڈاکٹروں کا وحشی درندوں سے کیا کام۔''

''وہ ڈاکٹر بھی عجیب ہیں۔'' اشرف نے کہا۔ ''میں نے سنا ہے کہ وہ کوئی بالکل نئے قسم کے تجربات کر رہے ہیں۔''

''کس سلسلے میں......؟'' فریدی نے پوچھا۔

''وضاحت کے ساتھ تو مجھے معلوم نہیں، لیکن اتنا سنا ہے کہ وہ آدمی کی کایا پلٹ کر دیتے ہیں۔''

''چیز بڑی دلچسپ ہے۔'' فریدی نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔

''اور اس سے بھی زیادہ دلچسپ ان کے سائن بورڈ ہیں۔'' اشرف ہنستا ہوا بولا۔

''ایک سائن بورڈ پر لکھا ہے بزدلوں کو شیر بنانے کا کارخانہ، خیر یہ تو کوئی ایسی بات نہیں۔ لیکن دوسرا سائن بورڈ تو بالکل ہی احمقانہ ہے۔ اس پر لکھا ہے یہاں ٹوٹے پھوٹے آدمیوں کی مرمت کی جاتی ہے۔''

سب لوگ بے ساختہ ہنس پڑے لیکن فریدی ضرورت سے زیادہ سنجیدہ ہو گیا۔

''آپ لوگ کیا کہہ رہے ہیں۔'' فریدی تھوڑی دیر خاموش رہ کر بولا۔

''خود چل کر دیکھ لیجئے گا۔'' اشرف نے کہا۔

''ایسے موقع پر حمید صاحب کی کمی بہت شدت سے محسوس ہوگی۔'' ثریا بولی۔

''مجھے امید ہے کہ اس سے جھریالی پر ضرور ملاقات ہوگی۔'' فریدی نے کہا۔

''کیا کہہ کر گئے ہیں۔'' شہناز نے پوچھا۔

''کہہ کر تو نہیں گیا......لیکن انداز سے یہی معلوم ہوتا ہے کیونکہ مچھلیوں کے شکار کا سامان گھر پر موجود نہیں تھا۔''

''تب تو وہ یقیناً وہیں گئے ہیں۔ لیکن اس طرح جانے کی کیا ضرورت تھی۔''

''ضرورت تو وہی جانے۔ اسے دوسروں کو تنگ کرنے میں لطف آتا ہے۔ وہ محض اسی لئے کار لے کر چلا گیا کہ میں تھوڑی دیر تک جھنجھلاہٹوں کا شکار رہوں۔'' فریدی نے کہا۔

''عجیب آدمی ہیں۔'' ثریا بولی۔

''میرا ہی جگرا ہے کہ اس کے نخرے سنبھالتا ہوں۔'' فریدی شہناز کی طرف دیکھ کر بولا۔ ''ہر ایک کے بس کا روگ نہیں۔''

"تو یہ آپ شہناز کو کیوں سنا رہے ہیں۔" ثریا ہنس کر بولی۔

شہناز نے اُسے گھور کر دیکھا اور فریدی مسکرانے لگا۔

"میں انہیں اس لئے سنا رہا ہوں کہ اب بھی اپنا فیصلہ بدل دیں۔" فریدی بولا اور شہ
جھینپ گئی۔

"اب زیادہ نہ چھیڑیئے، ورنہ یہ اس کی کسر یہ صاحب سے نکال لیں گی۔" شیلا نے کہا

تقریباً دو گھنٹے بعد وہ لوگ جھریالی پہنچ گئے۔ یہ ایک پرفضا مقام ہے بلکہ اگر اسے شکا
کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔ تقریباً دو میل کے رقبے میں ایک خوبصورت جھیل پھیلی ہوئی ہے ج
کے چاروں طرف سرسبز جنگل ہیں جو زیادہ گھنے نہیں دراصل اسی جھیل ہی کا نام جھریالی ہے۔ ا
کے ساتھ ہی ساتھ اس کے قرب و جوار کا علاقہ بھی اسی نام سے پکارا جانے لگا ہے۔ یہاں ہ
اور بارہ سنگھوں کا بہت اچھا شکار ہوتا ہے۔ کبھی کبھار وحشی درندے بھی مل جاتے ہیں جن
تیندوا تو بہت ہی عام ہے جھیل میں مچھلیوں کا اچھا خاصا شکار ہوتا ہے۔"

تھوڑی دور پر فریدی کو اس کی کار کھڑی دکھائی دی۔

"لیکن حمید کہاں گیا۔" فریدی نے کہا۔

"کہیں ہوں گے۔" شہناز لاپرواہی سے بولی۔

دفعتاً قریب کی جھاڑیوں میں جنبش ہوئی۔ حمید نے سر نکال کر باہر دیکھا اور پھر اسی ط
پیچھے ہٹ گیا جیسے کوئی بات ہی نہ ہو۔

سب لوگ جھاڑیوں میں گھس گئے۔ حمید نے مچھلی پھنسانے کی ڈوریں جگہ جگہ لگا رکھی تھ
اور ایک پتھر سے ٹیک لگائے بیٹھا پائپ پی رہا تھا۔

ان لوگوں کے وہاں پہنچ جانے پر بھی اس میں کسی قسم کی کوئی تبدیلی نہ ہوئی۔

"منانے والوں کو دیکھ کر لوگ روٹھا ہی کرتے ہیں۔" ثریا ہنس کر بولی۔

"کیا مطلب......؟" شیلا بولی۔

"فریدی صاحب اور شہناز جیسے قدردانوں کی موجودگی بھلا کسے نصیب ہوگی۔"

حمید کے رویہ سے ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے وہ بہرا ہو گیا ہو۔ دفعتاً اس نے ایک ڈو

چرخی چلانی شروع کی اور ایک بڑی سی مچھلی کو پانی سے کھینچ کر باہر نکال لیا۔

"بہت اچھے...... بہت اچھے۔" ثریا اور شیلا تالیاں بجاتی ہوئی چیخیں۔

"اور وہ تجربہ گاہ۔" فریدی اشرف کی طرف استفہامیہ نظروں سے دیکھتا ہوا بولا۔

"ان درختوں کے پیچھے۔" اشرف نے ایک طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

"اچھا تو آپ لوگوں کا کیا پروگرام ہے۔" فریدی نے بلند آواز میں پوچھا۔

"ہم سب پہلے اس عجیب و غریب تجربہ گاہ کو دیکھیں گے۔" عورتوں نے یک زبان ہو کر کہا۔

"ضرور دیکھئے۔" حمید اچانک بولا۔ "قریب قریب آپ سبھی کافی ٹوٹے پھوٹے ہیں۔"

"تو کیا تم اسے دیکھ آئے ہو۔" فریدی نے پوچھا۔

"دیکھنا کیسا...... میں نے تو اپنا نام بھی رجسٹر میں درج کرا دیا ہے۔ ایک ماہ بعد میرا نمبر
آئے گا۔"

"کیا مطلب......؟" فریدی نے پوچھا۔

"شیر بننے کا ارادہ ہے۔" حمید نے سنجیدگی سے کہا۔

"یعنی......؟"

"دلچسپی کا مشغلہ ہاتھ آ گیا ہے دونوں پرلے سرے کے احمق ہیں۔"

"انہیں ڈاکٹروں کا تذکرہ کر رہے ہو۔"

"جی ہاں...... ایک انگلینڈ ریٹرن ہے اور دوسرا جرمنی سے ڈگری لے کر آیا ہے۔"

"خیر وہ تو سب ہے لیکن آپ وہاں سے اس طرح بھاگے کیوں؟" شہناز نے تیوری چڑھا کر کہا۔

"تاکہ آپ لوگوں کے کھانے پینے کا معقول انتظام کر سکوں۔ میرے خیال سے اب آپ
اس مچھلی کو ادھیڑنا شروع کر دیجئے۔" حمید نے کہا۔

"مچھلی تو بعد میں ادھیڑ لی جائے گی۔" ثریا بولی۔ "شہناز کا خیال پہلے آپ ہی کو ادھیڑنے
کا ہے۔"

حمید نے شہناز کی طرف ایسی بے بسی اور مسکینیت سے دیکھا کہ اسے بیساختہ ہنسی آ گئی۔

"آپ کا خیال غلط ہے۔" حمید نے ثریا سے کہا۔ "آپ خواہ مخواہ لوگوں کو بہکاتی پھرتی ہیں۔"

"اچھا تو کون کون چل رہا ہے۔" فریدی نے کہا۔

سب کے سب تیار ہو گئے۔

"کہاں بیکار وقت برباد کرنے جاؤ گی۔" حمید نے آہستہ سے شہناز سے کہا۔

"آپ سے مطلب......!" شہناز نے کہا اور فریدی کے ساتھ ہو لی۔

حمید بدستور بیٹھا چرخیاں گھماتا رہا۔

اشرف فریدی وغیرہ کی رہنمائی کر رہا تھا۔ درختوں کے جھنڈ سے گزرتے ہوئے وہ لوگ ایک عمارت کی چار دیواری کے قریب پہنچے۔ پھاٹک پر ایک نیپالی پہرے دار بیڑی پی رہا تھا ان لوگوں کو پھاٹک کی طرف آتا دیکھ کر وہ کھڑا ہو گیا۔

"کدھر جانا مانگتا۔" وہ بولا۔

"اندر......ڈاکٹر صاحب سے ملنا ہے۔" فریدی نے کہا۔

"اچھا ٹھہرو......ہم جا کر بولتا۔" پہرے دار نے کہا اور اندر چلا گیا۔

تھوڑی دیر بعد لوٹا۔

"چلو......!"

"فرمائیے......میں کیا خدمت کر سکتا ہوں۔" ڈاکٹر نے کہا۔

"ہمیں آپ کا سائن بورڈ یہاں تک کھینچ لایا ہے۔"

"اوہ......!" ڈاکٹر ہنستا ہوا بولا۔ "یہ ہندوستان ہے اگر ہم اس طرح کی حرکت نہ کریں تو کوئی ہماری طرف دھیان ہی نہ دے۔"

"مگر یہاں اس ویرانے میں تو بہت کم لوگ آتے ہوں گے۔" فریدی نے کہا۔

"آپ کا خیال درست ہے۔" ڈاکٹر بولا۔ "لیکن ابھی ہم زیادہ بھیڑ چاہتے بھی نہیں ہیں۔"

"ایسی صورت میں یہاں اس قسم کے سائن بورڈ لگانے کی کیا ضرورت تھی۔" فریدی ہنس کر بولا۔ "ظاہر ہے کہ آپ نے یہ محض لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کرنے کے لئے لگائے ہیں۔"

"ان بورڈوں کا صرف یہی مقصد نہیں ہے۔" ڈاکٹر مسکرا کر بولا۔ "یہ بھی طبی دنیا میں ایک نئے قسم کا تجربہ ہے۔"

"تجربہ......" فریدی نے حیرت کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔

"جی ہاں۔" ڈاکٹر پر سکون لہجے میں بولا۔ "اگر آپ کو جلدی نہ ہو تو میں وضاحت کے ساتھ سمجھانے کی کوشش کروں گا۔"

"مجھے خوشی ہوگی۔" فریدی نے بیٹھتے ہوئے کہا۔ اس کے ساتھی بھی کرسیوں پر بیٹھ گئے۔

"یہ تو آپ جانتے ہی ہیں کہ امراض کی صحیح تشخیص کرنا بہت ہی مشکل کام ہے۔"

"جی ہاں......!" فریدی نے جواب دیا۔

"ہماری تھیوری یہ ہے کہ اگر جسم کے سارے اعضاء تھوڑی دیر کے لئے ڈھیلے ہو جائیں یعنی ان پر کسی قسم کا زور نہ پڑے تو ایسی حالت میں مرض کی تشخیص میں کوئی خاص دقت نہیں ہوتی۔ لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ایسی حالت پیدا کس طرح کی جائے۔ ہم لوگ انسانی فطرت اور اس کی جذباتی زندگی کا گہرا مطالعہ کرنے کے بعد اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ صرف خوشی ہی کا جذبہ ایسا ہے جو انسان کے جسم اور ذہن کو ایسی حالت میں لے آتا ہے جسے ہم سکون تو نہیں کہہ سکتے البتہ اس سے ایک ملتی جلتی حالت ہے۔ جسم میں اعضاء ایک قسم کا ڈھیلا پن محسوس کرتے ہیں یعنی ان پر کسی قسم کا دباؤ نہیں پڑتا۔ لہٰذا ہم مریضوں کا طبی معائنہ کرنے سے قبل انہیں خیالات کے تحت ہنسنے پر مجبور کر دیتے ہیں۔ مثال کے طور پر ہمارا سائن بورڈ دیکھتے ہی آپ کو ہنسی آئی ہوگی۔ لوگوں کو ہنسانے کے اور بھی بہتیرے طریقے ہم لوگ استعمال کرتے ہیں۔ مثلاً کارٹون دکھانا مذاحیہ ریکارڈ سنانا، مسخروں کی نقلیں دکھانا وغیرہ وغیرہ۔ ہم ان سے اس طرح کے بے ڈھنگے سوالات کرتے ہیں کہ انہیں بے ساختہ ہنسی آئے۔ مثلاً میں آپ سے یہ پوچھوں کہ جب آپ بکری کے پیٹ سے پیدا ہوئے تھے تو اس وقت آپ کی کیا عمر تھی تو آپ کو بے ساختہ ہنسی آ جائے گی۔"

"لیکن مجھے افسوس ہے کہ مجھے قطعی ہنسی نہیں آئی۔" فریدی نے سنجیدگی سے کہا اور سب لوگ ہنسنے لگے۔

"محض اس لئے کہ میں نے آپ کو سب کچھ بتا دیا ہے لیکن اگر میں انتہائی سنجیدگی کے عالم میں طبی معائنہ کرتے وقت آپ سے یہی سوال کرتا تو آپ اپنی ہنسی کسی صورت سے نہ روک

سکتے۔"

"ہاں یہ ممکن ہے۔" فریدی نے کہا۔

"آپ لوگ کہاں سے تشریف لائے ہیں۔" ڈاکٹر نے تھوڑی دیر خاموش رہنے کے بعد

"ہم لوگ شہر سے شکار کھیلنے کی غرض سے آئے ہیں لیکن آپ کا سائن بورڈ دیکھ کر کچھ بھول گئے۔" فریدی نے ہنس کر کہا۔ پھر سنجیدگی سے بولا۔ "آپ لوگوں کا کارنامہ واقعی ستائش ہے۔ طبی دنیا میں آپ کی یہ تھیوری یقیناً ایک بہت بڑا انقلاب پیدا کردے گی۔"

"شکریہ......!" ڈاکٹر نے کہا۔ "لیکن ابھی آپ ہمارے طریقہ علاج سے واقف نہیں"

"اگر اس سے بھی مستفید ہو سکوں تو اپنی خوش قسمتی سمجھوں گا۔" فریدی نے کہا۔

"ضرور......ضرور......!" ڈاکٹر نے کہا۔ "آئیے میرے ساتھ۔"

ڈاکٹر اٹھا اسی کے ساتھ فریدی کے ساتھی بھی اٹھ گئے۔ وہ انہیں متعدد کمروں اور بر سے گھماتا ہوا ایک دوسری عمارت میں لایا۔ فریدی محسوس کر رہا تھا کہ اس عمارت کے بنوا ہزاروں روپے صرف ہوئے ہوں گے۔ جب وہ اس ڈاکٹر کی حماقت آمیز اور بے سروپا غور کرتا تو اسے حیرت ہونے لگتی۔ آخر یہ کیا تماشہ ہے یہ لوگ یونہی بے مصرف تو اتنا پیسہ نہیں کر رہے ہیں۔ ان حماقتوں کے پردے میں کوئی بہت ہی خطرناک قسم کی سنجیدگی کام ہے۔ وہ لوگ ایک بہت بڑے کمرے میں آئے یہاں سائنسی تجربات کرنے کے بہ آلات رکھے ہوئے تھے۔ ایک طرف ایک زندہ چیتا پڑا ہوا تھا جس کے چاروں پیر رسیوں جکڑے ہوئے تھے۔ اس کے جبڑوں کے گرد ایک تار لپیٹ دیا گیا تھا تاکہ وہ اپنا منہ نہ سکے۔ دوسرا ڈاکٹر ایک آلے کی مدد سے اس کے جسم سے خون نکال کر ایک برتن میں اکٹھا تھا۔ اس سے کچھ دور ہٹ کر چند لوگ کھڑے تجربے کو حیرت کی نظروں سے دیکھ رہے تھے کے حلق سے درد و کرب کی وجہ سے عجیب قسم کی گھٹی گھٹی سی آوازیں نکل رہی تھیں۔ وہ ہونے کے لئے زور مار رہا تھا۔ لیکن بندش اتنی سخت تھی کہ جنبش کرنا بھی دشوار معلوم ہو فریدی اپنے ہمراہی ڈاکٹر سے اس کے متعلق کچھ پوچھنے کا ارادہ کر رہا تھا کہ دفعتاً چیتے کے چڑھا ہوا تار کھسک کر زمین پر آ رہا اور چیتے نے ایک چیخ ماری۔ مگر چیتے کی چیخ تھی یا بکر

آواز۔ وہاں پر کھڑے ہوئے سارے لوگ بوکھلا گئے۔ چیتا بدستور بکرے کی آواز میں چیخے جا رہا تھا۔ دوسرے ڈاکٹر کے چہرے پر ہوائیاں اڑنے لگیں۔ اس نے فریدی کے ساتھی ڈاکٹر کی طرف گھبرا کر دیکھا۔ فریدی کو بے ساختہ ہنسی آ گئی۔ اس کے ساتھ والے ڈاکٹر نے بھی قہقہہ لگایا۔

"دیکھا آپ نے۔" اس نے فریدی کی طرف مخاطب ہو کر کہا۔ "ہم لوگ اپنے مریضوں کو بنانے کے لئے ایسے طریقے اختیار کرتے ہیں۔"

"میں آپ کا مطلب نہیں سمجھا۔" فریدی نے کہا۔

"یہ سچ مچ بکرا ہے۔"

"بکرا......!" فریدی نے متحیر ہو کر دہرایا۔

"جی ہاں ہم نے اس پر چیتے کی کھال چڑھا دی تھی۔"

"بہت خوب۔" فریدی اسے تعریفی نظروں سے دیکھتا ہوا بولا۔ "واقعی آپ لوگوں نے بہت ہی نفسیاتی قسم کے طریقے ایجاد کر رکھے ہیں۔"

"اور آپ نے ابھی ہمارا طریقہ علاج تو دیکھا ہی نہیں۔" ڈاکٹر نے مسکرا کر کہا۔

"اگر آپ اس پر بھی کچھ روشنی ڈال سکیں تو ممنون ہوں گا۔" فریدی بولا۔

"ضرور ضرور، اس طرف تشریف لائیے۔" ڈاکٹر نے ایک دروازے میں داخل ہو کر کہا۔

اس کمرے میں چاروں طرف چھوٹے بڑے کٹہرے لگے ہوئے تھے جن میں انواع و اقسام کے جنگلی جانور بند تھے۔ ان لوگوں کے داخل ہوتے ہی ایک چھوٹا سا سرخ رنگ کا بندر تیز اور باریک آواز میں چیخا بالکل ایسا معلوم ہوا جیسے کسی ریلوے انجن نے سیٹی دی ہو۔ شہناز وغیرہ سہم گئیں۔

"ڈریئے نہیں۔" ڈاکٹر عورتوں کی طرف دیکھ کر بولا۔ "اول تو ان میں کوئی درندہ نہیں۔ دوسرے یہ کہ ان سب کے کٹہرے مقفل ہیں۔"

"ہاں تو آپ اس کٹہرے میں ایک کتا بھی دیکھ رہے ہیں۔" ڈاکٹر نے کہا۔

"وہ آئیرڈیل ٹیریئر ہے نا......!" فریدی نے کہا۔

"غالباً آپ کو کتوں سے خاصی دلچسپی ہے۔" ڈاکٹر نے کہا۔

"کچھ یونہی سی۔" فریدی بولا۔

"خیر تو اگر میں اس آئیر ڈیل ٹیریئر کو اس لومڑی کے کٹہرے کے قریب چھوڑ دوں
ہوگا۔" ڈاکٹر نے کہا۔

"لومڑی سہم جائے گی۔" اشرف بولا۔

"ٹھیک.....!" ڈاکٹر نے مسکرا کر کہا۔ "لیکن ٹھہریئے میں آپ کو ایک دلچسپ تماشہ دکھاتا ہ
وہ کمرے سے چلا گیا۔ فریدی وغیرہ کٹہروں کے جانور دیکھنے لگے۔

تھوڑی دیر بعد ڈاکٹر واپس آ گیا۔ اس کے ہاتھ میں انجکشن لگانے والی سرنج تھی
اس نے کتے کو کٹہرے سے نکال کر لومڑی کی طرف اشارہ کیا۔ وہ کٹہرے پر جھپٹ پڑا
خوفزدہ آوازیں نکالتی ہوئی ایک طرف سمٹ گئی۔ ڈاکٹر نے کتے کو پکڑ کر دوبارہ کٹہرے
کر دیا اور پھر لومڑی کی ایک ٹانگ پکڑ کر سلاخوں کے باہر کھینچتے ہوئے اس میں انجکشن د
لومڑی نے چیخ مار کر ٹانگ اندر کھینچ لی۔

لومڑی تھوڑی دیر تک بیٹھی کانپتی رہی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے اسے سردی لگ رہی ہ
اچانک اس نے آہستہ آہستہ غرانا شروع کر دیا۔ بالکل اسی طرح جیسے کوئی کتا اپنے کسی حر
دیکھ کر غراتا ہے۔ ڈاکٹر نے کتے کو دوبارہ کٹہرے سے نکالا۔ لومڑی کی غراہٹ اور تیز ہ
اس بار اس کے کٹہرے پر جھپٹنے کے بجائے دور کھڑا لومڑی کی طرف گھور رہا تھا۔ ایسا معلو
تھا جیسے وہ کسی شبے میں پڑ گیا ہو۔ دفعتاً ڈاکٹر نے لومڑی کا کٹہرہ کھول دیا اور وہ کتے پر
پڑی۔ کتا شائد اس غیر متوقع حملے کے لئے تیار نہیں تھا۔ وہ اچھل کر ایک طرف ہو گیا۔ لومڑ
اس پر پھر حملہ کیا اس ہنگامے میں ثریا وغیرہ کے منہ سے چیخیں نکل گئیں۔ ڈاکٹر نے ہنسے
لومڑی کو پکڑا اور اسے پھر کٹہرے میں دھکیل کر کھڑکی بند کر دی۔ لومڑی بدستور غرائے جار
کتا چپ چاپ کٹہرے میں چلا گیا۔

"دیکھا آپ نے.....!" ڈاکٹر فریدی کی طرف دیکھ کر بولا۔

فریدی نے سر ہلا دیا۔ وہ بالکل خاموش تھا اور ضرورت سے زیادہ سنجیدہ۔ اس کے ہونٹ
ہوئے تھے۔ آنکھوں کے حلقے اس طرح تنگ ہو گئے تھے جیسے وہ حال کی چکا چوند سے نظر

کر مستقبل میں جھانکنے کی کوشش کر رہا ہو۔

"لومڑی پر اس انجکشن کا اثر عارضی ہے۔" ڈاکٹر بولا۔ "تھوڑی دیر بعد وہ ہوش میں
جائے گی۔ یہ وہ نسخہ ہے جو نازی ڈاکٹر نے ایجاد کیا تھا۔ پچھلی جنگ عظیم میں اسے بڑی شدت
سے استعمال کیا گیا۔ قریب قریب ہر لڑنے والے نازی کو اس قسم کے انجکشن دیئے جاتے تھے۔"

"اوہ.....!" فریدی کے منہ سے حیرت زدہ آواز نکلی۔

"لیکن ہم نے اس میں بہت سی تبدیلیاں کر دی ہیں۔ ہم اس انجکشن کے ذریعہ بزدلوں کو
ت والا بنا سکتے ہیں۔ اس سلسلے میں ہم کئی ایک تجربے اور کر رہے ہیں۔ اس انجکشن کو ذرا کچھ
تیز کر دیا جائے تو تپ دق کے مریض اس سے اچھے ہو سکتے ہیں۔"

"آپ لوگوں کے کارنامے قابل قدر ہیں۔" فریدی نے کہا۔ "میں کبھی آپ لوگوں سے
تفصیلی ملاقات کروں گا۔"

"یہ میرا کارڈ اور یہ میرے ساتھی کا۔" ڈاکٹر نے دو ملاقاتی کارڈ فریدی کی طرف بڑھاتے
ہوئے کہا۔ "غالباً اب آپ لوگ شکار کھیلیں گے۔ لیکن کوئی درندہ شاید ہی آپ کو مل سکے۔"

"کیوں.....؟" فریدی نے حیرت سے پوچھا۔ "تیندوے تو یہاں بکثرت ملتے ہیں۔"

"کبھی تھے لیکن اب نہیں۔" ڈاکٹر بولا۔ "ان سب کو ہم نے اپنی تجرباتی مہم میں کھپا دیا۔"

"تجرباتی مہم۔" فریدی نے متعجبانہ انداز میں دہرایا۔

"جی ہاں..... بعض اوقات ہم وحشی درندوں کا خون انسان کے جسم میں ڈال کر اس کی
نفسی خامیاں دور کرتے ہیں۔"

"اوہ.....!" فریدی نے کہا۔ "اچھا ڈاکٹر..... اس تکلیف کا بہت بہت شکریہ۔ آپ
لوگوں سے مل کر بڑی خوشی ہوئی۔ میں کوئی فرصت کا موقع نکال کر آپ سے ضرور ملوں گا۔"

فریدی وغیرہ ڈاکٹر سے مصافحہ کر کے کمپاؤنڈ سے باہر چلے آئے۔ پھاٹک سے گزرتے
وقت فریدی نے نیپالی چوکیدار کے ہاتھ میں ایک پانچ روپے کا نوٹ رکھ دیا۔

"میرے خیال سے تو اس کی کوئی ضرورت نہ تھی۔" شہناز نے راستے میں فریدی سے کہا۔

"اس قسم کی ضرورتیں میں ہی سمجھتا ہوں۔" فریدی مسکرا کر بولا۔

یہ لوگ وہاں پہنچے جہاں سرجنٹ حمید مچھلیوں کا شکار کھیل رہا تھا۔ اس نے دو تین کافی
قسم کی مچھلیاں شکار کر لی تھیں اور اب گھنی جھاڑیوں کی چھاؤں میں اوندھا لیٹا پائپ پی رہا
فریدی کو دیکھتے ہی اچھل کر کھڑا ہو گیا۔

"فرمایئے...... کوئی نئی شرارت۔" فریدی نے مسکرا کر کہا۔

"جی نہیں...... آپ کیلئے دل چسپی کا مشغلہ اور اپنے لئے ایک مستقل آفت۔" حمید نے

"کیا مطلب......؟" فریدی نے کہا۔

"ابھی بتاتا ہوں۔" حمید نے آہستہ سے کہا اور پھر عورتوں سے مخاطب ہو کر بولا۔ "
لوگوں کے لئے یہ جگہ سب سے بہتر رہے گی۔ یہاں کافی سایہ ہے اور صاف و شفاف زمین
مچھلیاں بھی کافی ہیں۔ آپ لوگ اسٹوپ وغیرہ تو ساتھ لائی ہی ہوں گی اور اس کے بعد
سے زیادہ اہم بات یہ ہے کہ بھوک لگ رہی ہے۔"

ثریا اپنی کار سے ضروری سامان نکال لائی۔ شیلا مچھلیاں ادھیڑنے لگی، اشرف گھا
لیٹ کر ایک کتاب دیکھنے لگا۔ ثریا اور شہناز اسٹوپ ٹھیک کرنے میں مشغول ہو گئیں۔

"اگر دو چار تیتر بھی مل جائیں تو کیا کہنا۔" فریدی نے بندوق اٹھاتے ہوئے کہا۔
گھوم پھر کر دیکھتا ہوں۔"

حمید بھی اس کے ساتھ ہو لیا۔

"کیوں! کیا کہہ رہے تھے۔" فریدی نے تھوڑی دور چلنے کے بعد پوچھا۔

حمید نے پتلون کی جیب سے ایک ہار نکال کر فریدی کی طرف بڑھا دیا۔

"یہ کیا۔" فریدی ہار کو ہاتھ میں لے کر دیکھتے ہوئے بولا۔ "ارے یہ تو ہیروں کا
نہایت عمدہ قسم کے ہیرے...... تمہیں کہاں سے ملا۔"

"یہ بعد کو بتاؤں گا۔" حمید نے کہا۔ "آپ یہ بتایئے کہ آپ اس ہار کے بارے میں
جانتے ہیں۔"

"عجیب احمق آدمی ہو۔" فریدی نے کہا۔ "ہار تمہارے پاس ہے اور اس کے متعلق میں بتاؤں"

"خیر تو پھر میں ہی بتاؤں۔" حمید بولا۔ "آپ نے پرسوں کے اخبار میں کرنل سعید کی

سالہ بچی کی گم شدگی کا حال پڑھا تھا۔"

"نہیں......!" فریدی نے جواب دیا۔

"خیر...... میں نے پڑھا تھا۔ میں ان لوگوں میں سے ہوں جو خبریں پڑھ چکنے کے بعد
اشتہار تک چاٹ ڈالتے ہیں۔"

"آگے کہو۔" فریدی بولا۔

"یہ ہار وہ لڑکی پہنے ہوئے تھی۔"

"تمہیں کیسے معلوم ہوا۔"

"اخبار میں یہ بھی تھا۔"

"لیکن اس کا کیا ثبوت کہ یہ وہی ہار ہے۔"

"ثبوت ابھی پیش کرتا ہوں۔" حمید نے کہا اور ہار کے سب کے بڑے پھول کے پشت پر
لگے ہوئے سونے کے ڈھکن کو اٹھا کر فریدی کے سامنے پیش کر دیا۔ ڈھکن میں اندر کی جانب ایک
ہوئی سی تصویر فٹ تھی۔ کسی خوبصورت اور نوجوان عورت کی تصویر۔

"کیا تم اس عورت کو پہچانتے ہو۔" فریدی نے پوچھا۔

"نہیں......!" حمید نے جواب دیا۔

"پھر یہ ثبوت کیسا......!"

"اخبار میں اس تصویر کا تذکرہ تھا۔"

"تمہیں یہ ہار ملا کہاں سے۔" فریدی نے پوچھا۔

"ایک مچھلی کے جبڑوں میں اٹکا ہوا تھا۔"

"کیا......!" فریدی نے حیرت سے کہا۔

"جی ہاں۔"

"اچھا تمہیں پھر اس لڑکی کے بارے میں کچھ معلوم ہوا تھا یا نہیں۔"

"نہیں......!"

"ہوں......!" فریدی نے کہا اور کچھ سوچنے لگا۔

"ان دونوں ڈاکٹروں کے متعلق تمہارا کیا خیال ہے۔" وہ تھوڑی دیر بعد بولا۔

"کام تو قاعدے کا کر رہے ہیں مگر طریقہ کار بالکل احمقانہ ہے۔"

"کیا تم نے بھی کوئی احمقانہ حرکت دیکھی۔"

"جی ہاں ایک زندہ چیتے کے ہاتھ پیر باندھ کر اس کے جسم سے خون نکال رہے تھ

"لیکن......وہ چیتا نہیں بلکہ بکرا تھا۔"

"بکرا......!" حمید قہقہہ لگاتا ہوا بولا۔ "چلئے آپ نے اور بھی بتا دیا۔"

"درحقیقت وہ بکرا ہی تھا۔" فریدی نے کہا اور مختصر الفاظ میں سارے واقعات حمید ک
ہوا بولا۔ "صرف ایک چیز مجھے ان کے خلاف شبہے میں مبتلا کر رہی ہے۔"

"وہ کیا......!"

"بکرے کے بول پڑنے پر ڈاکٹر آصف کا بوکھلا جانا اور دفعتاً میرے ساتھ والے
وحید کا قہقہہ لگا کر اس کا جواز پیش کرنا۔ اگر درحقیقت اس حرکت سے ان کی وہی مراد تھی جو
نے مجھے بتائی تو ڈاکٹر آصف کے گھبرا جانے کی کیا وجہ ہو سکتی ہے بہرحال یہاں حماقت
پردے میں کوئی بہت ہی بھیانک ڈرامہ کھیلا جا رہا ہے۔"

"مجھے بھی کچھ ایسا ہی محسوس ہو رہا ہے۔" حمید نے کہا۔ "ورنہ اس ویران مقام پر تجر
قائم کرنے کا کیا مقصد ہو سکتا ہے۔"

"خیر اس کیلئے تو وہ نہایت عمدہ بہانہ تراش سکتے ہیں۔" فریدی بولا۔ "چونکہ ان کے تجر
وحشی درندوں سے متعلق ہیں۔ اس لئے انہوں نے اس کے لئے ایک ویران جگہ منتخب کی۔"

حمید خاموش ہو گیا۔

"اس ہار کو احتیاط سے جیب میں رکھ لو۔" فریدی نے کہا۔ "ان لوگوں کے سامنے ا
تذکرہ نہ کر کے تم نے عقل مندی سے کام لیا۔"

"تو اس سلسلے میں کیا کرنا چاہئے۔" حمید نے کہا۔

"کرنل سعید سے ملے بغیر کچھ نہیں کیا جا سکتا۔" فریدی نے کہا۔ "ممکن ہے بچی مل گئی ہو"

"لیکن یہ ہار یہاں جھیل میں کیسے پہنچا۔"

"بھئی تم بھی کمال کرتے ہو۔ ابھی یہی نہیں کہا جا سکتا کہ یہ وہی ہار ہے۔ محض تصویر کی بناء
پر اس کے متعلق کوئی رائے قائم کر لینا درست نہیں سمجھتا۔"

حمید پھر خاموش ہو گیا۔ فریدی کچھ سوچنے لگا تھا۔ سیخ پروں کا جھنڈ شور مچاتا ہوا ان کے اوپر
سے گزر گیا۔ دونوں رک گئے۔ انہیں توقع تھی کہ یہ جھنڈ دو تین چکر لگانے کے بعد یہیں جھیل میں
گرے گا۔ وہ تھوڑی دیر تک انتظار کرتے رہے۔ لیکن ان کا خیال غلط نکلا۔ سیخ پروں نے دو چکر
لگائے اور پھر مشرق کی طرف اڑتے چلے گئے۔

"غالباً یہ اگلے تالاب میں گریں گے۔" فریدی نے کہا۔

"کون سا تالاب......!" حمید نے پوچھا۔

دونوں اسی طرف روانہ ہو گئے جدھر سیخ پروں کا جھنڈ گیا تھا۔ کھیتوں اور جھاڑیوں سے نکل
کر وہ ایک کچی اور کشادہ سڑک پر آ گئے۔ مطلع ابر آلود تھا۔ کبھی کبھی سورج بادلوں سے نکل کر اپنی
تیز کرنیں پھیلانے لگتا۔ جہاں یہ لوگ چل رہے تھے سڑک کے دونوں طرف کھائیاں تھیں جن پر
سرکنڈے کی گھنی جھاڑیاں تھیں۔

"شاید کوئی موٹر آ رہی ہے۔" فریدی نے پیچھے کی طرف مڑ کر دیکھتے ہوئے کہا۔

"موٹر کہاں......!" حمید بولا۔ "مجھے تو دکھائی نہیں دیتا۔"

"آواز تو سنائی دے رہی ہے لیکن شاید ابھی دور ہے۔ آؤ کھائیوں کے ادھر نکل چلیں ورنہ
گرد کے ایک طوفان سے مقابلہ کرنا پڑے گا۔"

دونوں داہنی طرف کی کھائیوں پر چڑھ کر دوسری طرف اتر گئے۔

تھوڑی دیر کے بعد سڑک پر موٹر کی آواز آئی اور پھر دفعتاً مشین بند کر دی گئی۔ حالانکہ یہ
کوئی ایسی خاص بات نہ تھی پھر بھی فریدی کی کھوجی طبیعت بے چین ہو گئی۔ وہ رک گیا۔ کھائی کے
قریب آ کر اس نے سرکنڈے کی جھاڑیوں سے سڑک کی طرف جھانکا۔ ایک ٹرک سڑک پر کھڑا
ہوا تھا۔ ڈرائیور نے نیچے اتر کر ادھر اُدھر دیکھا اور پھر اتنے میں حمید بھی فریدی کے قریب آ گیا۔
موٹر ڈرائیور موٹر کے نمبروں کی تختی تبدیل کر رہا تھا۔ اس نے پہلی تختی نکال لی اور اس کی
جگہ دوسرے نمبروں کی تختی لگا دی۔ تھوڑی دیر تک کھڑا ادھر اُدھر دیکھتا رہا پھر ٹرک پر بیٹھ کر انجن

اسٹارٹ کر دیا اور ٹرک چل دیا۔

حمید نے سوالیہ نظروں سے فریدی کی طرف دیکھا جس کے ماتھے پر بے شمار سلوٹیں ابھر آئی تھیں۔

دوسری عمارت

"یہ معاملہ کیا ہے۔" حمید نے کہا۔ "آج سارے کے سارے واقعات انتہائی پراسرار نظر آ رہے ہیں۔"

"اور اس کی شروعات تم ہی سے ہوئی۔" فریدی مسکرا کر بولا۔

"کیا مطلب......؟"

"یہ آج صبح ہی صبح تمہارا دماغ کیوں خراب ہو گیا تھا۔" فریدی نے کہا۔

"ہٹائیے ان باتوں کو۔" حمید بولا۔ "آخر اس نے ٹرک کے نمبر کیوں بدلے؟"

"بدلے ہوں گے بھئی۔" فریدی اکتا کر بولا۔ "وہ سنو! سیخ پروں کا شور سنائی دے رہا ہے۔ شاید ہم تالاب کے قریب پہنچ گئے ہیں۔"

وہ دونوں پھر چل پڑے۔ فریدی بدستور خیالات میں ڈوبا ہوا تھا۔ تالاب نزدیک ہی تھا سڑک سے تقریباً ایک فرلانگ کے فاصلے پر اونچے نیچے ٹیلوں کے درمیان تالاب کا پرسکون پانی سورج کی کرنوں کے لہریوں سے کھیل رہا تھا۔ مشرق کی سمت سے کچھ سیخ پر اور آئے اور چند لمحے پانی پر منڈلانے کے بعد نیچے گر گئے۔ حمید اور فریدی آہستہ آہستہ بڑھتے ہوئے ٹیلوں کے پار آئے۔ فریدی نے اپنی دو نالی بندوق اٹھائی۔ فائر ہوا۔ پرندے شور مچاتے ہوئے اڑے۔ دوسرا فائر ہوا اور دو تین اڑنے والوں میں سے بھی پانی میں گرے۔

"بہت خوب......!" حمید چیخا۔ "دو نالی بندوق کا صحیح استعمال صرف آپ جانتے ہیں۔"

"حمید تالاب میں اتر گیا۔" اس نے بدقت تمام چار پرندے نکالے دو سیخ پر جن کے بازو زخمی ہو گئے تھے کسی طرح ہاتھ نہ آئے۔

"میرے خیال سے تو اتنے ہی کافی ہوں گے۔" حمید بولا۔

"اگر تمہاری نیت بخیر رہی تو یقیناً ایسا ہی ہوگا۔" فریدی نے کہا۔

دونوں واپس ہونے کے ارادے سے کھائیوں کی طرف روانہ ہو گئے۔ آسمان پر پھیلے ہوئے بادل پھٹ کر ادھر اُدھر ٹکڑوں کی شکل میں بکھر گئے اور دھوپ تیزی سے چمکنے لگی تھی۔ کھائیوں کے قریب پہنچتے پہنچتے انہیں شدت سے پیاس لگ گئی۔ جیسے ہی وہ سرکنڈے کی جھاڑیاں ہٹاتے ہوئے اوپر چڑھے انہیں سامنے سڑک کے اس پار ایک عمارت دکھائی دی۔

"غالباً یہ وہی عمارت ہے جس کا تذکرہ اشرف نے کیا تھا۔" فریدی نے کہا۔

"آؤ چلیں شائد وہاں پانی مل سکے۔"

دونوں عمارت کی طرف بڑھے۔ قریب پہنچ کر انہیں مشینوں کے چلنے کی آواز سنائی دی۔

فریدی عمارت کے پھاٹک پر لگا ہوا بورڈ پڑھنے لگا۔ "یہاں خیموں کے ستون تیار کئے جاتے ہیں۔" پھاٹک کے اندر قدم رکھتے ہی سب سے پہلے ان کی نظر ایک ٹرک پر پڑی فریدی چونک پڑا۔ یہ وہی ٹرک تھا جس کے نمبر سڑک پر بدلے گئے تھے۔ حمید کچھ بولنے ہی والا تھا کہ فریدی نے اسے گھور کر دیکھا۔

کمپاؤنڈ میں کئی چھوٹے چھوٹے کمرے بنے ہوئے تھے۔ تین چار بڑے بڑے شیڈ تھے یہاں بانس اور لکڑی کے ڈھیر لگے تھے، ایک آدھ جگہ لکڑی کے برادے کے بڑے بڑے انبار بھی نظر آ رہے تھے۔ ایک چھوٹے سے کمرے کے دروازے پر ایک تختی لگی ہوئی تھی جس پر لکھا تھا "منیجر"۔

فریدی چق اٹھا کر اندر داخل ہو گیا۔ سامنے کرسی پر ایک دبلا پتلا معمر آدمی بیٹھا کچھ لکھ رہا تھا۔ فریدی اور حمید کو اس نے سوالیہ نگاہوں سے دیکھا۔

"مجھے افسوس ہے کہ میں کسی تجارتی مقصد کے تحت نہیں آیا۔" فریدی نے کہا۔

"تشریف رکھئے۔" منیجر مسکرا کر بولا۔ وہ ابھی تک انہیں استعجاب آمیز نظروں سے دیکھ رہا تھا۔

"بات دراصل یہ ہے کہ ہم لوگ پیاسے ہیں۔" فریدی نے کہا۔

"اوہ......!" وہ مسکرا کر بولا۔ "تشریف رکھئے۔" اور پھر ادھر اُدھر دیکھنے لگا۔ اس نے گھنٹی بجائی اور ایک آدمی اندر داخل ہوا۔

"آپ ان لوگوں کو پانی پلاؤ۔" اس نے کہا۔ نوکر کے چلے جانے کے بعد وہ پھر فریدی کی طرف مخاطب ہوا۔ "شاید آپ لوگ ادھر شکار کھیلنے کی غرض سے آئے تھے۔"

"جی ہاں......!"

"اس سے پہلے بھی کبھی آ چکے ہیں۔"

"اب سے تقریباً دو سال قبل۔" فریدی نے کہا۔ "اس وقت آپ کا کارخانہ یہاں نہیں تھا۔"

"جی ہاں...... ابھی حال میں یہاں کاروبار شروع کیا ہے۔ اس علاقے میں بانس بکثرت پیدا ہوتا ہے۔ اسی لئے یہاں شہر سے اتنی دور آنا پڑا۔"

"بہرحال یہ دیکھ کر خوشی ہوئی ہے کہ ہمارے یہاں بھی مغربی ممالک کے تاجروں کی طرح لوگ ترقی کی دھن میں لگے ہوئے ہیں۔" فریدی نے کہا۔

پانی پینے کی بعد دونوں اٹھ گئے اور منیجر پھر کام میں مشغول ہو گیا۔

سڑک کے قریب سے گزرتے وقت فریدی نے اس کے نمبروں کو غور سے دیکھنا شروع کیا جیسے انہیں وہ زبانی یاد کر لینا چاہتا ہو۔

"کیوں بھئی کیا خیال ہے۔" فریدی نے کہا۔ دونوں اب سڑک پر پہنچ چکے تھے۔

"کوئی سازش، کوئی جرم۔" حمید کچھ سوچتا ہوا بولا۔

"یہ تو ظاہر ہی ہے، تم نے کوئی نئی بات نہیں کہی۔" فریدی نے کہا۔ "بہرحال ہمیں ایک نئی دردسری کے لئے تیار ہو جانا چاہئے۔"

"وہ تو ظاہر ہی ہے۔" حمید نے کہا۔ "بعض اوقات مجھے ہنسی آنے لگتی ہے۔ کیا اس قسم کے سارے واقعات اور حادثات ہمارا ہی انتظار کیا کرتے ہیں اس بار کو شاید میرا ہی انتظار تھا۔ اگر موٹر ڈرائیور کو سڑک ہی پر نمبر تبدیل کرنا تھا ارے یہی کرنا تھا تو اس عمارت کے اندر پہنچ جانے پر یہ حرکت کی ہوتی۔ کیا یہ ضروری تھا کہ فریدی صاحب اسے دیکھ ہی لیں۔"

فریدی ہنسنے لگا۔

"اسی قسم کے اتفاقات مجرموں کی گرفت کا باعث ہوتے ہیں ورنہ سراغ رساں کوئی ولی اللہ یا دھرماتما تو ہوتا نہیں کہ پاتال کی خبریں لے آئے۔ مجرموں کی ذرا سی لغزش سراغ رساں کی

کامیابی بن جاتی ہے۔" فریدی نے کہا۔

"خیر ذرا جلدی قدم بڑھائیے۔ بھوک کے مارے بُرا حال ہو رہا ہے۔" حمید بولا۔

شہناز اسٹوپ پر مچھلی کے قتلے تل رہی تھی۔ اشرف نے دوبارہ مچھلیاں پکڑنے کے لئے کانٹے تالاب میں پھینک دیئے تھے اور ایک ڈور ہاتھ میں لئے بیٹھا اونگھ رہا تھا۔ شیلا اور ثریا گھاس پر کہنیوں کے بل لیٹی ہوئی انگریزی کے ایک رسالے میں تصویریں دیکھ رہی تھیں۔

"اس وقت شہناز کتنی اچھی لگ رہی ہے۔" حمید نے کہا۔

"مچھلیاں تل رہی ہیں نا۔" فریدی ہنس کر بولا۔ "پیٹو قسم کے عاشق اپنی محبوباؤں کو کھانا پکاتے دیکھ کر کافی محظوظ ہوتے ہیں۔"

"بہرحال خدا نے آپ کو اس نعمت سے محروم رکھا ہے۔" حمید جھینپی ہوئی ہنسی کے ساتھ بولا۔

"خدا ہر شریف آدمی کو اس نعمت سے محروم رکھے۔" فریدی نے کہا۔

"انگور کھٹے ہیں۔"

"اچھا ٹھہرو...... ابھی بتاتا ہوں کہ انگور کھٹے ہیں یا میٹھے ہیں۔" فریدی نے کہا اور شہناز کے قریب پہنچ کر پھر بلند آواز میں بولا۔ "میاں اگر عورت کھانا نہ پکائے تو مرد بھوکوں مرے اور سارا رومان رکھا رہ جائے۔"

"کیا بات ہے؟" شہناز نے فریدی سے پوچھا۔

"حمید صاحب فرماتے ہیں کہ انہیں کھانا پکاتی ہوئی عورت انتہائی لچر معلوم ہوتی ہے۔" فریدی سنجیدگی سے بولا۔

قبل اس کے کہ حمید کچھ کہتا شہناز نے اسٹوپ پر رکھا ہوا فرائی پین زمین پر الٹ دیا اور مچھلی کے قتلے ادھر اُدھر گھاس پر بکھر گئے اور شہناز منہ پھلا کر دور جا بیٹھی۔

"ارے ارے...... میں نے کب کہا تھا۔" حمید بوکھلا کر بولا۔ فریدی نے قہقہہ لگایا۔ ثریا، شیلا اور اشرف بھی ان کے قریب آ گئے۔

"ارے یہ کیا ہوا۔" ثریا حیرت سے شہناز کی طرف دیکھتی ہوئی بولی۔

"کچھ نہیں۔" فریدی ہنس کر بولا۔ "میاں حمید اب میٹھے انگور کھا کر پیٹ بھریں گے......

کیوں حمید۔"

حمید کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کیا جواب دے۔ جھنجھلاہٹ اور ندامت نے اسے کچھ بولنے ہی نہ دیا۔

"تو کیا پھر یہ دونوں لڑ گئے۔" شیلا نے کہا۔ "عجیب مصیبت ہے۔ ارے بھئی ہم لوگوں نے کیا قصور کیا تھا...... بھوک کے مارے بُرا حال ہو رہا ہے۔"

شہناز نے کوئی جواب نہ دیا۔ بدستور منہ پھلائے بیٹھی رہی۔ ثریا نے پھر سے فرائی پان اسٹوپ پر رکھا اور بچے ہوئے قتلے تلنے لگی۔ شیلا اور اشرف سیخ پروں کے پر نوچنے لگے۔

"آپ خواہ مخواہ......!" حمید فریدی کی طرف دیکھ کر بولا۔

"اچھا جی...... مجھ سے کیا مطلب۔"

"آپ نے خواہ مخواہ جھوٹ۔"

"انگور کھٹے ہیں نا۔"

"بہرحال آپ کا مذاق بھی خطرناک ہوتا ہے۔" حمید منہ لٹکا کر بولا۔

"میں یہ ثابت کرنا چاہتا تھا کہ انگور کھٹے نہیں ہیں۔ بلکہ اس قسم کے فضول نخرے برداشت کرنے کے لئے میرے پاس وقت نہیں۔" فریدی سنجیدگی سے بولا۔ "عورت بات بات پر روٹھتی ہے اور متوقع رہتی ہے کہ اسے کوئی منائے گا اور اگر اس کی یہ خواہش پوری نہیں ہوتی تو اسے زندگی ویران نظر آنے لگتی ہے۔ وہ یہ سمجھنے لگتی ہے کہ دنیا میں اس کا کوئی ہمدرد نہیں۔ اس کا دانستہ طور پر روٹھ جانا ایسی صورت میں کوئی اہمیت نہیں رکھتا جب کہ کوئی اسے منائے۔ لیکن اگر اس کی یہ توقع پوری نہ ہوئی تو یہی حالت ایک مستقل مظلومیت بن جاتی ہے اور یہ بھی سمجھ لو کہ کسی عورت کو مظلومیت کا خبط ہو گیا تو مرد کے لئے ایک مستقل عذاب بن جاتی ہے کیا سمجھے۔"

"جی ہاں بہت کچھ سمجھ گیا۔" حمید نے کہا۔ "دراصل آپ کا علم آپ کے لئے عذاب بن گیا ہے۔ آپ کبھی باقاعدہ قسم کی زندگی نہیں بسر کر سکتے۔ ایک سیدھا سادا سا مسئلہ عورت اور میاں اور بیوی آخر اسے اس قدر الجھانے کی کیا ضرورت ہے، ذہن انسانی کی ایک ایک رگ کریدنے سے فائدہ؟ آپ انڈا کھانے کے بجائے اس کی ماہیئت پر غور کرنے لگتے ہیں۔

ہوتا ہے کہ آپ کے ہاتھ ماہیئت ہی ماہیئت رہ جاتی ہے اور انڈا دوسرے چٹ کر جاتے ہیں اور پھر آپ کیا جانیں کہ اس روٹھنے اور منانے میں کتنا لطف ہے۔"

"تشریف لے جایئے نا۔" فریدی نے مسکرا کر کہا۔ "میں نے آپ کے لئے وہ پُر لطف موقع مہیا کر دیا۔ لیکن ذرا خیال رہے ابھی راستے میں جو واقعہ پیش آیا ہے اسے اپنے ہی تک محدود رکھئے گا اور وہ ہار والا معاملہ بھی۔"

حمید شہناز کے قریب جا کر بیٹھ گیا۔ ثریا اور شیلا ایک دوسرے کو دیکھ کر مسکرائیں۔ اشرف نے فریدی کو آنکھ ماری اور فریدی جھیل میں چھوٹی چھوٹی کنکریاں پھینک کر چھوٹے چھوٹے دائروں کا بننا بگڑنا دیکھتا رہا۔ چند لمحوں کے بعد وہ خیالات میں ڈوب گیا۔ اس سے چند گز کے فاصلے پر اشرف بیٹھا اونگھ رہا تھا۔ دفعتاً وہ فریدی کی ہنسی کی آواز سن کر چونک پڑا۔ فریدی خود بخود ہنس کر اس طرح سنجیدہ ہو گیا جیسے کوئی بات ہی نہ ہو۔ اشرف اسے حیرت سے دیکھنے لگا۔ اتفاقاً فریدی کی اور اس کی نظریں ملیں اور فریدی کو پھر ہنسی آ گئی۔

"کیا بات ہے۔" اشرف نے متعجبانہ لہجے میں پوچھا۔

"کوئی خاص بات نہیں۔ ایک احمق کا ایک مضحکہ انگیز قول یاد آ گیا۔"

"مضحکہ انگیز قول۔"

"ہاں وہ کہتا تھا کہ تم بڑے بدقسمت ہو اگر یہ نہیں جانتے کہ تمہارے شہر میں کتنے کرنل رہتے ہیں۔"

"واقعی مضحکہ خیز ہے۔ بھلا شہر بھر کے کرنلوں کو کون گنتا پھرے گا۔"

"میرے خیال میں تو ہمارے شہر میں ایک بھی نہ ہوگا۔" فریدی نے کہا۔

"نہیں ایسا تو نہیں، میرے ہی پڑوس میں ایک کرنل صاحب رہتے ہیں...... کرنل سعید۔"

"غالباً ریٹائر ہو گئے ہوں گے۔" فریدی نے پوچھا۔

"ہاں......!"

"بھئی یہ فوجی بھی عجیب ہوتے ہیں۔ انتہائی شائستہ قسم کا فوجی بھی تھوڑا بہت ...... ضرور ہوتا ہے۔"

"اس میں تو کوئی شک نہیں۔" اشرف بولا۔ "اب کرنل سعید ہی کو لے لیجئے وہ چوبیس گھ
فوجی بنا رہتا ہے۔ حد ہوگئی کہ تین چار دن ہوئے کہ اس کی اکلوتی خورد سال لڑکی غائب ہوگئی او
اس کے سکون واطمینان میں کسی قسم کا کچھ بھی فرق نہیں آیا۔"

"اکلوتی خورد سال بچی۔" فریدی نے حیرت کا اظہار کرتے ہوئے پوچھا۔ "ابھی تو آ
نے کہا کہ وہ ریٹائر ہو چکا ہے، اس کا مطلب کہ کافی معمر ہوگا اور صرف ایک چھوٹی سی بچی۔"

"اس نے بہت دیر میں شادی کی تھی۔ بچی کے پیدائش کے سلسلے میں بیوی کا انتقال ہوگ
تھا۔ پھر اس نے پانچ چھ سال تک شادی نہیں کی۔ تقریباً دو سال کا عرصہ ہوا اس نے ایک کنوار
لڑکی سے دوسری شادی کرلی اور اب بیچارہ دن رات دواؤں کے اشتہارات پڑھا کرتا ہے
ایک دلچسپ بات...... وہ بھی ان احمق ڈاکٹروں کے چکر میں پھنسا ہوا ہے۔ میں نے کئی بار ڈا
وحید کو اس کے یہاں جاتے دیکھا ہے، آج سے پہلے مجھے یہ بات نہیں معلوم تھی۔ یہ سمجھتا تھا
وحید جس کا پہلے میں نام بھی نہیں جانتا تھا، اس کا کوئی ملنے والا ہے۔"

"تو یہ تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ کرنل سعید ان سے اپنا علاج کرا رہا ہے۔" فریدی نے پوچھا۔

"محض قیاس کی بناء پر...... یہ لوگ بوڑھوں کو جوان اور بزدلوں کو شیر بناتے ہیں نا۔ کر
سعید کو اپنی جوان بیوی کی موجودگی میں جوان بننے کی سخت آرزو ہے۔"

"اوہ......!" فریدی نے کہا اور پھر تھوڑی دیر بعد بولا۔ "اور اس غریب بچی کا کیا ہوا۔"

"کچھ پتہ نہیں چل سکا۔"

"غائب کس طرح ہوئی تھی۔"

"گھر سے غائب ہوگئی۔"

"کیا گھر میں تنہا تھی۔"

"اس کے متعلق میں کچھ نہیں کہہ سکتا۔ البتہ اتنا جانتا ہوں کہ اس دوران میں کرنل شہر
موجود نہیں تھا۔"

"کہیں باہر گیا تھا۔"

"جی ہاں۔"

"بیوی گھر ہی میں رہی ہوگی۔"

"ہاں......!"

"وہ کیا کہتی ہے۔"

"اس کے متعلق مجھے علم نہیں۔ غالباً اس نے پولیس کو اپنا بیان ضرور دیا ہوگا۔"

"کرنل اس پر بگڑا تو بہت ہوگا۔"

"ہوسکتا ہے...... وہ اپنی بیٹی کو چاہتا بہت تھا۔"

"میرا خیال ہے کہ کسی نے اسے زیور وغیرہ کی لالچ میں قتل کر دیا۔" فریدی نے کہا۔ "کیا
ہ زیورات پہنتی تھی۔"

"آپ ہی کا نہیں بہتوں کا یہی خیال ہے وہ ہیروں کا ایک ہار پہنے ہوئے تھی۔"

"ہیروں کا ہار اور آٹھ سال کی بچی۔" فریدی نے حیرت کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔

"میں نے عرض کیا نا کہ کرنل اسے بہت عزیز رکھتا تھا۔"

"تو اس کا مطلب کہ کرنل کافی مالدار آدمی ہے۔"

"خاندانی رئیس ہے۔"

"پھر بھی کمسن بچیوں کو اتنے قیمتی زیورات پہنا کر چھوڑ دینا کہاں کی عقل مندی ہے۔"
یدی نے کہا۔

"ہے تو حماقت ہی۔"

"سوتیلی ماں کا برتاؤ اس کے ساتھ کیسا تھا۔"

"میرے خیال سے بُرا نہیں تھا۔ جہاں تک میری معلومات کا تعلق ہے وہ بھی اسے بے حد
تی تھی۔ ثریا کا بیان ہے کہ وہ اکثر اسے اپنے پلنگ پر ہی سلا لیا کرتی تھی۔"

"ہوں......!"

اس بعد خاموشی چھا گئی۔ فریدی سگار سلگا کر لمبے لمبے کش لینے لگا اور اشرف پھر مچھلی
نے کی ڈوری کی طرف متوجہ ہوگیا۔

ثریا اور شیلا مچھلیاں تل چکنے کے بعد مسلم سیخ پر بھوننے کے لئے لکڑیاں اکٹھا کر رہی تھیں۔

حمید شہناز کو منانے کی کوشش کر رہا تھا۔

"ارے بھائی میں قسم کھانے کے لئے تیار ہوں۔" حمید بولا۔

"لیکن میں آپ کی قسم کی ضرورت نہیں محسوس کرتی۔"

"بھئی میں کس طرح سمجھاؤں۔"

"میں کب کہتی ہوں کہ مجھے سمجھائیے۔"

"عجیب آدمی ہو۔"

"دیکھئے میں خواہ مخواہ بات نہیں بڑھانا چاہتی۔" شہناز تنک کر بولی۔

"تو میں کب چاہتا ہوں۔"

شہناز نے کوئی جواب نہ دیا۔

"بعض اوقات فریدی صاحب کا مذاق حد سے بڑھ جاتا ہے۔" حمید نے کہا۔

شہناز پھر کچھ نہ بولی۔

"خواہ مخواہ ایک بے تکی بات بول کر خود الگ ہو گئے۔"

"تو آپ ہی پر کون سی مصیبت ٹوٹ پڑی۔" شہناز بولی۔

"کیا یہ کم مصیبت ہے کہ تم خواہ مخواہ بدگمان ہو گئیں۔"

"ہاں صاحب میں تو مصیبت ہی ہوں۔"

"ارے لاحول ولا قوۃ...... میں نے یہ کب کہا۔ چھوڑو" حمید بولا۔ "میں نے بدگمانی کو مصیبت کہا تھا۔"

"تو اس سے کیا فرق پڑتا ہے۔" شہناز منہ پھلا کر بولی۔

"فرق......ارے بھائی بہت بڑا فرق پڑ جاتا ہے۔"

"تو آپ جائیے نا یہاں سے۔"

"نہیں جاؤں گا۔"

"تو میں خود اٹھی جاتی ہوں۔"

"نہیں اٹھنے دوں گا۔"

"واہ اچھی زبردستی ہے۔"

"اب زبردستی ہی کرنی پڑے گی۔"

"بھئی آپ خواہ مخواہ بات بڑھا رہے ہیں۔"

"اچھا میں دفان ہوا جا رہا ہوں۔" حمید نے اٹھتے ہوئے کہا۔

شہناز کچھ نہ بولی۔

حمید پیر پٹختا ہوا فریدی کے پاس آ کر بیٹھ گیا۔

فریدی مسکرا کر بولا۔ "فرمائیے۔"

"واقعی آپ ٹھیک کہتے ہیں۔" حمید بولا۔ "میں آج سے کان پکڑتا ہوں"

"اپنے یا شہناز کے۔" فریدی ہنس کر بولا۔

"خدارا اس کا نام ذرا آہستہ سے لیجئے۔ اگر سن لیا تو قیامت ہی آ جائے گی۔"

"لاحول ولا قوۃ...... تم نے پھر شوہروں جیسی باتیں شروع کر دیں۔ ارے میاں وہ تمہاری ہے کون۔ ابھی شادی بھی نہیں ہوئی اور مارے ڈر کے جان نکلی جا رہی ہے۔ احمق کہیں کے۔"

حمید نے کوئی جواب نہ دیا۔ وہ سنجیدگی سے کسی مسئلے پر غور کر رہا تھا۔

"حمید......!" فریدی تھوڑی دیر چپ رہ کر بولا۔

"جی......فرمائیے۔"

"کیا واقعی تم اسے بہت چاہتے ہو۔"

"یہ بھی کوئی پوچھنے کی بات ہے۔"

"تو میں تمہیں ایک نیک مشورہ دیتا ہوں۔"

"فرمائیے۔"

"کسی دوسرے کے حق میں دستبردار ہو کر فقیری لے لو اور بقیہ عمر خدا کی یاد میں گزار دو۔"

"پیر و مرشد۔" حمید نے سنجیدگی سے کہا۔ "آپ نے وہ مشورہ دیا ہے کہ میری پشت ہا پشت آپ کی احسان مند رہیں گی۔ لیکن اے طبیب روحانی والے رحمت یزدانی یہ دنیا سرائے

فانی ہے۔ آج مرے کل دوسرا دن پرسوں تیسرا۔ ترسوں چوتھا دن۔ غرضیکہ اسی طرح دن گزر
جائیں گے وغیرہ وغیرہ۔ کہنے کا سبب یہ ہے کہ اس منصب عاشقی کے لائق مجھے اپنے علاوہ
دوسرا نظر نہیں آتا۔"

"مذاق چھوڑو......!" فریدی نے سنجیدگی سے کہا۔ "میں تمہیں ایک کامیاب جاسوس
چاہتا ہوں۔"

"ضرور دیکھئے۔" حمید نے کہا۔ "میں آپ کو منع نہیں کرتا۔ لیکن میں اس کی اتنی بڑی
قیمت ادا نہیں کرسکتا۔"

"لیکن تم تو ابھی کان پکڑ رہے تھے۔"

"تو آپ اس سے کیا سمجھے۔"

"یہی کہ اب تم عشق سے باز آجاؤ گے۔"

"آپ غلط سمجھے۔" حمید نے کہا۔ "میرا مطلب یہ تھا کہ اب میں آپ کو موقع بے موقع
تاؤ نہ دلایا کروں گا۔"

"لاحول ولاقوۃ...... یہی تو میں کہتا ہوں۔" فریدی نے کہا۔

"آپ نے آج کا سارا رومانس کرکرا کردیا۔"

"مجھے افسوس ہے۔" فریدی نے کہا۔ "لیکن رومانی اعتبار سے میرا دن بڑا حسین رہا۔"

"رومانی اعتبار سے۔" حمید نے متعجبانہ انداز میں دہرایا۔

"ہاں...... یہی میرا رومان ہے۔ جب کوئی حادثہ پیش آتا ہے جب کوئی پراسرار
میرے سامنے آتی ہے۔ تو مجھے کم و بیش وہی لذت محسوس ہوتی ہے، وہی بے چینی مجھ میں
ہوسکتی ہے پھر جیسے جیسے میرے قدم کامیابی کی طرف اٹھتے ہیں میرا جنون تیز سے تیز تر ہوتا
ہے۔ کیا سمجھے......!"

"خدا کرے میں کبھی کچھ نہ سمجھوں۔" حمید نے کہا۔

"خیر چھوڑو تم کرنل سعید کے بارے میں کیا جانتے ہو۔" فریدی نے دفعتاً بات کا رخ
موڑتے ہوئے پوچھا۔

"مجھے اس کے متعلق کوئی علم نہیں۔"

"کیا یہ بھی نہیں جانتے کہ وہ تمہارے دوست اشرف کے بنگلے کے قریب ہی رہتا ہے۔"

"نہیں مجھے اس کا علم نہیں۔"

"خیر...... مجھے اس کے متعلق بہت سی باتیں معلوم ہوگئی ہیں۔ یہ معاملہ مجھے دلچسپی لینے پر
مجبور کررہا ہے۔ ہاں دیکھو...... اس ہار کا تذکرہ اس وقت تک کسی سے نہ کرنا جب تک
میں اجازت نہ دوں۔"

"تو پھر اس ہار کا کیا کیا جائے۔" حمید نے پوچھا۔

"یہ دوران تفتیش میں میری تجوری میں رہے گا۔" فریدی کچھ سوچتا ہوا بولا۔

"آخر یہ اس کی پشت پر تصویر کس کی ہے۔"

"غالباً لڑکی کی ماں کی تصویر ہے۔" فریدی نے کہا۔ "کیا اخبار میں اس تصویر کے متعلق
کچھ نہیں تھا۔"

"نہیں۔" حمید نے کہا۔ "اس سلسلے میں اشرف سے معلومات بہم پہنچائی جاسکتی ہیں۔"

"لیکن براہِ کرم آپ اس سے باز رہیئے گا۔ مجھے جو کچھ معلوم کرنا تھا معلوم کرچکا۔ اک
ذرا ثریا سے اور گفتگو کرنی ہے۔"

"کیا اسے یہاں بلالوں۔" حمید نے پوچھا۔

"جی نہیں......!" فریدی نے کہا۔ "ہمیں یہ کام نہایت ہی خاموشی سے کرنا ہے۔"

حمید کچھ سوچنے لگا۔ فریدی بھی خاموش ہوگیا۔

"بھئی اب تو بُری طرح بھوک لگ رہی ہے۔"

"اب ایسی باتیں نہ کیجئے کہ میں اپنا انگوٹھا چوسنے لگوں۔" حمید ہنس کر بولا۔

"کاش تم یہی کرسکتے۔"

"کیوں کیا اس طرح بھی ایک کامیاب جاسوس بننے کے امکانات ہیں۔"

"کیوں نہیں...... کیا تم غزالہ کے چچا پرویز[1] کو بھول گئے۔ وہ کتنی صفائی سے انگوٹھا چوستا

[1] جاسوسی دنیا کا چھٹا ناول "پراسرار کنواں" جلد نمبر 2 ملاحظہ فرمائیے۔

تھا۔"

"لیکن وہ جاسوس کب تھا۔"

"اگر مجرم نہ ہوتا تو یقیناً ایک کامیاب جاسوس ثابت ہوتا۔"

تھوڑی دیر بعد ثریا وغیرہ نے دستر خوان لگا دیا۔

"لیکن اس دستر خوان پر صرف چار آدمی بیٹھ سکیں گے۔ میں ثریا، اشرف بھائی اور فریدی صاحب۔ بقیہ لوگوں کے لئے الگ کوئی انتظام کرنا پڑے گا۔" شیلا نے کہا۔

"بقیہ لوگوں میں مجھے قطعی بھوک نہیں ہے۔" شہناز چڑ کر بولی۔

"اور...... بقیہ...... لوگوں میں...... میں بھوکا...... قطعی بھوکا نہیں ہوں۔" حمید اس طرح رک رک کر گھبرائی ہوئی آواز میں بولا کہ شہناز کے علاوہ سب لوگ ہنس پڑے۔

"تو بہتر ہے آپ لوگ کہیں دور جا کر ہوا کھائیے۔" ثریا چہک کر بولی۔

"ذرا کچھ خالی پلیٹیں عنایت فرمائیے۔" حمید نے کہا۔

"کیوں......؟" شیلا نے پوچھا۔

"ہوا کھانے کے لئے۔"

"بات کچھ جچی نہیں۔" فریدی نے بُرا سا منہ بنا کر کہا۔ "میں تو یہ سمجھتا تھا کہ تم کوئی الگ بات کہو گے کہ سب بے ساختہ ہنس پڑیں گے۔"

"اب اگر آپ اس جملہ کی گہرائی تک نہ پہنچ سکیں تو میں کیا کروں۔" حمید نے جھینپ کر کہا۔

تھوڑی سی تفریح

پکنک سے واپسی کے بعد فریدی نے لباس تبدیل کیا اور سیدھا کوتوالی چلا گیا۔ حمید شہناز کو مناتا ہوا اس کے گھر تک چلا گیا تھا۔

فریدی شاذ و نادر ہی کوتوالی کی طرف جاتا تھا۔ اس لئے وہاں اس کی موجودگی دوسروں کی نظر میں خاصی اہمیت رکھتی تھی۔ آج بھی اسے وہاں دیکھ کر لوگ یہ معلوم کرنے کے لئے بے چین

ہو گئے کہ وہ کس لئے آیا ہے لیکن کسی کی تشفی نہ ہوئی۔

جگدیش آج کل کوتوالی انچارج تھا۔ فریدی کی امداد نے اسے اتنی جلدی ترقی کے انچارج تک پہنچا دیا تھا۔ پرانے اور تجربہ کار سب انسپکٹر منہ ہی دیکھتے رہ گئے اور جگدیش کوتوالی انچارج ہو گیا۔

اس وقت وہ آفس میں بیٹھا پرانے فائل دیکھ رہا تھا۔ فریدی کو دیکھ کر بیساختہ کھڑا ہو گیا۔

"آئیے...... آئیے...... انسپکٹر صاحب میں کئی دن سے ارادہ کر رہا تھا کہ آپ سے ملوں۔" جگدیش بولا۔

"تم دو ہی تو آئے ہو میرے حصے میں۔ ایک حمید دوسرے تم بہانے بازی کے ماہر۔" فریدی نے ہنس کر کہا۔

"نہیں آپ سے سچ کہہ رہا ہوں۔"

"خیر خیر......!" فریدی بیٹھتے ہوئے بولا۔ "کیا کوئی ضروری کام کر رہے ہو۔"

"نہیں تو......!"

"آؤ کہیں ٹہلیں گے۔"

"چلئے۔" جگدیش نے کہا۔

ٹیکسی کر کے دونوں وکٹوریہ پارک پہنچے۔

"آج کل بیکاری کی وجہ سے طبیعت اکتایا کرتی ہے۔" فریدی بولا۔

"یہاں تو دم مارنے کی بھی فرصت نہیں رہتی۔" جگدیش نے کہا۔

"کیا آج کل کام زیادہ ہے۔"

"آج کل کیا...... ہمیشہ کام زیادہ رہتا ہے۔"

"میرا خیال ہے کہ اس دوران میں کوئی خاص قسم کا حادثہ نہیں ہوا۔" فریدی سگار سلگاتا ہوا بولا۔

"بعض اوقات بہت ہی عام قسم کے حادثے خاص سے بھی زیادہ بن جاتے ہیں۔"

"میں تمہارا مطلب نہیں سمجھا۔"

"ارے ابھی پرسوں ہی کی بات ہے کہ کرنل سعید کی آٹھ سالہ بچی کھو گئی جس کے گلے میں ایک بیش قیمت ہیروں کا ہار تھا۔"

"تو کیا ہوا...... مل ہی گئی ہوگی۔"

"یہی تو مصیبت ہے کہ آج تک اس کا پتہ نہیں لگ سکا۔"

"اتنا بیش قیمت ہار پہنا کر اسے اکیلے گھر سے نکالا ہی کیوں گیا۔"

"اکیلے کہاں...... وہ معاملہ ہی عجیب ہے۔"

"یعنی......!"

"لڑکی اپنے سونے کے کمرے سے غائب ہوگئی۔"

"سونے کے کمرے سے...... تو کیا رات میں کسی وقت۔"

"جی ہاں...... اس کی اطلاع گھر والوں کو دوسرے دن صبح ہوئی۔"

"بہت خوب...... معاملہ دلچسپ ہے۔" فریدی سوچتا ہوا بولا۔ "اور ہار کے متعلق معلوم ہوا۔ کیا لڑکی ہار پہن کر سوئی تھی؟"

"کرنل کی بیوی تو یہی کہتی ہے۔ وہ دراصل اس کی سوتیلی ماں ہے۔"

"عجیب وغریب لوگ ہیں۔ میں نے انتہائی دولت مند گھرانوں میں بھی یہ نہیں دیکھا کہ اتنے قیمتی زیورات کی طرف سے اتنی لاپرواہی برتی جائے۔"

"کرنل کافی دولت مند آدمی ہے۔"

"میرا خیال ہے کہ اس کی سوتیلی ماں کی حرکت ہے۔" فریدی بولا۔

"خیال تو میرا بھی یہی تھا لیکن کرنل اسے تسلیم کرنے کے لئے تیار نہیں۔ پڑوس کے لوگوں سے بھی یہی معلوم ہوا ہے کہ وہ اسے بے حد چاہتی تھی۔"

"ہوں......!" فریدی کچھ سوچتا ہوا بولا۔ "کیا وہ پردے میں رہتی ہے۔"

"نہیں صاحب...... ترقی یافتہ لوگ ہیں...... میرا خیال ہے کہ اس وقت دونوں میاں بیوی کسی ہوٹل میں بیٹھے چائے پی رہے ہوں گے۔"

"تو یہ سارے حالات تمہیں اس کی زبانی معلوم ہوئے ہوں گے۔"

"جی ہاں...... کرنل سعید تو یہاں تھا ہی نہیں۔ وہ کل کہیں باہر سے آیا ہے۔"

"میرا خیال ہے کہ کسی نے کرنل سے معقول رقم وصول کرنے کے لئے ایسا کیا ہے۔" فریدی بولا۔

"ہوسکتا ہے۔" جگدیش نے کہا اور سگریٹ سلگانے لگا۔

"خیر ہوگا......!" فریدی نے کہا "ہاں بھئی تم سے ایک ضروری بات پوچھنی تھی۔"

"پوچھئے۔"

"کبھی جھریالی کی طرف گئے ہو۔"

"اکثر شکار کے سلسلے میں جانے کا اتفاق ہوا ہے۔"

"اس درمیان کب گئے تھے۔"

"تقریباً دو تین ماہ کا عرصہ ہوا۔" جگدیش نے کہا۔

"وہاں دو ڈاکٹروں کی تجربہ گاہ بھی دیکھنے کا اتفاق ہوا تھا یا نہیں۔"

جگدیش کو بے ساختہ ہنسی آگئی۔

"ہاں ہاں بظاہر ان کی حرکتیں احمقانہ ہیں۔" جگدیش بولا "لیکن کارنامے قابل تعریف۔"

"کیا کوئی خاص کارنامہ تمہاری نظروں سے بھی گزرا ہے۔"

"ان کے کارناموں کا اعتراف خود حکومت کو ہے۔ جنگ کے نہ جانے کتنے ہی زخمیوں کو انہوں نے بالکل نئی زندگی بخش دی۔ ان کے لئے تجربات کے سلسلے میں خود حکومت ان کی مدد کر رہی ہے۔ ابھی حال ہی میں انہوں نے کچھ نئے آلات حکومت کے توسط سے منگوائے ہیں۔"

"اور میں اتنا غافل ہوں کہ مجھے ان کے بارے میں آج تک کچھ نہیں معلوم ہوا۔" فریدی نے تشویش ناک لہجے میں کہا۔

"کیوں...... کیا کوئی خاص بات۔" جگدیش چونک کر بولا۔

"نہیں...... کوئی خاص بات نہیں۔ مجھے افسوس اس بات کا ہے کہ اتنے دلچسپ اور قابل آدمیوں سے اتنے دنوں کے بعد ملاقات کر سکا۔" فریدی نے سنجیدگی سے کہا۔

"نہیں کوئی بات ضرور ہے۔"

"کچھ نہیں بھئی...... کیا یہ ضروری ہے کہ میں جو کچھ پوچھوں اس کے پیچھے کوئی خاص بات ہی ہو۔"

جگدیش خاموش ہو گیا۔ لیکن اس کے چہرے سے معلوم ہو رہا تھا کہ وہ فریدی کے جواب سے مطمئن نہیں ہوا۔

"بھائی حمید کے کیا حال ہیں۔" جگدیش تھوڑی دیر بعد بولا۔

"وہی پرانا مرض۔"

"یعنی......!"

"عشق بازی۔"

جگدیش ہنسنے لگا۔

"آخر آپ کو اس سے اتنی نفرت کیوں ہے۔" جگدیش نے مسکرا کر پوچھا۔

"نفرت نہیں بھئی۔" فریدی نے کہا۔ "میں عشق کا قائل ضرور ہوں مگر اسی صورت میں جب بالکل بیکاری ہو۔ بیکاری سے یہ مطلب نہیں کہ کوئی کام نہ ہو بلکہ بیکاری سے مراد بڑھاپا ہے یعنی جب بالکل ہاتھ پیر تھک جائیں اس وقت عشق کرنا چاہئے۔"

"آپ بھی کمال کرتے ہیں۔ بھلا اس وقت عشق کہاں ہوتا ہے۔"

"اگر نہیں ہوتا تو عشق سے زیادہ لغو چیز دنیا میں ہے ہی نہیں۔"

جگدیش مسکرا کر خاموش ہو گیا۔

فریدی سوچ میں ڈوبا ہوا سگار کے ہلکے ہلکے کش لے رہا تھا۔ دفعتاً جگدیش کی طرف مڑ کر بولا

"اس ہار کے متعلق بھی کچھ معلوم ہے...... کس قسم کا تھا۔"

"سونے کی ہشت پہل ٹکیوں پر ہیرے جڑے ہوئے تھے...... درمیانی ٹکیہ کی پشت پر لڑکی کی ماں کی تصویر تھی۔"

"ہوں......!" فریدی نے آہستہ سے سر ہلایا۔ پھر آہستہ سے پوچھا۔ "کرنل کے یہاں کون کون رہتا ہے۔"

"وہ اور اس کی بیوی۔ تین نوکر، ایک باورچی اور ایک خادمہ۔ پائیں باغ میں ایک مالی ہے اور ایک چوکیدار جو پھاٹک کے قریب بنی ہوئی ایک کوٹھری میں رہتا ہے۔"

"ان لوگوں کے بیانات لئے۔"

"ہاں...... لیکن فضول کوئی ایسی بات نہیں معلوم ہو سکی جس سے اصل معاملے پر کچھ روشنی پڑتی۔"

"ان میں سے کسی کو مشتبہ بھی قرار دیا یا نہیں۔"

"یوں تو سبھی پر شبہ کیا جا سکتا ہے۔"

"لیکن تمہیں کسی پر شبہ نہیں۔"

"شبہے کی کوئی وجہ بھی ہوتی ہے۔"

"تمہیں کوئی وجہ نہیں مل سکی۔" فریدی طنزیہ انداز میں بولا۔ "آخر تمہیں کب سلیقہ آئے گا۔ تم کہتے ہو کہ وہاں ایک چوکیدار بھی ہے۔ ظاہر ہے کہ وہ رات بھر جاگتا رہتا ہوگا۔ دوسری طرف تم یہ بھی کہتے ہو کہ لڑکی رات کو کسی وقت غائب ہوئی ظاہر ہے کہ ایسی صورت میں ساری ذمہ داری چوکیدار پر آ پڑتی ہے۔"

"اوہ...... یہ بھی تو مصیبت ہے۔" جگدیش نے کہا۔ "وہ غریب تو یقیناً ایک ہفتہ سے بیمار پڑا ہے۔"

"سنی سنائی کہہ رہے ہو یا تم نے خود دیکھا ہے۔"

"جس وقت میں نے اسے دیکھا وہ اس وقت بھی غشی کی حالت میں تھا۔"

"مالی رات کو بھی وہیں رہتا ہے۔"

"جی ہاں۔"

"بقیہ نوکر......!"

"سب وہیں رہتے ہیں۔"

"تم نے لڑکی کے سونے کا کمرہ بھی دیکھا۔"

"کوئی خاص بات۔"

"کچھ نہیں۔"

"کاش میں اس وقت وہاں موجود ہوتا"

"اوہ......!" جگدیش چونک کر بولا۔ "تو کیا آپ اس کیس میں دلچسپی لے رہے ہیں۔"

"نہیں......لیکن کیس دلچسپ ضرور ہے۔" فریدی کچھ سوچتا ہوا بولا۔ "کیا تم مجھے کرنل کے گھر کسی طرح لے چل سکتے ہو۔"

"کسی طرح کیا......ابھی چلئے۔"

"نہیں......میں وہاں انسپکٹر فریدی کی حیثیت سے نہیں جاؤں گا۔"

جگدیش اس کی طرف استفہامیہ نظروں سے دیکھنے لگا۔

"اس وقت چھ بجے ہیں۔" فریدی اپنی کلائی پر بندھی ہوئی گھڑی کی طرف دیکھ کر بولا۔

"تم ابھی کرنل کے یہاں اسی کیس کے متعلق مزید معلومات حاصل کرنے کے سلسلے میں جاؤ۔ تقریباً ایک گھنٹے بعد ایک باوردی سب انسپکٹر پولیس تمہیں تلاش کرتا ہوا وہاں پہنچ جائے گا۔"

"میں کچھ نہیں سمجھا۔" جگدیش بے بسی سے بولا۔

"عجیب احمق آدمی ہو۔ کیا اتنے دنوں سے بھاڑ ہی جھونک رہے ہو۔ ارے بھئی وہ انسپکٹر میں ہی ہوں گا۔"

"اوہ......!" جگدیش چہک کر بولا۔ "تو گویا آپ سچ مچ اس کیس میں دلچسپی لے رہے ہیں۔"

"یوں ہی سمجھ لو۔"

"تب تو یہ کوئی معمولی کیس نہیں معلوم ہوتا۔"

"بہت ممکن ہے ایسا ہی ہو۔" فریدی نے کہا۔ "تمہیں کوئی ضروری کام تو نہیں کرنا۔"

"نہیں......!"

"تب تم فوراً کرنل کے یہاں چلے جاؤ۔" فریدی نے اٹھتے ہوئے کہا۔

جگدیش ایک ٹیکسی پر کوتوالی کی طرف روانہ ہوگیا اور فریدی سڑک پار کرتا ہوا گھر کے بجائے ایک پتلی سی گلی میں مڑ گیا۔ اس نے شہر کے متعدد چھوٹے موٹے ہوٹلوں میں کمرے کرائے پر لے رکھے تھے جنہیں وہ اکثر کسی نہ کسی خاص مقصد کے لئے استعمال کرتا رہتا تھا۔ تین تنگ گلیاں طے کرنے کے بعد وہ ایک بوسیدہ سی قدیم طرز کی عمارت کے سامنے پہنچ کر

رک گیا۔ یہ ایک گندہ سا ہوٹل تھا جہاں کم حیثیت کے لوگ آ کر قیام کیا کرتے تھے۔ ان میں زیادہ تر دیہی علاقوں کے مقدمہ باز زمیندار ہوا کرتے تھے۔ اس کا مالک شہر کے مشہور بدمعاشوں میں شمار کیا جاتا تھا۔ فریدی کو دیکھتے ہی وہ گھبرا کر کھڑا ہوگیا۔

"ڈرو نہیں......چل کر میرا کمرہ کھول دو۔"

اس نے میز کی دراز سے کنجیوں کا گچھا نکالا اور ایک طرف چلنے لگا۔

"تمہارے اس نئے دھندے سے میں خوش نہیں ہوں۔" فریدی نے کہا۔

"جی کون سا دھندہ۔"

"دیکھو مجھ سے اڑنے کی کوشش نہ کرو۔"

"سچ مچ میں نہیں سمجھا۔"

"کمرہ نمبر دس میں کون ہے؟"

"وہ دراصل......!"

"دیکھو پولیس کو اطلاع مل چکی ہے کہ تمہارے آدمی دیہاتوں سے بھولی بھالی لڑکیوں کو بھگا لاتے ہیں اور تم ان سے پیشہ کراتے ہو۔ میں نے کئی بار تمہیں سمجھایا کہ اپنی حرکتوں سے باز آجاؤ۔ کیا یہ ہوٹل تمہارے اخراجات کے لئے کافی نہیں۔"

"میں......میں مگر۔"

"فضول باتیں چھوڑو......میرے سامنے تمہارا کوئی جھوٹ نہیں چل سکتا۔"

"جی بات یہ ہے کہ......!"

"کوئی بات نہیں ہے۔" فریدی کڑے لہجے میں بولا۔ "ان لڑکیوں کو آج ہی یہاں سے ہٹا کر ان کے گھروں کو بھجوا دو۔ ورنہ کل تمہارے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں ہوں گی۔ پولیس کسی مناسب موقع کی منتظر ہے۔"

"جی بہت اچھا۔"

کمرہ کھول کر ہوٹل والا واپس چلا گیا۔ یہ تنگ و تاریک کمرہ تھا جس میں سیلن کی بدبو گونج رہی تھی۔ فریدی نے جیب سے ایک دیا سلائی نکال کر طاق پر رکھی ہوئی موم بتی روشن کردی۔

تھوڑی دیر کے بعد فریدی ایک ادھیڑ عمر کے سب انسپکٹر کے بھیس میں کمرے سے
ہوا۔ اس نے ایک ٹیکسی رکوائی اور کرنل سعید کے بنگلے کی طرف روانہ ہو گیا۔ آہستہ آہستہ
پھیلتی جا رہی تھی۔ سڑک کے کنارے لگے ہوئے بجلی کے کھمبوں کے بلب روشن ہو گئے تھے
کی چہل پہل بڑھ گئی تھی۔ ہوٹل کے سامنے کار... تموں کے جمگھٹے تھے۔

فریدی سوچ میں ڈوبا ہوا کرنل سعید کے بنگلے کی طرف جا رہا تھا۔ تقریباً پندرہ منٹ
کے بعد اس نے ٹیکسی ایک جگہ رکوائی اور کرایہ ادا کر کے پیدل چل پڑا۔

چند لمحوں کے بعد وہ کرنل سعید کے بنگلے کی کمپاؤنڈ میں داخل ہو رہا تھا۔ نوکر سے اط
کرانے پر وہ ڈرائینگ روم میں بلوا لیا گیا۔ جگدیش ایک نوجوان اور خوبصورت عورت سے با
کر رہا تھا۔

"واہ انسپکٹر صاحب...... میں آپ کا انتظار ہی کرتا رہ گیا۔" فریدی نے جگدیش سے ک

"آیئے آیئے۔" جگدیش ایک کرسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بولا۔ "ایک ضر
کام سے مجھے یہاں آنا پڑا۔ بہر حال میں آپ کے لئے کوتوالی میں کہہ آیا تھا۔ کہئے آپ
علاقے میں سب خیریت ہے نا۔"

"جی ہاں...... کوئی خاص بات نہیں۔"

فریدی کی نظریں دیوار پر لگی ہوئی ایک تصویر پر جم گئیں۔ یہ تصویر اسی عورت کی تھی ج
نے ہیروں والے ہار میں دیکھا۔ فریدی نے اطمینان کا سانس لیا۔ جگدیش اسے کرنل صاحب
لڑکی کی گمشدگی کا حال بتانے لگا۔ فریدی دلچسپی اور توجہ سے سنتا رہا۔ درمیان درمیان وہ بول
پڑتا تھا۔ عورت خاموش تھی۔ کبھی کبھی ایک آدھ ٹھنڈی سانس لے کر وہ بے چینی سے صوفے
کسمسانے لگتی۔

"اور ابھی بیگم صاحبہ کی زبانی معلوم ہوا کہ۔" جگدیش عورت کی طرف اشارہ کر کے بو
"اس صدمے کی وجہ سے کرنل صاحب کے دماغ پر بُرا اثر پڑا ہے۔"

"یعنی......!" فریدی نے پوچھا۔

"دماغی حالت درست نہیں۔ اکثر وہ اپنے کتے کو دیکھ کر بھونکنے لگتے ہیں۔"

جگدیش نے یہ جملہ کچھ ایسے احمقانہ انداز میں کہا کہ فریدی کو ایک بے ساختہ قسم کا قہقہہ
ضبط کرنا پڑا۔

"اچھا......!" فریدی عورت کی طرف دیکھ کر بولا۔

"جی ہاں...... بہت ہی تشویش ناک حالت ہے۔" عورت نے کہا۔

فریدی نے اس کی آواز میں ایک عجیب طرح کی کشش محسوس کی۔ ایسا محسوس ہوا جیسے
دور کہیں ویرانے میں دفعتاً گھنٹیاں سی بج اٹھی ہوں۔

"واقعی یہ حادثہ بہت ہی افسوس ناک ہے۔" فریدی بولا۔ "کیا رات کو یہاں کوئی باہری
آدمی آیا تھا۔"

عورت دفعتاً چونک پڑی۔

"جی نہیں...... نہیں تو۔" وہ جلدی سے بولی۔

"اکثر مہمان تو آتے ہوں گے۔"

"جی ہاں...... کبھی کبھی۔"

"اور کرنل صاحب کے ملنے والے بھی۔"

"جی ہاں۔"

"اس دن کون کون آیا تھا۔"

"جہاں تک مجھے یاد ہے کوئی نہیں۔"

"اس وقت کرنل صاحب کہاں ہیں؟"

"میں نے بتایا کہ ان کی ذہنی حالت ٹھیک نہیں۔ انہیں نوکروں کی نگرانی میں ایک الگ
کمرے میں رکھا گیا ہے۔"

"اوہ......!" فریدی بولا۔ "اتنی خراب حالت ہے۔"

تھوڑی دیر بعد رسمی گفتگو کرتے رہنے کے بعد جگدیش اور فریدی اٹھ گئے۔ فریدی کا ایک
مقصد تو حل ہو گیا تھا۔ کرنل سعید کے ڈرائینگ روم میں لگی ہوئی تصویر نے اس بات کی تصدیق
کر دی تھی کہ جھرمالا سے نکلنے والا ہار وہی تھا جو کرنل کی لڑکی پہنے ہوئے تھی۔ جگدیش اور فریدی

ادھر اُدھر کی باتیں کرتے ہوئے چوراہے تک آئے۔ جگدیش نے ایک ٹیکسی کروائی لیکن فریدی نے اپنا ارادہ بدل دیا۔ وہ گھر واپس جانے کی بجائے حمید کے الفاظ میں مٹر گشتی کرنا چاہتا تھا۔ اس کی یہ مٹر گشتی خاص ہی خاص موقعوں پر ظاہر ہوتی تھی جب کوئی خطرناک کام انجام دینا ہو، جب کوئی الجھا ہوا معاملہ درپیش ہوتا تو فریدی عموماً شہر کی سڑکوں کے چکر لگایا کرتا تھا۔

کرنل سعید

دوسرے دن صبح حمید اور فریدی کرنل سعید کے متعلق ناشتہ کرتے وقت گفتگو کر رہے تھے۔

"آخر آپ اسے یہاں کیوں اٹھا لائے ہیں۔" حمید بولا۔

"اس کے علاوہ اور کوئی چارہ ہی نہ تھا۔"

"کیسا چارہ...... آخر معاملہ کیا ہے۔ میں تو ابھی تک نہیں سمجھ سکا۔" حمید اکتا کر بولا۔

"میں خود ابھی تک کچھ نہیں سمجھ سکا۔" فریدی نے کہا۔

"تو پھر اسے یہاں لانے کی کیا ضرورت تھی۔" حمید بولا۔ "خواہ مخواہ ہلڑ مچے گا۔"

"اس کی زندگی خطرے میں تھی۔"

"کیوں......؟"

"چند مشاہدات کی بناء پر میں ایسا کہہ رہا ہوں۔"

"جلدی کہہ بھی ڈالئے۔" حمید مضطربانہ انداز میں بولا۔

"ذرا سوچو تو جب اس کی دماغی حالت اتنی خراب تھی تو اسے اس طرح کیوں رکھا گیا کہ وہ آزادانہ باہر نکل آیا۔ دوسرے یہ کہ اس کے کتے کسی کوٹھری وغیرہ میں بند کرنے کی بجائے باغ میں کیوں باندھے گئے۔ خصوصاً ایسی صورت میں جبکہ وہ کتوں سے لڑنے پر آمادہ رہتا ہے، کتوں کو گھر سے ہٹا دینا چاہئے تھا۔"

فریدی خاموش ہوگیا۔ وہ کچھ سوچ رہا تھا۔

"غالباً آپ کا مطلب یہ ہے کہ کرنل کی بیوی اس بچی کو اپنی راہ سے ہٹانے کے بعد خود کرنل کا خاتمہ کر دینا چاہتی ہے۔" حمید نے کہا۔

"میں اتنی جلدی نتائج نکال لینے کا قائل نہیں۔" فریدی نے کہا۔

"پھر آپ کا کیا خیال ہے۔"

"ابھی تک کسی خاص نتیجہ پر نہیں پہنچ سکا۔"

"کرنل سعید کی بیوی کو تو آپ نے دیکھا ہوگا۔" حمید نے کہا۔

"ہاں......!"

"اشرف کی زبانی معلوم ہوا ہے کہ کافی حسین ہے۔"

"ہاں بے حد حسین۔"

"اگر میں اس سے عشق شروع کر دوں تو کیسی رہے۔"

"ہر جگہ یہ تدبیر کام نہیں آسکتی۔" فریدی نے کہا۔ "ایسی حماقت نہ کرنا۔ ہماری ان حرکتوں سے یہاں کے سارے جرائم پیشہ واقف ہو چکے ہیں۔ اب کوئی عورت دھوکا نہیں کھا سکتی۔"

"یہی تو سب سے بڑی بدنصیبی ہے۔" حمید اپنے چہرے پر اداسی طاری کرتا ہوا بولا۔ "بہرحال آپ نے اس کی بیوی کے متعلق کیا اندازہ لگایا ہے۔"

"صورت سے تو کسی طرح بھی مجرم نہیں معلوم ہوتی۔" فریدی نے کہا۔ "یہ نظریہ بھی ہر جگہ درست نہیں ہوتا۔"

"پھر آخر کار آمد ہوتا کیا ہے۔"

"ٹھنڈے دل سے ہر معاملے پر غور کرنا۔" فریدی نے سنجیدگی سے کہا۔

"اونہہ ہوگا۔" حمید بیزاری سے بولا۔

"خیر...... ذرا اٹھ کر کھڑکیاں اور دروازے بند کر دو۔ نوکروں سے کہہ دو اگر کوئی ملنے کے لئے آئے تو کہہ دیں کہ ہم لوگ گھر پر موجود نہیں ہیں۔" فریدی نے کہا۔

"کیوں......؟"

"عجیب احمق ہو...... ارے بھئی کرنل سعید۔"

"اوہ......!" حمید اٹھتا ہوا بولا اور باہر چلا گیا۔ تھوڑی دیر بعد واپس آکر اس نے کمرے کے سارے دروازے اور کھڑکیاں بند کر لیں۔

فریدی اٹھا۔ اس نے فرش پر بچھے ہوئے قالین کا ایک کونا ہٹایا اور پھر فرش کے
بڑے چوکور پتھروں میں سے ایک ہٹا دیا گیا۔ نیچی سیڑھیاں تھیں۔ فریدی اور حمید نیچے اتر
لگے۔ سیڑھیوں کے اختتام پر ایک دروازہ تھا۔ حمید نے بڑھ کر ہینڈل گھمایا اور دروازہ کھل گیا۔
ایک زمین دوز کمرہ تھا۔ صاف ستھرا۔ زمین پر قالین تھا۔ ایک طرف ایک صوفہ سیٹ قرینے
رکھا ہوا تھا اور دوسری طرف ایک مسہری تھی۔ جیسے ہی یہ لوگ اندر داخل ہوئے کرنل سعید
ہوگیا۔ اس کے چہرے پر شدید غصے کے آثار نظر آرہے تھے۔ ان دونوں کو دیکھتے ہی وہ ا
جھپٹ پڑا۔ لیکن دوسرے ہی لمحے میں فریدی نے اسے مسہری پر دھکیل دیا۔

"تم لوگ کون ہو اور مجھے یہاں کیوں بند کر رکھا ہے؟" کرنل سعید گرج کر بولا۔

"محض تمہاری حفاظت کے خیال سے۔" فریدی پُراطمینان لہجے میں بولا۔

"کیا فضول بکواس ہے۔"

"تو گویا تم اس وقت ہوش میں ہو۔" فریدی مسکرا کر بولا۔

"اگر خیریت چاہتے ہو تو مجھے چھوڑ دو۔" سعید پھر گرجا۔

"لیکن آپ اسی طرح بخیریت رہ سکتے ہیں۔" فریدی نے کہا۔

"پھر وہی بکواس..... تم جانتے ہو میں کون ہوں۔"

"اچھی طرح۔" فریدی مسکرا کر بولا۔ "کرنل سعید جو پہلی جنگ عظیم میں جرمنوں کے خ
لڑا تھا اور اب اپنے کتوں سے لڑتا ہے۔"

اچانک کرنل سعید پر گھبراہٹ طاری ہوگئی۔ غصے میں تپتے ہوئے چہرے پر پسینے کی
اور چمکتی ہوئی آنکھوں سے ایک عجیب قسم کا غم انگیز اضمحلال جھانکنے لگا۔ اس نے سر جھکا لیا۔
تھوڑی دیر کی ذہنی کشمکش کے بعد اس نے خود پر قابو پالیا۔

"لیکن تم نے مجھے یہاں بند کیوں کر رکھا ہے اور تم کون ہو۔" کرنل سعید آہستہ سے

"محکمہ سراغ رسانی کا انسپکٹر فریدی۔" فریدی نے مسکرا کر کہا۔ "اگر میں تمہیں یہا
لے آتا تو تمہارے خوفناک کتے تمہیں چیر پھاڑ کر رکھ دیتے۔"

"اوہ.....!" سعید چیخ کر بولا۔ "تم کون ہوتے ہو میرے نجی معاملات میں دخل دینے

"قانون کا محافظ۔" فریدی سنجیدگی سے بولا۔ "کیا تم بتا سکتے ہو کہ تمہاری لڑکی کہاں گئی۔"

"اچھا تو کیا میری لڑکی کو تلاش کرنے کا یہی ایک طریقہ ہوسکتا تھا۔" کرنل سعید طنزیہ لہجے
میں بولا۔ "کس اُلو کے پٹھے نے تمہیں محکمہ سراغ رسانی کا انسپکٹر بنایا ہے۔"

فریدی ہنسنے لگا۔

"دیکھو میں کہتا ہوں مجھے چھوڑ دو۔"

"کیا تم ڈاکٹر وحید کو جانتے ہو؟" فریدی نے اس کی بات نظرانداز کرتے ہوئے پوچھا۔

کرنل سعید چونک پڑا۔ وہ غور سے اسے دیکھ رہا تھا۔

"جسے تم نجی سمجھ رہے ہو وہ قانون کی نظروں میں بہت بڑا جرم ہے۔"

"کیا مطلب......!" کرنل سعید چونک کر بولا۔

"لڑکی کو غائب کر کے تم نے پاگل پن کا ڈھونگ رچایا ہے۔" فریدی نے کہا۔

"یہ جھوٹ ہے، سفید جھوٹ ہے۔" کرنل سعید چیخ اٹھا۔

"تو پھر تم پاگل پن کا ڈھونگ کیوں رچاتے ہو۔"

"میں ڈھونگ نہیں رچاتا...... میں...... لیکن میں کیوں بتاؤں...... تم میرا کچھ نہیں
کرسکتے۔" کرنل سعید چیخ کر بولا۔

"وہ تمہیں بتانا ہی پڑے گا۔"

"دنیا کی کوئی طاقت مجھے اس پر مجبور نہیں کرسکتی۔"

"خیر دیکھا جائے گا۔" فریدی نے بے پروائی سے کہا۔ "ابھی کوئی ایسی جلدی نہیں۔ میں
تمہیں اس پر غور کرنے کے لئے وقت دیتا ہوں۔"

"مگر تم یہ اپنے حق میں اچھا نہیں کر رہے ہو۔" کرنل سعید نے کہا۔ "کسی شخص کو اس طرح
نظر بند کر دینا بھی قانوناً جرم ہے۔ تمہیں ایک دن اس کے لئے پچھتانا پڑے گا۔"

"ایک دن کیا......!" حمید ہنس کر بولا۔ "میں اسی وقت پچھتانے کے لئے تیار ہوں۔"

فریدی نے اسے گھور کر دیکھا اور وہ خاموش ہوگیا۔

"جاؤ کرنل کے لئے ناشتہ لاؤ۔" فریدی نے حمید سے کہا۔

حمید چلا گیا۔

"دیکھو کرنل۔" فریدی بولا۔ "میں جو کچھ بھی کر رہا ہوں تمہاری ہی بہتری کے لئے۔"

"جی عنایت کا شکریہ۔ آپ مجھے احسان مند نہ بنائیں تو زیادہ بہتر ہے۔"

"خیر تمہاری مرضی...... لیکن تم یہاں سے نکل نہیں سکتے۔" فریدی بولا۔

پولیس کی حیرانی

تہہ خانے سے واپس آنے کے بعد فریدی گہری سوچ میں ڈوب گیا اور حمید کچھ اکتایا ادھر اُدھر ٹہلنے لگا۔

"تم نے کیا اندازہ لگایا۔" دفعتاً فریدی بولا۔

"کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔"

"کیا واقعی اس نے پاگل پن کا ڈھونگ رچا رکھا تھا۔"

"بات تو کچھ ایسی ہی معلوم ہوتی ہے۔"

"آدمی سخت قسم کا ہے۔ ذرا مشکل ہی سے کچھ اگلے گا۔" فریدی بولا۔

"لیکن ایک بات سمجھ میں نہیں آتی۔" حمید نے کہا۔ "اگر وہ بنا ہوا پاگل تھا تو اسے اپنے پاگل پن کا اظہار اس وقت کرنا چاہئے تھا جب کہ اسے دیکھنے والے موجود ہوں۔ رات کے سناٹے میں جب غالباً گھر کے سارے افراد سو رہے تھے اس نے یہ حرکت کیوں کی۔ بالکل کتوں جیسی حرکتیں تھیں۔ رات کو اس نے ایک ٹانگ اٹھا کر کتوں کی طرح پیشاب بھی کیا تھا۔ اس کی ان ساری حرکتوں میں اتنی بے ساختگی تھی کہ کیا کہوں اور پھر دوسری بات یہ کہ اس کے کتے بھی اس سے لڑنے کے لئے تیار ہو جاتے ہیں۔"

"میں تمہیں انہی الجھاؤں کی طرف لانا چاہتا تھا۔" فریدی بولا۔

"لیکن اس وقت وہ بالکل ہوش میں ہے۔" حمید بولا۔

"اس کا یہی مطلب ہوسکتا ہے کہ خاص خاص اوقات میں اس پر یہ حالت طاری ہوتی ہے۔" فریدی نے کہا۔

"اوہ وہ اپنی اس کیفیت سے واقف بھی معلوم ہوتا ہے۔ اسی لئے اس نے اپنے نجی معاملات میں دخل اندازی پر ناپسندیدگی کا اظہار کیا تھا۔"

"یہ اور زیادہ حیرت انگیز بات ہے۔"

"اتنی ہی حیرت انگیز جتنی اس لومڑی اور خوفناک کتے کی لڑائی تھی۔" فریدی نے کہا۔

"ڈاکٹر وحید نے یہ بھی کہا تھا کہ اس انجکشن کا اثر وقتی تھا۔"

"بہرحال اس وقت ہم لوگ تین احمقوں کے چکر میں پھنس گئے ہیں۔" حمید ہنس کر بولا۔

"ابھی دیکھئے اور کتنوں کا دیدار نصیب ہوتا ہے۔ اگر کہیں کرنل کی بیوی بھی ایسی نکلی تو مزہ ہی آجائے گا۔"

"اب دیکھو پولیس پر اس کا کیا ردعمل ہوتا ہے۔" فریدی مسکرا کر بولا۔

"میرا خیال ہے کہ اب تک پولیس کو اس کی گمشدگی کی اطلاع ہو چکی ہوگی۔" حمید نے کہا۔ "لیکن اسے بند کر رکھنے سے کیا فائدہ۔"

"ان لوگوں کو حیرت زدہ کرنا جنہوں نے اس کی لڑکی کو غائب کیا ہے۔" فریدی بولا۔

"مگر آپ تو اس سے ایسی باتیں کر رہے تھے جیسے اسی نے یہ حرکت کی ہو۔" حمید نے کہا۔

"بھئی بات دراصل یہ ہے کہ ابھی میں بھی کسی خاص نتیجے پر نہیں پہنچ سکا۔"

"ابھی آپ نے لومڑی اور اس عارضی اثر رکھنے والے انجکشن کے بارے میں کہا تھا۔ آپ کا یہ خیال ہے کہ کل رات کو ان ڈاکٹروں میں سے کوئی کرنل سعید کے یہاں آیا تھا۔"

"بہت ممکن ہے۔" فریدی بولا۔ "یہ ساری کڑیاں ایک ہی سلسلے کی معلوم ہوتی ہیں بس انہیں ملانا ہے۔"

"بس ملائے جائیے کڑیاں۔" حمید ہنس کر بولا۔ "اللہ نے آپ کی قسمت میں یہی لکھ دیا ہے۔"

ابھی یہ گفتگو ہو ہی رہی تھی کہ کوتوالی انچارج انسپکٹر جگدیش کی آمد کی اطلاع ملی۔

"لیجئے۔" حمید بولا۔ "آ گئے برخوردار بلند اقبال کرنل سعید کی گمشدگی کی اطلاع لے کر"

"آؤ بھئی آؤ۔" فریدی جگدیش کو کمرے میں داخل ہوتے دیکھ کر بولا۔

جگدیش دونوں سے مصافحہ کر کے بیٹھ گیا۔

"میں نے ابھی تک ناشتہ بھی نہیں کیا۔" جگدیش بولا۔

"تو اب کرلو۔" فریدی بولا اور نوکر کو آواز دے کر ناشتہ لانے کو کہا۔

"ایک نئی مصیبت۔" جگدیش بولا۔

"کیا کرنل سعید نے اپنے کتے کو کاٹ کھایا۔" حمید نے سنجیدگی سے پوچھا۔

جگدیش بے ساختہ ہنس پڑا۔

"اماں کیا حمید بھائی تم بعض اوقات بے موقع ہنسا دیتے ہو۔" جگدیش نے کہا۔

"کیا بات ہے۔" فریدی نے پوچھا۔

"کرنل سعید غائب ہو گیا۔"

"غائب ہو گیا۔" فریدی نے حیرت کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔

"جی ہاں۔"

"وہ کیسے......؟"

"یہ تو مجھے معلوم نہیں لیکن وہ گھر پر موجود نہیں۔"

"عجیب احمق آدمی ہو۔" فریدی نے کہا۔ "ارے بھئی کہیں چلا گیا ہوگا۔ کوئی دودھ

ہے کہ غائب ہو گیا۔"

"ارے نہیں صاحب...... اس کی بیوی نے رپورٹ کی ہے۔ وہ رات اپنے کمر-

سویا ہوا تھا۔"

"اوہ......!" فریدی نے دلچسپی کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔

"اس کا ایک جوتا باغ میں ملا اور دوسرا غائب ہے۔" جگدیش نے کہا۔

"لاحول ولاقوۃ۔" حمید ہنس کر بولا۔ "یہ کیوں نہیں کہتے کو اس کا ایک جوتا غائب-

خواہ کرنل سعید کو غائب کر دیا۔"

"نہیں بھائی...... میرا مطلب یہ ہے کہ اس کی کسی سے باغ میں جدوجہد ہوئی جس کے نتیجے میں اس کا ایک جوتا باغ میں رہ گیا۔"

"تو کون سی مصیبت آ گئی...... وہ جوتا باغ سے اٹھا کر پھر بنگلے کے اندر لے جایا جا سکتا ہے۔"

"ارے یار مذاق چھوڑو۔" جگدیش بولا۔ پھر فریدی کی طرف مخاطب ہو کر کہنے لگا۔ "میرا خیال ہے کہ اُسے کوئی زبردستی اٹھا کر لے گیا۔"

"بڑا نادر خیال ہے۔" حمید بولا۔

"چپ رہو بھئی۔" فریدی نے اسے گھورتے ہوئے کہا۔ پھر جگدیش سے بولا۔

"وہ باغ میں کس طرح پہنچا۔ اس کی بیوی کے بیان سے تو یہ معلوم ہوا تھا کہ وہ کڑی نگرانی میں رکھا جاتا ہے۔"

"لیکن اس کی بیوی نے آج یہ بھی بتایا کہ اس پر وہ مجنونانہ کیفیت ہر وقت طاری نہیں رہتی تھی۔ خصوصاً رات کے وقت اس پر اس قسم کا دورہ پڑتا تھا لیکن یہ نہیں کہا جا سکتا کہ رات کے کس حصے میں اس کی یہ حالت ہوگی۔"

"بہرحال اس کے گھر والوں کو چاہئے تھا کہ کم از کم رات ہی کو اس کی نگرانی کرتے۔" فریدی بولا۔

"وہ تو ایک الگ سی بات ہے کہ کیا ہوا اور کیا نہیں ہوا۔ اب یہ نئی مصیبت کون سنبھالے گا۔" جگدیش نے کہا۔

"جس کے سر پڑے۔" حمید مسکرا کر بولا۔

"پھر وہی۔" فریدی نے اسے ڈانٹا۔

"بھائی حمید ہیں بھلا ان کی زبان کون روک سکتا ہے۔" جگدیش نے ہنس کر کہا۔

"تو پھر تمہارا کیا ارادہ ہے۔" فریدی نے جگدیش سے پوچھا۔

"یہی پوچھنے کے لئے تو حاضر ہوا ہوں کہ کیا ارادہ کروں۔"

"فی الحال یہ ارادہ کر لو کہ تم کچھ نہ پوچھو گے۔" حمید بولا۔

"خیر چلو......!" فریدی اٹھتا ہوا بولا۔ اس نے کپڑے پہنے اور جگدیش کے ساتھ جانے کے لئے تیار ہوگیا۔ ابھی وہ دونوں برآمدے ہی میں تھے کہ حمید بھی تیار ہوکر آ گیا۔

"تم کہاں چلے۔" فریدی نے پوچھا۔

"جہاں آپ......!"

"ہم تو کرنل سعید کے یہاں جارہے ہیں۔" جگدیش نے کہا۔

"کرنل سعید کی بیوی میری رشتہ دار ہوتی ہے۔" حمید نے لاپروائی سے کہا۔

"میں تمہاری رشتہ داریاں خوب سمجھتا ہوں۔" جگدیش ہنس کر بولا۔

فریدی کی کار کرنل سعید کے بنگلے کی طرف روانہ ہوگئی۔

کرنل سعید کے پائیں باغ میں دو سب انسپکٹر اور تین چار کانسٹیبل بیٹھے نوکروں کے بیانات لے رہے تھے انہیں دیکھ کر وہ کھڑے ہوگئے۔

"کوئی خاص بات۔" جگدیش نے ایک سب انسپکٹر سے پوچھا۔

"ابھی تک تو کوئی کام کی بات نہیں معلوم ہوسکی۔" سب انسپکٹر نے کہا۔

یہ تینوں انہیں وہیں چھوڑ کر برآمدے میں آئے جہاں کرنل سعید کی بیوی بیٹھی کرنل کے چند دوستوں کو اس کی گمشدگی کے متعلق بتا رہی تھی۔

"معاف کیجئے گا۔" جگدیش نے کہا۔ "ہم ایک بار پھر آپ کو تکلیف دینا چاہتے ہیں۔"

"فرمایئے۔" کرنل کی بیوی اٹھتی ہوئی بولی۔

"ہم کرنل صاحب کے سونے کا کمرہ دیکھنا چاہتے ہیں۔" فریدی نے کہا۔

"ضرور......!" کرنل کی بیوی نے کہا پھر اپنے مہمانوں سے معذرت کرنے فریدی وغیرہ کے ساتھ ہولی۔

یہ لوگ کرنل کے سونے کے کمرے میں آئے جو بہت ہی فراخ دلی کے ساتھ سجایا گیا تھا۔ دیواروں پر زیادہ تر نیم عریاں تصاویر لگی ہوئی تھیں۔ ایک آدھ جگہ جنسی معلومات کے چارٹ بھی لٹکے ہوئے تھے۔ فریدی متجسس نگاہوں سے چاروں طرف دیکھنے لگا۔ پھر وہ مسہری کے قریب آیا۔

"اوہ......!" اس کے منہ سے بے اختیار نکلا اور اس نے سرہانے رکھی ہوئی ایک سرنج اٹھالی۔ پھر کرنل کی بیوی کی طرف اس طرح دیکھنے لگا جیسے کچھ کہنے کے لئے سوچ رہا ہو۔

"کیا اس سرنج کے متعلق کچھ پوچھ سکتا ہوں؟"

"ہاں وہ اکثر اپنے ہاتھ سے خود ہی انجکشن لیا کرتے تھے۔" کرنل کی بیوی نے کہا۔

"کس قسم کے انجکشن......!"

"درد گردہ کے۔"

اس دوران میں فریدی سرہانے رکھا ہوا تکیہ ہٹا چکا تھا۔ دوسرے لمحے میں اس کے ہاتھ میں ایک چھوٹی سی شیشی تھی، جس میں کوئی سفید سی سیال شے بھری ہوئی تھی۔

"یہ کیا ہے؟" فریدی نے اس سے پوچھا۔

"مجھے علم نہیں۔"

فریدی سوچنے لگا۔

"کیا وہ کسی کے زیر علاج تھے۔" فریدی نے پوچھا۔

"نہیں۔"

"ان کا کوئی ڈاکٹر دوست تھا۔"

"کوئی نہیں۔"

"کہنے کا مطلب یہ ہے کہ ان کا کوئی ایسا دوست ان سے ملنے کیلئے آتا تھا جو ڈاکٹر ہو۔"

کرنل سعید کی بیوی چونک پڑی۔ لیکن اس نے فوراً ہی اپنی بدلتی ہوئی حالت پر قابو پالیا۔

"میرے خیال سے تو کوئی ایسا آدمی نہیں۔" وہ بولی۔

"تو کیا کرنل صاحب کسی ڈاکٹر سے مشورہ لئے بغیر ہی انجکشن لے لیا کرتے تھے۔"

"نہیں آج سے دو سال قبل کسی ڈاکٹر نے انہیں مشورہ دیا تھا۔"

"کل رات یہاں کون کون آیا تھا۔"

"ایک تو انسپکٹر صاحب۔" وہ جگدیش کی طرف اشارہ کرکے بولی۔ "اور ایک صاحب انہیں ڈھونڈتے ہوئے یہاں پہنچ گئے تھے۔"

"ان کے علاوہ۔"

"ان کے علاوہ کوئی باہری آدمی یہاں آیا ہی نہیں۔"

"ان کا دماغ کب سے خراب تھا۔"

"میرا خیال ہے کہ بچی کے غائب ہونے کے بعد ہی ان کی یہ حالت ہوگئی تھی۔"

"آدمیوں کو بھی تنگ کرتے رہے ہوں گے۔"

"ہرگز نہیں۔" کرنل کی بیوی بولی۔ "میں نے اکثر رات میں انہیں صرف کتوں پر جھ[پٹتے] دیکھا ہے۔"

"رات کے کس حصے میں۔"

"ایک رات تقریباً تین بجے اتفاقاً میری آنکھ کھل گئی۔ پائیں باغ میں شور سن کر میں کھڑکی سے جھانکا، باہر اندھیرا تھا۔ لیکن پھر بھی مجھے ایسا معلوم ہوا جیسے دو کتے لڑ رہے ہیں ہمارے کتے آپس میں کبھی نہیں لڑتے، میں سمجھی شاید کوئی باہری کتا آ گیا ہے۔ میں نے ٹا[رچ] اٹھا کر باہر روشنی ڈالی، لیکن میری حیرت کی کوئی انتہا نہ رہی۔ جب میں نے یہ دیکھا کہ ایک ہمارا کتا تھا اور دوسرے خود کرنل صاحب، وہ گھٹنوں اور ہاتھوں کے بل اچھل اچھل کر کتے پر [حملہ] کر رہے تھے اور ساتھ ساتھ بالکل کتے جیسی آواز میں بھونکے جا رہے تھے۔ میں نے نوکرو[ں کو] جگایا۔ وہ کسی نہ کسی طرح انہیں اندر لائے۔ وہ اس وقت ہوش میں نہ تھے۔ بہر حال میں[نے] اس دن سے ان کی کافی نگرانی شروع کردی تھی۔ لیکن وہ رات کو کسی نہ کسی طرح کمرے سے نکل ہی جاتے تھے۔ کل رات بھی شاید وہ باہر نکل گئے۔ پھر معلوم نہیں کیا حادثہ پیش آیا۔"

"آپ کی دانست میں ان کا کوئی دشمن تھا۔" فریدی نے پوچھا۔

"اس کے متعلق میں کچھ نہیں کہہ سکتی۔ فوجیوں کو تو آپ جانتے ہی ہیں۔ کرنل صا[حب] بہت اکھڑ آدمی ہیں۔ اس لئے اگر انہوں نے کچھ دشمن پیدا کر لئے ہیں تو یہ کوئی تعجب کی با[ت] نہیں۔ لیکن میں یہ نہ بتا سکوں گی کہ ان کا دشمن کون ہے ایسے تو جتنے بھی ان کے ملنے کے [لئے] آتے ہیں سبھی ان کے جگری دوست معلوم ہوتے ہیں۔"

فریدی کے استفسار پر کرنل کی بیوی نے کئی ایسے لوگوں کے نام اور پتے لکھوائے جو

کے گھر آیا کرتے تھے۔ لیکن ان میں ڈاکٹر وحید کا نام نہیں تھا۔ فریدی کچھ سوچنے لگا۔ حمید غور سے کرنل کی بیوی کو دیکھ رہا تھا۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے وہ اس کی دلی کیفیات کا اندازہ لگانے کی کوشش کر رہا ہو۔

فریدی اس سے چند اور سوالات کرنے کے بعد واپس جانے کے لئے تیار ہوگیا۔ سرنج اور شیشی کرنل کی بیوی کی اجازت سے اس نے اپنی جیب میں ڈال لی تھیں۔

جگدیش وہیں رہ گیا۔ حمید اور فریدی کار میں بیٹھ کر روانہ ہوگئے۔

"مجھے تو اس عورت پر شبہ ہے۔" حمید بولا۔

فریدی نے کوئی جواب نہ دیا وہ کچھ سوچ رہا تھا۔

"آوارہ معلوم ہوتی ہے۔" حمید پھر بولا۔

"کیوں؟ آوارہ کیوں معلوم ہوتی ہے۔"

"اس لئے کہ اس کے بائیں پیر کی چھوٹی انگلی کے پاس والی انگلی تناسب کے اعتبار سے چھوٹی ہے اور ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے وہ بقیہ انگلیوں کی سطح سے کچھ اونچی ہو۔"

"کیا فضول بکواس ہے۔" فریدی کچھ اکتا کر بولا۔

"صدیوں کے تجربات کا نچوڑ پیش کر رہا ہوں۔"

"بکو مت......!"

"اور جب وہ خاموش ہوتی ہے تو اس کے ہونٹ کھل جاتے ہیں اور دانت دکھائی دینے لگتے ہیں۔"

"تو پھر اس سے کیا۔"

"اور مسکراتے وقت اس کے گالوں میں گڑھے پڑ جاتے ہیں۔" حمید بولا۔ "آسکر وائلڈ نے لکھا ہے کہ یہ نطفہ ناتحقیق ہونے کی علامت ہے۔"

فریدی بے اختیار ہنس پڑا۔

"ابھی تک تو وہ خود آوارہ تھی اور اب تم اس کی ماں کی آوارگی ثابت کرنے بیٹھ گئے۔ فضول بکواس کر کے میرا دماغ مت خراب کرو۔"

"ایسی باتوں سے دماغ روشن ہوتا ہے۔"

"پھر وہی۔"

"تندرستی اچھی رہتی ہے۔ آنکھوں کے سامنے نیلی پیلی چنگاریاں نہیں اڑتیں۔ سر نہ چکراتا، آنکھوں کی کھوئی ہوئی روشنی واپس آجاتی ہے۔ دانت مضبوط اور چمک دار ہو جاتے ہیں، خواب صاف دکھائی دیتے ہیں، آدمی بھوت پریت کے سائے سے محروم رہتا ہے......اور...... اور......!"

"ارے بابا بند کرو...... یہ بکواس۔" فریدی اکتا کر بولا۔

پھر احمقوں میں

حمید خاموش ہوگیا۔ کار تیزی سے چلی جارہی تھی۔ سڑک کے پررونق بازار چھوڑتی ہوئی ایک سنسان سڑک پر مڑگئی۔

"ہم کہاں جارہے ہیں۔" حمید چونک کر بولا۔

"جھریالی......!"

"کیوں؟"

"ڈاکٹروں سے ملنے۔"

"لاحول ولاقوۃ خواہ مخواہ وقت برباد کریں گے آپ......!"

"فضول بکواس مت کرو۔" فریدی بولا۔

"تو کیا آپ یہ سمجھتے ہیں کہ کرنل سعید کو پاگل بنانے میں انہیں کا ہاتھ ہے۔"

"یہ میں اس وقت سمجھ سکتا تھا جب سعید قطعی پاگل ہوتا ہے۔"

"تو کیا آپ کو اس کے قطعی پاگل ہونے میں شبہ ہے۔"

"قطعی پاگل ہونے سے میری مراد ہر وقت کی بیہوشی ہے۔" فریدی بولا۔ "صرف ہی کو وہ کیوں پاگل ہو جاتا ہے۔"

"بہت ممکن ہے کہ خود انہوں نے اسے کوئی ایسی دوا دی ہو جس کا وقتی اثر یہ ہوتا ہے۔" حمید بولا۔

"یہی سب دیکھنے کے لئے تو چل رہا ہوں۔" فریدی نے کہا۔ "آخر وقتی طور پر اسے پاگل بنانے کا کیا مطلب ہے۔"

"کچھ عجیب اتفاق ہے کہ معاملہ لڑکی کی تلاش سے شروع ہو کر باپ کے پاگل پن پر ختم ہوگیا۔" حمید نے کہا۔

"نہیں معاملہ ختم کہاں ہوا۔ وہ تو اب شروع ہوا ہے۔"

"وہ انشاء اللہ زندگی بھر اسی طرح شروع ہوتا رہے گا۔"

"تم احمق ہو، جہاں ذرا سی محنت پڑی جان نکلنے لگی۔" فریدی نے کہا۔

"اسے آپ ذرا سی محنت کہتے ہیں۔"

"دیکھو خواہ مخواہ بک بک کرتے رہنے کی عادت اچھی نہیں۔"

"معاف کیجئے گا...... میری یہی بک بک آپ کی کامیابیوں کی ذمہ دار ہے۔" حمید بولا۔

"بہت اچھے! بڑی شاندار بکواس ہوتی ہے آپ کی۔ کاہل اور کام چور عورتوں کی سی باتیں کرتے ہو۔"

"عورتوں...... ہائے...... عورتوں...... ذرا ایک بار پھر کہئے۔" حمید سینے پر ہاتھ مارتا ہوا بولا۔ "اگر اسی طرح عورت افزائی کرتے رہے تو کیوں مجھے اکتانا پڑے۔"

"پھر وہی عورت۔" فریدی جل کر بولا۔ "اگر یہی عالم رہا تو ایک دن تم خود عورت ہو جاؤ گے۔"

"اور آپ اس وقت کہاں ہوں گے؟" حمید نے پوچھا۔

"جہنم میں۔"

"تو گویا نعوذ باللہ۔"

"خاموش رہو...... ورنہ میں تمہارا سر اسٹیئرنگ سے لڑا دوں گا۔" فریدی جھنجھلا کر بولا۔

"اچھا پھر اس کے بعد آپ کہاں ہوں گے۔"

فریدی نے کوئی جواب نہ دیا۔ اس وقت اسے سچ مچ حمید کی بے تکی بکواس بہت کھل رہی تھی۔

حمید بھی شاید سمجھ گیا تھا اس لئے اس نے بالکل خاموشی اختیار کر لی۔ فریدی کار کی رفتار لمحہ بہ لمحہ تیز کرتا جا رہا تھا۔

جھریالی پہنچ کر فریدی نے کار کچے راستے پر اتار دی۔ تجربہ گاہ کے سامنے پہنچ کر کار رک گئی۔ کل ہی والا پہرے دار آج بھی پھاٹک پر بیٹھا ہوا تھا۔ فریدی کو کار سے اترتے دیکھ کر کھڑا ہو گیا۔

"سلام صاحب۔"

"سلام! ذرا یہ کارڈ اندر بھجوا دو۔" فریدی نے اپنا ملاقاتی کارڈ جیب سے نکال کر اسے دیتے ہوئے کہا۔

پہرے دار نے کسی کو آواز دی۔ ایک آدمی اندر سے آیا اور اس نے کارڈ اسے دے دیا فریدی اندر بلا لیا گیا۔

دونوں ڈاکٹر لیبارٹری میں کوئی تجربہ کر رہے تھے۔ انہوں نے فریدی کو وہیں بلا لیا۔

جیسے ہی وہ دروازے کے قریب پہنچے اندر سے کسی شیر خوار بچے کے رونے کی آواز آئی اندر پہنچ کر ان کی حیرت کی کوئی انتہا نہ رہی جب انہوں نے یہ دیکھا کہ یہ آواز ایک خرگوش منہ سے نکل رہی تھی جسے ڈاکٹروں نے ایک مشین میں لگے ہوئے پنجرے میں بند کر رکھا تھا۔

حمید کو بے اختیار ہنسی آ گئی۔

"اوہ آپ۔" وحید نے چونک کر کہا۔ "شاید کل بھی تو آپ آئے تھے، لیکن آپ۔ نہیں بتایا تھا کہ آپ کون ہیں۔"

"اس قسم کا کوئی موقع ہی نہیں آیا تھا۔" فریدی نے مسکرا کر کہا۔

"فرمائیے میں کیا خدمت کر سکتا ہوں۔"

"میں ایک تکلیف دینے کے لئے حاضر ہوا ہوں۔"

"فرمائیے۔"

فریدی نے وہی شیشی نکالی جو اس نے کرنل سعید کے بستر پر پائی تھی۔

"میں اس سیال کا تجزیہ چاہتا ہوں۔"

"بس اتنی معمولی سی بات، میں تو سمجھا تھا کہ شاید آپ کوئی بڑی خدمت مجھ سے لینے والے ہیں۔" ڈاکٹر وحید نے مسکرا کر کہا۔

فریدی نے شیشی اسے دے دی اور اس کے حرکات و سکنات کا بغور جائزہ لینے لگا۔

ڈاکٹر وحید کے چہرے پر کسی قسم کی گھبراہٹ یا پریشانی کے آثار نہ تھے۔ اس نے نہایت اطمینان سے شیشی کا عرق ایک ٹسٹ ٹیوب میں انڈیلا اور اس میں کچھ دوسری چیزیں ملا کر اسپرٹ لیمپ پر گرم کرنے لگا۔

دفعتاً تھوڑی دیر بعد اس کے منہ سے عجیب قسم کی آواز نکلی اور وہ گھوم کر تحیر آمیز انداز سے فریدی کی طرف دیکھنے لگا۔

"یہ چیز آپ کو کہاں سے ملی۔" اس نے فریدی سے پوچھا۔

"یہ کیا ہے۔" فریدی نے سوال کیا۔

"میرا دعویٰ تھا کہ اس کا راز صرف میں ہی جانتا ہوں مگر......!" وہ پریشانی کے لہجے میں بولا۔

"یعنی......!"

"آپ کو یہ کہاں سے ملا......؟"

"کرنل سعید کے یہاں......!"

"کرنل سعید کے یہاں۔" ڈاکٹر وحید نے اچھل کر کہا۔

"جی ہاں۔"

"تو وہ حضرت اسے یہیں سے چرا کر لے گئے ہیں۔" ڈاکٹر وحید بے ساختہ بولا۔

"آپ اسے جانتے ہیں۔" فریدی نے پوچھا۔

"اچھی طرح......وہ میرے زیر علاج ہے۔"

"کس چیز کا علاج کر رہے ہیں آپ۔"

"جنسی کمزوری کا۔"

"اوہ لیکن اس شیشی میں کیا چیز تھی۔"

"ہمارا ایک نامکمل تجربہ۔" ڈاکٹر وحید نے کہا۔ "یہ بھی جنسی کمزوری ہی کی ایک دوا ہے

لیکن ابھی اس قابل نہیں کہ اسے کسی آدمی پر استعمال کیا جاسکے۔"

"شاید آپ کو یہ سن کر تعجب ہو کہ اسے ایک آدمی استعمال کرتا رہا ہے۔"

"کون......!"

"کرنل سعید۔"

"ارے...... مجھے اس کا علم ہی نہیں۔ تو پھر اس کا نتیجہ کیا ہوا......؟"

"نتیجے ہی کے سلسلے میں مجھے یہاں آنا پڑا ہے۔" فریدی نے کہا اور کرنل سعید کے پاگل پن کی داستان دہرادی۔ ڈاکٹر وحید کی آنکھوں میں عجیب قسم کی چمک پیدا ہوگئی۔

"اوہ......تب تو میرا تجربہ سو فیصدی کامیاب رہا۔" ڈاکٹر وحید مسرت آمیز لہجے میں بولا۔

"مگر یہ ہے کیا بلا۔" فریدی نے پوچھا۔

"آپ کتوں کی جنسیت کے بارے میں تو جانتے ہی ہوں گے۔" ڈاکٹر وحید بولا۔

"اسی نظریئے کو سامنے رکھ کر ہم کتے کے غدود کے انجکشن کے سلسلے میں تجربہ کر رہے تھے۔ ہم نے دوا تو تیار کرلی تھی لیکن ابھی تک اطمینان نہیں ہوا تھا۔ کرنل سعید نے ہماری یہ مشکل بھی دور کردی۔ اگر وہ پندرہ دن تک متواتر اسے استعمال کرتا رہا تو آپ جانتے ہیں کیا ہوگا......وہ پھر سے جوان ہی نہیں بلکہ نوجوان ہوجائے گا۔"

"بشرطیکہ اس دوران میں اس کی ملک الموت سے ملاقات نہ ہوگئی ہو۔" حمید بے ساختہ بولا۔

"کیا مطلب......؟"

"وہ اسی پاگل پن کے عالم میں کل رات کہیں غائب ہوگیا۔" فریدی نے کہا۔

"غائب ہوگیا۔" وحید کچھ سوچتا ہوا بولا۔ "خیر فکر کی بات نہیں...... یہ پاگل پن عارضی ہوتا ہے، اسے جب بھی ہوش آئے گا وہ واپس آجائے گا۔"

"لیکن اسے یہ دوا ملی کیسے؟"

"میری حماقت کی وجہ سے۔" وحید بولا۔ "میں نے دراصل اسے اپنے اس تجربے کے متعلق بتا دیا تھا اور یہ دوا بھی دکھا دی تھی جو ایک بوتل میں رکھی ہوئی تھی۔ لیکن ساتھ ہی ساتھ میں نے اسے یہ بھی بتا دیا تھا کہ وہ ابھی قابل اطمینان نہیں ہے۔ لیکن آپ تو جانتے ہی ہیں کہ

بڑھاپے میں کسی جوان عورت سے شادی کرلینا کتنا خطرناک ہوتا ہے۔ کرنل کی بے صبری نے اسے یہ دن دکھایا۔ اس نے مجھ سے یہ خواہش ظاہر کی تھی کہ میں اس کا تجربہ اسی پر کروں لیکن میں خواہ مخواہ کا خطرہ مول لینے کے لئے تیار نہ تھا، آخر وہ اسے چرا ہی لے گیا۔"

"آپ اکثر و بیشتر اس کے گھر بھی جاتے رہے ہوں گے۔"

"ہاں اکثر اتفاق ہوا ہے، جب کبھی شہر جاتا ہوں اگر وقت ہوتا ہے تو اس سے ضرور مل لیتا ہوں۔ آدمی دلچسپ ہے۔"

"اس کی لڑکی کے متعلق تو آپ کو معلوم ہی ہوگا۔"

"ہاں میں نے اخبار میں پڑھا تھا۔ واقعی افسوس ناک حادثہ ہے۔"

"اور اب وہ خود بھی غائب ہوگیا۔" فریدی نے کہا۔ "میرا خیال ہے کہ اس کا کوئی عزیز اس کی دولت کے لالچ میں ایسا کر رہا ہے۔ میں تو کہتا ہوں کہ اس کی بیوی کی جان بھی خطرے میں ہے۔"

"بہت ممکن ہے، اس قسم کے سینکڑوں واقعات سننے میں آتے ہیں۔" وحید بولا۔

"کل میں آپ کی تجربہ گاہ کے سب شعبے نہیں دیکھ سکا۔" فریدی نے کہا۔

"تو آج ہی دیکھ لیجئے...... ہمیں خوشی ہوگی۔" ڈاکٹر وحید بولا۔

"پہلے بچوں کی طرح رونے والے اس خرگوش کا ماجرا بیان کیجئے۔" حمید نے کہا۔

"یہ بھی بالکل نیا تجربہ ہے۔" ڈاکٹر وحید مسکرا کر بولا۔ "ہمارا خیال ہے کہ آدمیوں کی عادت بدلی جاسکتی ہے اس سلسلے میں ابھی ہم جانوروں پر تجربہ کر رہے ہیں۔"

"صاحب واقعی ہمارے ملک میں آپ لوگوں کا دم غنیمت ہے۔ یقیناً آپ سائنس کی دنیا میں ہمارا سر اونچا کریں گے۔" فریدی بولا۔

"آیئے......میں آپ کو بقیہ شعبے دکھاؤں۔" ڈاکٹر وحید نے دروازے کی طرف بڑھتے ہوئے کہا۔

"یہ دیکھئے...... یہ ہمارا ننھا سا بجلی گھر ہے جس سے ہم اپنی ضرورت کے مطابق بجلی پیدا کر سکتے ہیں۔ یہاں اس کمرے میں ادویات رکھی جاتی ہیں اور آیئے ادھر تشریف لایئے۔ جی

ہاں یہ نباتات کا کمرہ ہے۔ یہاں دنیا کے سارے ممالک کی کارآمد نباتات کے نمونے ہیں۔

"کیا آپ نے شیر بھی پال رکھے ہیں۔" دفعتاً حمید نے چونک کر پوچھا۔ اسے ابھی ایک خوفناک گرج سنائی دی تھی۔

"جی ہاں...... اس سامنے والی عمارت میں درندے ہیں۔"

"تو کیوں نہ لگے ہاں ان کو بھی دیکھ لیں۔" فریدی نے کہا۔

"لیکن مجھے افسوس ہے کہ آپ انہیں قریب سے نہ دیکھ سکیں گے۔ کیونکہ ابھی تک وہاں کا انتظام نہیں ہوسکا۔ درندے کمروں میں بند ہیں۔ خود ہم لوگ بھی ادھر بہت کم جاتے ہیں"

"یہ چیز تو خطرناک ہے۔"

"کیا کیا جائے...... حکومت نے کٹہروں کا وعدہ تو کیا ہے، دیکھئے کب تک ملتے ہیں۔" ڈاکٹر وحید بولا۔

"گھبرایئے نہیں آپ کو بہت جلد کٹہرے بھی مل جائیں گے۔" فریدی نے کہا۔

"وہ کیسے۔"

"میں ایک رپورٹ پیش کردوں گا کہ موجودہ حالت میں درندوں کا رکھنا خطرناک ہے۔" فریدی بولا۔

"ہم آپ کے انتہائی ممنون ہوں گے۔"

"لیکن یہ تو بتایئے کہ آپ شیر رکھتے ہی کیوں ہیں۔" حمید نے پوچھا۔

"ان سے ہم بزدلوں کو شیر بنانے میں مدد لیتے ہیں۔" ڈاکٹر وحید نے کہا۔

"یعنی......!"

"شیر کے غدود کے انجکشن......!"

"ہاں صاحب...... اگر آپ کسی کو گدھے کے غدود کے انجکشن دیں تو کیا ہو۔" حمید نے مسکرا کر پوچھا۔

"تو وہ آپ کی طرح فضول بکواس کرنے لگے گا۔" فریدی نے جھنجھلا کر کہا۔

ڈاکٹر وحید ہنسنے لگا۔

"اچھا ڈاکٹر اس تکلیف دہی کی معافی چاہتا ہوں۔" فریدی نے مصافحہ کے لئے ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا۔

"ارے اس میں تکلیف کی کیا بات ہے۔" وحید نے کہا۔ "مجھے خوشی ہے کہ آپ نے ہمیں اس قابل سمجھا۔"

"فریدی اور حمید کار پر بیٹھ کر شہر کی طرف روانہ ہوگئے۔

"کیوں حمید کیا خیال ہے۔" فریدی نے کہا۔

"ان لوگوں پر کسی قسم کا شبہ کرنے کو دل نہیں چاہتا۔" حمید بولا۔

"کیوں......؟"

"بے چارے نے سب کچھ صحیح صحیح تو بتا دیا۔"

"خیر اس کا علم تو مجھے کرنل سعید سے گفتگو کرنے کے بعد ہی ہوگیا تھا کہ وہ اپنی ان حرکتوں کا ذمہ دار خود ہے۔"

"تو پھر یہاں تک دوڑے آنے کی کیا ضرورت تھی۔"

"محض اپنے اطمینان کیلئے۔" فریدی نے کہا۔ "کوئی اور خاص بات تم نے مارک کی۔"

"کوئی نہیں...... مجھے تو کوئی خاص بات نہیں دکھائی دی۔"

"اس لئے تو کہتا ہوں کہ تم کبھی ایک کامیاب جاسوس نہیں ہوسکتے۔" فریدی نے کہا۔ "کیا تم نے یہ چیز نوٹ نہیں کی کہ ڈاکٹر وحید کو تو کرنل سعید کے گھر جانے کا اقرار ہے لیکن کرنل کی بیوی اس سے انکار کرتی ہے۔"

"اوہ...... تو پھر...... آپ اس سے کیا نتیجہ اخذ کرتے ہیں۔"

"یہی سوچ رہا ہوں کہ کیا نتیجہ اخذ کروں۔"

"بہر حال یہ چیز تو ظاہر ہوگئی کہ کرنل کے پاگل پن اور اس کی بیٹی کی گمشدگی میں کوئی تعلق نہیں۔ اب یہ بتایئے کہ کرنل کا کیا ہوگا۔"

"جب تک اس کی لڑکی کے متعلق نہ معلوم ہوجائے اسے تہہ خانے ہی میں رکھوں گا۔"

"مگر یہ چیز ہے خطرناک......!" حمید نے کہا۔ "فرض کیجئے اگر اس کے متعلق آپ کو کچھ

نہ معلوم ہو سکا تو کیا ہوگا۔"

"وہ تو اب معلوم ہو کر ہی رہے گا۔" فریدی نے پر اطمینان لہجے میں کہا۔

حمید کچھ سوچنے لگا۔ دفعتاً اس کا چہرہ چمک اٹھا۔ شاید اس کے ذہن میں کوئی نیا خیال ہوا تھا جسے وہ ایک ناتجربہ کار بچے کی طرح فوراً ہی اگل دینے کے لئے بے تاب ہو گیا تھا۔

"کرنل سعید کی بیوی کی غلط بیانی کی ایک وجہ اور بھی ہو سکتی ہے۔" حمید بولا۔ "وہ کیا۔"

"نسوانی شرم...... کرنل سعید اپنی جنسی کمزوری کا علاج کرا رہا ہے۔ ظاہر ہے کہ ڈاکٹر سے پوچھ گچھ کی جاتی۔ اس لئے اس نے اس کا نام لینا مناسب نہ سمجھا ہوگا۔"

"کوڑی تو تم بہت دور کی لے آئے ہو۔" فریدی نے کہا۔ "لیکن اس چیز کو بھی پیش رکھو کہ کرنل کے پاگل پن کی اطلاع خود اسی نے پولیس کو دی تھی اگر وہ چاہتی تو اسے چھپا لیتی۔ کیونکہ کرنل اس دوا کو اسی وقت استعمال کرتا تھا جب اسے یقین ہو جاتا تھا کہ گھر سب لوگ سو رہے ہیں۔"

"آپ شاید یہ بھول رہے ہیں کہ کرنل نے دوا چرائی تھی۔ ممکن ہے اس کی بیوی کو بھی کا علم نہ رہا ہو۔ اسی لئے اس نے کرنل کی حرکتوں کو پاگل پن ہی سمجھا ہو۔" حمید نے کہا۔

"بھئی تم آج بہت عقل مندی کی باتیں کر رہے ہو۔" فریدی مسکرا کر بولا۔

"پیٹھ ٹھونکئے اس بات پر۔"

فریدی نے ایک گھونسہ حمید کی پیٹھ پر جڑ دیا۔

"کار سنبھالئے...... کار......!" حمید چیخا۔

کار سچ مچ اس دفعہ ایک تناور درخت کی طرف گھوم گئی تھی۔ لیکن فریدی نے بڑی پھرتی سے اسٹیئرنگ گھما کر کار کو سڑک پر لگا دیا۔

دفعتاً ایک ٹرک کار کے پیچھے سے آگے کی طرف بڑھ گیا۔ ٹرک کافی تیز رفتاری کے ساتھ جا رہا تھا۔

"حمید......!" فریدی چونک کر بولا۔

"یہ تو وہی ٹرک ہے۔"

"کون سا۔"

"وہی جو کل دیکھا تھا جس کے ڈرائیور نے نمبروں کی تختی بدلی تھی۔" فریدی نے کہا اور کار کی رفتار کچھ تیز کر دی۔

ٹرک پر بانس کے گٹھے لدے ہوئے تھے۔ فریدی کی کار اس کا پیچھا کر رہی تھی۔

"نکال لے چلئے۔" حمید بولا۔

"عجیب احمق ہو...... اتنا اچھا موقع ہاتھ سے نکل جانے دوں۔"

"ابھی مسئلہ حل نہیں ہوا اور دوسرے میں ٹانگ اڑا دی گئی۔"

"جتنے زیادہ معاملات ہوں اتنا ہی اچھا ہوتا ہے۔"

"آپ کی مرضی۔"

"دیکھنا یہ ہے کہ ٹرک جاتا کہاں ہے۔" فریدی نے کہا۔

"اور اس کے بعد ٹھنڈے ٹھنڈے لوٹ آئیں گے۔" حمید بولا۔

فریدی نے کوئی جواب نہ دیا۔ وہ ٹرک اور کار کا فاصلہ برابر رکھنے کی کوشش کر رہا تھا۔ اس نے یہ بھی محسوس کیا کہ ٹرک کا ڈرائیور آہستہ آہستہ ٹرک کی رفتار تیز کرتا جا رہا ہے۔ سڑک بالکل سنسان تھی۔ اس لئے اسے کوئی خاص دقت بھی پیش نہیں آ رہی تھی۔

مزدوروں میں تکرار

ٹرک کے پچھلے حصے میں جہاں خیموں کے ستون رکھے ہوئے تھے دو قوی ہیکل گورکھے بیٹھے ہوئے تھے۔ وہ ٹرک کے جھٹکوں سے ادھر اُدھر ہل جانے والے ستونوں کو سنبھالتے جا رہے تھے۔ فریدی غور سے ان کی یہ حرکت دیکھتا رہا۔ پھر دفعتاً وہ حمید سے بولا۔

"کچھ دیکھ رہے ہو۔"

"کیا......!"

"ان ستونوں کے سلسلے میں اتنی احتیاط کی کیا ضرورت ہے۔" فریدی بولا۔

"ٹرک کی دیواریں کافی اونچی ہیں اور ستون ان کی سطح سے نیچے ہیں۔ ظاہر ہے کہ وہ نہیں

گر سکتے۔ پھر یہ احتیاط۔"

"ہاں...... یہ چیز واقعی غور طلب ہے۔" حمید بولا۔

"کیا خیال ہے۔" فریدی نے کہا۔ "اس انبار کے نیچے کچھ معلوم ہوتا ہے۔"

"بہت ممکن ہے۔" حمید کچھ سوچتا ہوا بولا۔ "کیوں نہ انہیں روک کر تلاشی لی جائے۔"

"احمق ہوئے ہو۔" فریدی نے کہا۔ "ہمیں اس کا حق کب پہنچتا ہے۔ اس قسم کی دھا
میں اسی صورت میں کرتا ہوں جب سارے جائز ذرائع ختم ہو جاتے ہیں۔ دیکھو شروع سے
خیال ہے کہ ڈاکٹروں کی تجربہ گاہ اور ستونوں کے کارخانے میں کوئی نہ کوئی تعلق ہے۔"

"اس کی وجہ۔"

"اس کی سب سے بڑی وجہ یہی ہے کہ ان دونوں عمارتوں میں بظاہر کوئی تعلق معلوم نہیں ہوتا"

"یعنی......!"

"آٹھ دس میل کے رقبے میں ان دونوں عمارتوں کے علاوہ اور آبادی نہیں ہے۔" فر
نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔ "ایسی صورت میں دونوں عمارتوں کے مکینوں کے ایک دوسرے
کچھ نہ کچھ تعلقات تو ہونے ہی چاہئیں۔"

"ضروری نہیں۔" حمید نے کہا۔

"انسانی فطرت کے لئے قطعی ضروری ہے۔"

"تو آپ مفروضات پر اپنی منطق کی دیوار کھڑی کرنی چاہتے ہیں۔"

"ہر قسم کی تحقیق مفروضات اور تشکیک ہی سے شروع ہوا کرتی ہے۔" فریدی نے کہا
"میں نے اپنے ایک خیال کا اظہار کیا ہے اور یہ دیکھنا تو بعد کی بات ہے کہ اس میں سچائی کہاں
تک ہے۔"

"خیر صاحب معلوم ہو گیا کہ مہینوں سر مارنا پڑے گا۔" حمید بے دلی سے بولا۔

"ہو سکتا ہے کہ ایک ہی گھنٹے میں ساری گتھیاں سلجھ جائیں اور یہ بھی ممکن ہے کہ ایک سال
میں بھی کچھ نہ ہو سکے۔ سراغ رسانی کا انحصار تو محض اتفاقات پر ہے۔"

"اچھا اچھا ذرا کار کی رفتار کم کیجئے۔" حمید بولا۔ "ٹرک شائد اگلے موڑ پر گھومے گا۔ اس کی

رفتار کم ہو گئی ہے۔"

فریدی نے کار کی رفتار کم کر دی۔ حمید کا کہنا سچ نکلا۔ ٹرک اسی طرف مڑ گیا لیکن اس کی
رفتار کم ہی رہی۔ پہلے کی نسبت اب وہ سڑک کے کنارے جا رہا تھا۔ کار کو راستہ دینے کے لئے۔

"دیکھا شائد انہیں شبہ ہو گیا ہے۔ بہر حال ہمیں اب گاڑی آگے نکال لے جانی چاہئے۔"
فریدی نے کہا۔ "تم پچھلی سیٹ پر چلے جانا۔ ابھی نہیں، مجھے گاڑی آگے نکال لے جانے دو۔
ٹرک پر نگاہ رکھنا۔"

فریدی اپنی کار ٹرک کے قریب سے نکال لے گا۔ حمید پچھلی سیٹ پر پہنچ چکا تھا۔ پشت پر
لگے ہوئے شیشے سے وہ ٹرک کو دیکھ رہا تھا۔ ٹرک رک گیا۔

"ٹرک رک گئی۔" حمید بولا۔

"وہ تو میں نے پہلے ہی کہہ دیا تھا کہ انہیں ہم پر شبہ ہو گیا ہے۔" فریدی نے کہا اور کار کی
رفتار تیز کر دی۔ چند لمحوں کے بعد ٹرک حمید کی آنکھوں سے اوجھل ہو گیا۔

"یہ ٹرک کہاں جا سکتا ہے۔" فریدی نے کہا۔

"میں کیا جانوں۔"

"میرا خیال ہے کہ یہ شہر میں کسی بیوپاری کے یہاں جائے گا۔"

"ممکن ہے۔" حمید بولا۔

"کیفے ڈی فرانس کے سامنے ایک فرم ہے۔ بہت ممکن ہے یہ ستون وہیں جا رہے ہوں۔
بہر حال اگر ہم کیفے ڈی فرانس میں لنچ کھائیں تو کیا حرج ہے۔"

"بھلا کھانے پینے میں کہاں ہرج ہو سکتا ہے۔" حمید جلدی سے بولا۔

"مجھے کوئی امید نہیں۔ لیکن خیر ممکن ہے میرا قیاس صحیح نکلے۔" فریدی نے کہا۔

تھوڑی دیر بعد وہ کیفے ڈی فرانس کے سامنے پہنچ گئے۔ فریدی نے اپنی کار ایک فرلانگ
پیچھے ہی فٹ پاتھ سے لگا دی۔ کیفے میں وہ ایک کھڑکی کے پاس والی میز پر بیٹھے۔ یہاں سے وہ
باہر کی طرف بآسانی دیکھ سکتے تھے۔ سامنے ہی میسرز جی۔ ایم استھانا خیموں کے تاجر کا گودام
تھا۔ گودام کے احاطے میں جابجا بانسوں اور بلیوں کے ڈھیر لگے ہوئے تھے۔

فریدی نے لنچ کا آرڈر دیا۔ تقریباً آدھ گھنٹے کے بعد حمید کے چہرے پر اکتاہٹ کے آثار پائے جانے لگے۔

"شہر میں اور بھی بیوپاری ہوں گے۔" حمید نے کہا۔ "کیا یہ ضروری ہے کہ وہ آئے۔"

"قطعی ضروری نہیں۔ میں نے تم سے پہلے ہی کہہ دیا تھا کہ اس کے متعلق مجھے یقین ہے۔ ہم تو دراصل یہاں محض لنچ کھانے آئے ہیں۔ اگر اس سلسلے میں کوئی کام کی بات ہو جائے تو کیا کہنا۔"

"ارے.....!" حمید جو سڑک کی طرف دیکھ رہا تھا چونک کر بولا۔ "سچ مچ وہ رہا ٹرک۔" ٹرک احاطے کے اندر داخل ہو رہا تھا۔

"اب فرمایئے۔" فریدی مسکرا کر بولا۔

ٹرک جیسے ہی احاطے میں داخل ہوا دو تین مزدور ادھر اُدھر سے دوڑ پڑے۔ فریدی اور حمید لنچ ختم کر چکے تھے۔ فریدی نے بل ادا کیا اور دونوں کیفے سے نکل آئے۔ گودام کے احاطے کے قریب ایک پان والے کی دکان تھی۔ حمید وہاں سے سگریٹ خریدنے لگا۔

مزدوروں میں اچھی خاصی تکرار شروع ہو گئی تھی۔ وہ مزدور جو ٹرک کا مال اتارنے کے لئے دوڑے تھے اس بات پر مصر تھے کہ وہ ہی ان ستونوں کو ٹرک پر سے اتاریں گے۔ لیکن ڈرائیور انہیں اس بات سے روک رہا تھا۔ ان کے بجائے ٹرک پر بیٹھے ہوئے گورکھوں نے ستون اٹھا کر گودام کے اندر لے جانے شروع کر دیئے تھے۔

"واہ بھیا..... یہ بھی کوئی بات ہے۔ سارا دن تو مال ہم نے ڈھویا۔" ایک مزدور ڈرائیور سے کہہ رہا تھا۔ "اور اب اس وقت تم اپنے مزدور لائے ہو۔"

"مالک کا یہی حکم ہے۔ میں کیا کروں۔" ڈرائیور بولا۔

"اچھا حکم ہے۔" مزدور نے کہا۔ "اگر یہی بات ہے تو اب ہم کسی مال میں ہاتھ نہ لگائیں گے۔"

"تو یہ سب تم مجھ سے کیوں کہہ رہے ہو۔" ڈرائیور بولا۔ "منیجر سے جا کر کہونا۔"

"اس سے پہلے جو مال لائے تھے اسے آخر ہم نے ہی تو اتارا تھا۔" ایک مزدور نے کہا۔

"اتارا ہو گا پھر میں کیا کروں۔" ڈرائیور نے جواب دیا۔

بالآخر تکرار اتنی بڑھی کہ خود منیجر کو آفس سے نکل کر آنا پڑا۔ اس نے ڈانٹ ڈپٹ کر مزدوروں کو الگ کر دیا۔ تھوڑی دیر بعد ٹرک خالی ہو گیا۔

"اس میں تو کچھ بھی نہ تھا۔" حمید نے آہستہ سے کہا۔

"آؤ اب یہاں سے ہٹ چلیں۔" فریدی نے کہا۔

دونوں اپنی کار میں آ کر بیٹھ گئے۔ فریدی نے کار اسٹارٹ کر دی۔

"خواہ مخواہ بھاگ دوڑ کرتے رہے۔" حمید نے کہا۔

"خواہ مخواہ کیوں؟"

"کیا نکلا ٹرک میں۔"

"یہ تو اور دلچسپ بات ہے۔"

"اپنی دلچسپیاں بس آپ ہی سمجھ سکتے ہیں۔" حمید نے کہا۔ "خاکسار کے تو خاک بھی سمجھ میں نہیں آتا۔"

"مزدوروں کی تکرار سے تم نے کیا اندازہ لگایا۔"

"بس تکرار تھی۔"

"لیکن لایعنی نہیں۔" فریدی نے کہا۔ "وہ اس سے پہلے بھی اس ٹرک کا مال اتار چکے تھے آخر اس بار انہیں اس سے کیوں محروم رکھا گیا۔"

"اچھا اب گھر چلئے.....!" حمید نے اکتا کر کہا۔

گھر پہنچ کر فریدی کسی گہری سوچ میں ڈوب گیا اور کبھی کبھی وہ بے چینی سے ادھر اُدھر ٹہلنے لگتا۔ اسی دن دس بجے رات کو وہ کہیں جانے کے لئے تیار ہو گیا۔ اس نے کار نکالی اور ایک طرف چل پڑا۔ وہ یوں ہی بلا مقصد شہر کی سڑکوں کے چکر کاٹتا پھر رہا تھا۔ تقریباً بارہ بجے وہ کرنل سعید کے بنگلے کے پاس سے گزرا۔

آگے لے جا کر کار کھڑی کر دی۔ پھر تین بار انجن کھولا اور بند کیا۔ غالباً یہ کسی قسم کا اشارہ تھا۔ جس پر ایک آدمی تاریکی سے نکل کر آہستہ آہستہ چلتا ہوا کار کے پاس آیا۔

"انسپکٹر صاحب۔" آنے والے نے آہستہ سے کہا۔

"آؤ بیٹھ جاؤ......!"

وہ فریدی کے برابر بیٹھ گیا اور کار چل پڑی۔

"کوئی خبر......!"

"گیارہ بجے رات وہ کہیں گئی ہے۔"

"اکیلے......!"

"نہیں۔"

"کون تھا اس کے ساتھ۔"

"ایک آدمی۔" اس نے کہا۔ "لیکن میں اسے پہچانتا نہیں۔"

فریدی نے اپنی جیب سے دو تین تصویریں نکال کر اسے دیں۔

"ان میں سے کوئی تھا۔" فریدی نے کہا۔

وہ آدمی ٹارچ کی روشنی میں تصویر دیکھنے لگا۔

"یہ تھا......سو فیصدی یہی تھا۔" اس نے ایک تصویر کی طرف اشارہ کر کے کہا۔

"ہوں......!" فریدی نے کہا اور تصویریں لے کر جیب میں رکھ لیں۔

"کوئی اور بات۔" فریدی نے پوچھا۔

"اور کچھ نہیں۔"

"کرنل کی بیوی پر کسی خاص پریشانی کے اثرات۔"

"میں اسے زیادہ قریب سے نہیں دیکھ سکا۔"

"اچھا......!" فریدی نے کار کو پھر کرنل سعید کے بنگلے کی طرف موڑتے ہوئے کہا۔

"ابھی تمہارا کام ختم نہیں ہوا......تمہیں یہ بھی دیکھنا ہے کہ وہ کب اور کس حالت میں گھر واپس آتی ہے۔"

"بہت اچھا۔"

"یہ لو۔" فریدی نے اسکے ہاتھ پر دس روپے کا نوٹ رکھتے ہوئے کہا۔ "رات کا خرچ۔"

ایک عجیب اتفاق

حمید بے خبر سو رہا تھا۔ فریدی نے اسے جھنجھوڑ جھنجھوڑ کر جگا دیا۔

"خیریت......خیریت۔" حمید نے اٹھ کر بیٹھتے ہوئے کہا۔ پھر اس کی نظر گھڑی کی طرف گئی۔

"اف فوہ......ابھی تو تین ہی بجے ہیں۔" حمید نے فریدی کو گھور کر دیکھتے ہوئے کہا۔ "کون سی آفت آ گئی۔"

"کچھ نہیں......چوہے کے بل سے جو ہاتھی نکلا ہے تمہیں دکھانا چاہتا ہوں اور اسی وقت ہیں اس کا مہاوت بھی بناؤں گا۔" فریدی ہنس کر بولا۔

"یعنی......!"

"آؤ میرے ساتھ۔" فریدی نے اس کا ہاتھ پکڑ کر اٹھاتے ہوئے کہا۔

وہ دونوں دوسرے کمرے میں گئے۔ انہیں ستونوں میں سے ایک جو انہوں نے ٹرک پر ے دیکھے تھے فرش پر پڑا ہوا تھا۔

"کیا خیال ہے۔" فریدی حمید کی طرف دیکھ کر بولا۔

"خواہ مخواہ میری نیند خراب کی۔" حمید بڑبڑایا۔

"کیا تم مجھے اتنا احمق سمجھتے ہو کہ میں خواہ مخواہ اسے لاد کر یہاں لاؤں گا۔" فریدی نے کہا۔

"تو کچھ بولیے بھی نا۔" حمید نے اکتا کر کہا۔

"تم سنتے کب ہو۔"

"اچھا سن رہا ہوں۔"

"کیا تم اسے بانس کا بنا ہوا سمجھتے ہو۔" فریدی نے ستون کی طرف اشارہ کر کے کہا۔

"جی نہیں......میرا خیال ہے کہ یہ خالص سونے کا بنا ہوا ہے۔" حمید طنزیہ لہجے میں بولا۔

"میں مذاق نہیں کر رہا ہوں۔" فریدی نے سنجیدگی سے کہا۔ "ذرا اسے قریب سے دیکھو......
ں کی مصنوعی گانٹھوں پر نہ جاؤ......" حمید جھک کر اسے دیکھنے لگا۔

"واقعی کمال کر دیا۔" حمید اٹھ کر بولا۔ "لیکن آخر اس میں پریشانی کی کیا بات ہے۔ اس صنعت گری کو جرم کیسے قرار دیا جا سکتا ہے۔ اگر شیشم کی لکڑی کا ستون ایسا بنایا گیا جو بالکل معلوم ہو تو کون سی مصیبت آ گئی۔ واقعی کاریگر نے کمال کر دیا ہے۔"

"لیکن یہ کمال دکھانے کی ضرورت...... ظاہر ہے کہ انہیں نمائش میں تو جانا نہیں ہے" فریدی نے کہا۔

"ہوگا صاحب کچھ۔" حمید نے اکتا کر کہا۔ "آپ تو خواہ مخواہ ہر چیز کے پیچھے پڑ جاتے ہیں"

"اچھا اب اگر واقعی تم اس کمال کو دیکھنا چاہتے ہو تو وہ گلاس اٹھاؤ۔" فریدی نے کہا۔ ستون کو اٹھا کر زمین پر بیٹھتے ہوئے اسے اپنے زانوں پر رکھ لیا۔ سرے پر لوہے کے رنگ چڑھے ہوئے تھے۔ فریدی نے انہیں گھمانا شروع کر دیا، دوسرے ہی لمحے میں رنگ ایک ڈھکن سمیت ستون سے الگ ہو گئے اور کوئی سیال شے ستون سے ٹپکنے لگی۔

"ارے.....!" حمید اچھل کر بولا۔

"گلاس لگاؤ......" فریدی نے کہا اور ستون کو جھکا دیا۔ گلاس بھر گیا۔ حمید حیرت سے اس کا منہ دیکھ رہا تھا۔

"کیوں قبلہ حمید صاحب کتنی نفیس شراب ہے۔" فریدی ہنس کر بولا۔ "اگر کوئی ہرج نہ ہو تو تھوڑی سی چکھ کر دیکھئے۔"

حمید نے گلاس منہ میں لگا کر ہلکی سی چسکی لی۔ فریدی نے ڈھکن بند کر کے ستون کو اسی کونے میں کھڑا کر دیا۔

"واقعی بہت عمدہ ہے۔" حمید بولا۔ "مگر یہ دیسی تو نہیں معلوم ہوتی۔"

"سو فیصدی دیسی ہے......!" فریدی نے کہا۔ "کہئے چوہے کے بل سے ہاتھی نکلا یا نہیں"

"مانتا ہوں استاد۔" حمید نے کہا۔ "اب مجھے اس کیس میں کچھ کچھ دلچسپی پیدا ہوئی ہے۔ یہ آپ کو مل کیسے گیا۔"

"کافی پاپڑ بیلنے پڑے ہیں۔" فریدی نے کہا۔ "یہ مجھے سو روپے میں ملا ہے اور جو خطرات مول لینے پڑے ہیں وہ الگ ہیں۔"

"یعنی......!" حمید نے کہا۔

"چوکیدار کو سو روپیہ رشوت دینی پڑی۔ میں نے اس سے کہا کہ مجھے ایک ستون کی سخت ضرورت ہے۔ اس نے کہا کہ صبح کو وہاں سے خریدا جا سکتا ہے۔ میں نے سو روپیہ کا نوٹ اس کے ہاتھ میں دے دیا۔ اسے حیرت ہو رہی تھی میری حماقت پر، کہ میں ایک ستون کے لئے اسے سو روپے دے رہا ہوں غالباً اسے کچھ شبہ ہو گیا تھا۔ ابھی ہم لوگ اس گفتگو میں مشغول ہی تھے کہ وہاں ایک ٹرک آ کر رکا، میں جلدی سے چھپ گیا۔ اس پر سے دو آدمی اترے۔ چوکیدار نے انہیں سلام کیا اور وہ اندر چلے گئے۔ تھوڑی دیر بعد میں نے دیکھا کہ وہ ستون ڈھو رہے ہیں۔ انہوں نے چوکیدار کو بھی مدد کے لئے بلا لیا۔ چوکیدار کو میں نوٹ دے چکا تھا۔ میں نے واقعی یہ ایک زبردست حماقت کی تھی۔ لیکن یہ دیکھ کر اطمینان ہو گیا کہ نہ تو اس نے میرے غائب ہو جانے پر کسی قسم کی حیرت کا اظہار کیا اور نہ ان لوگوں سے میرے متعلق کچھ کہا۔ وہ لوگ بدستور اپنے کام میں مشغول رہے۔ چوکیدار نے مجھے چھپتے دیکھ لیا تھا، تھوڑی دیر بعد وہ میرے پاس آ کر آہستہ سے بولا" کہ میں ان لوگوں کو باتوں میں لگاتا ہوں تم ٹرک میں سے ایک ستون اٹھا لے جاؤ۔ اس طرح میں اسے حاصل کرنے میں کامیاب ہو گیا۔"

"اب کیا ارادہ ہے۔" حمید بولا۔

"گھسیارہ بننے کا۔" فریدی نے سنجیدگی سے کہا۔

حمید ہنسنے لگا۔

"میں مذاق نہیں کر رہا ہوں۔" فریدی نے کہا۔ "ہم لوگ گھسیاروں کے بھیس میں جھریالی چلیں گے۔"

"آخر اس کی ضرورت۔ ہمیں معلوم ہو چکا ہے کہ ستون بنانے والے کارخانے میں دراصل شراب بنتی ہے۔ اگر ہم نے انہیں دھوکے میں ڈال کر چھاپا مارا تو وہاں سے کوئی چیز ہٹا بھی نہ سکیں گے۔ لہٰذا خواہ مخواہ گھاس چھیلنے سے کیا فائدہ۔"

"میں تو پہلے ہی کہہ چکا ہوں کہ مجھے دونوں عمارتوں کا تعلق دریافت کرنا ہے۔ اگر ہم نے اس سے قبل چھاپہ مارا تو ہمارا یہ حملہ ادھورا ہوگا اور شاید ناکام بھی۔"

دوسرے دن صبح جھریالی میں ستونوں کی فیکٹری اور ڈاکٹروں کی تجربہ گاہ کے درمیان دو گھسیارے گھاس چھیل رہے تھے۔ قریب ہی ایک ٹوٹی پھوٹی سی گھوڑا گاڑی کھڑی تھی جسے وہ گھاس لادنے کے لئے لائے تھے۔ یہ دونوں حمید اور فریدی تھے۔

''ٹھیک ہی کہا تھا اس نجومی نے۔'' حمید نے گھاس چھیلتے چھیلتے سر اٹھا کر کہا۔

''کیا کہا تھا......!'' فریدی نے پوچھا۔

''یہی کہ تم بی اے پاس کر کے گھاس چھیلو گے۔'' حمید نے کہا۔ ''آج میں اس کا معتقد ہوگیا۔''

''اور میں شروع سے معتقد تھا۔'' فریدی مسکرا کر بولا۔

''آپ کو کیا معلوم۔''

''تم نے اس محکمے میں گھاس چھیلنے کے علاوہ آج تک اور کیا ہی کیا ہے۔'' فریدی نے کہا۔

''یہ میرا عظیم ترین کارنامہ ہے کہ میری وجہ سے آپ اتنے مشہور ہوگئے۔ دنیا سمجھتی ہے کہ یہ سارے کارنامے آپ کے ہیں۔ لیکن اب سے سو سال کے بعد کوئی نہ کوئی نیک نفس اس حقیقت پر سے پردہ ضرور اٹھا دے گا جس طرح شیکسپیئر کے ڈراموں کی حقیقت واضح ہوگئی ہے ڈرامے لکھے بے چارے فرانسس بیکن نے اور نام شیکسپیئر کا ہوا۔ اب ایک امریکن صاحبزادے نے نیا انکشاف کیا ہے وہ کہتا ہے کہ بیکن نے نہیں بلکہ مارلو نے لکھے ہیں۔ اسی طرح سو سال کے بعد میرا نام ہوگا اس کے بعد کوئی اللہ کا بندہ یہ ثابت کردے گا کہ فریدی کے کارنامے حمید کے نہیں بلکہ انسپکٹر جگدیش کے رہین منت ہیں۔''

''گھاس چھیلو میاں گھاس۔'' فریدی مسکرا کر بولا۔ ''اوقات پر رہو۔ شیکسپیئر بیکن اور مارلو کا تذکرہ کرنے سے کیا فائدہ۔ میں جانتا ہوں کہ تم ان لوگوں کے بارے میں بہت کچھ واقفیت رکھتے ہو یا پھر شاید تم اسی گھوڑے پر رعب ڈالنے کی کوشش کر رہے ہو کہ تم دراصل گھسیارے نہیں بلکہ گریجویٹ ہو۔''

''عزت افزائی کا شکریہ۔'' حمید نے کہا۔

''خیر......چھوڑو ان باتوں کو اب کیا دن بھر گھاس ہی چھیلتے رہیں گے۔''

فریدی نے کہا۔ ''تم فیکٹری کی طرف بڑھو اور میں تجربہ گاہ کی سمت لیتا ہوں۔''

دونوں نے اپنے اپنے منہ پھیر لئے۔ حمید پر رہ رہ کر جھلاہٹ سوار ہو رہی تھی۔ آخر اس حماقت کی کیا ضرورت تھی۔ مگر وہ بول ہی کیا سکتا تھا۔ کیونکہ بعد میں اسی کو احمق بننا پڑتا تھا۔ خیمے کے ستون ہی کے معاملے میں اسے کافی خفت اٹھانی پڑی تھی۔ اس لئے فریدی کی اس اسکیم میں زیادہ دخل در معقولات کرنے کی ہمت نہ پڑی۔ آہستہ آہستہ دھوپ تیز ہوتی جارہی تھی۔ یہ لوگ اپنے ساتھ کھانے پینے کا کافی سامان لائے تھے۔ فریدی نے یہ طے کیا تھا کہ اگر دن میں کوئی خاص بات نہ معلوم ہوسکی تو وہ حمید کو گھوڑے گاڑی پر گھاس کے گٹھروں کے ساتھ شہر روانہ کردے گا اور خود رات کو وہیں رہ کر کھوج لگانے کی کوشش کرے گا۔

دن آہستہ آہستہ ڈھل رہا تھا۔ حمید بُری طرح تھک گیا تھا۔ اس کے چہرے پر ہلکی سی سیاہی دوڑ گئی تھی اور آنکھوں کے گرد مٹیالے رنگ کے حلقے نظر آنے لگے تھے۔ اس کے برخلاف فریدی کے چہرے کی تازگی میں کوئی فرق نہیں آیا تھا۔ دفعتاً اس نے حمید کو آواز دی۔ حمید بے دلی سے تقریباً گھسٹتا ہوا اس تک پہنچا۔

''کیا آج ختم ہی کردینے کا ارادہ ہے۔'' حمید ہانپتا ہوا بولا۔

''گھبراؤ نہیں......شاید اللہ تم پر بہت زیادہ مہربان ہے۔'' فریدی نے مسکرا کر کہا۔

''ہوگا صاحب......یہ بتایئے کہ آپ نے مجھے بلایا کیوں ہے۔''

''ادھر دیکھو۔'' فریدی نے ایک گڑھے کی طرف اشارہ کر کے کہا۔ ''یہ گڑھا شاید برساتی پانی کے ریلے کا نتیجہ ہے۔''

''دیکھ لیا۔'' حمید نے جواب دیا۔

''کیا دیکھا......؟''

''اللہ کی رحمت! فرشتے نظر آرہے ہیں۔ اس چھوٹے سے گڑھے میں دنیا آباد ہے۔ خلقت کا اژدھام ہے۔ کہیں مٹھائی والوں کی دکانیں ہیں، کہیں کٹورے کھنک رہے ہیں، لکھنؤ کے بانکے ہتھیار لگائے آئینہ بند ادھر اُدھر خرمستیاں کرتے پھر رہے ہیں، مدک چرس اور گانجے کی دوکانوں پر کافی بھیڑ ہے، ذرا بڑھ کر دیکھئے تو کہیں یہ کم بخت بغیر لائسنس کی چرس تو نہیں فروخت کررہا ہے۔

فریدی خاموشی سے سنتا رہا۔ حمید کے چپ ہوتے ہی اس نے پوچھا۔

''بک چکے۔''

''ابھی کہاں۔'' حمید نے کہا۔ ''ابھی تو تمہید تھی۔ اب شروع کرتا ہوں۔ جانا صاحب قرا
زمان کا طرف شہر بیسراں کے اور مارنا عتقویل دیو پرور کا اور زخمی ہونا لندھور بن سعدان کا
سے پیر زادہ عبدالاوج بن عشق سلمہٰ کے اور عشق مانا......!''

فریدی نے اٹھ کر حمید کی گردن پکڑ لی۔

''اب ایک لفظ بھی تمہاری زبان سے نکلا اور میں نے تمہارا سر زمین پر مارا۔'' فریدی
کہا اور اس کا منہ دبا لیا۔

''اچھا چپ ہو گیا۔'' حمید نے فریدی کی گرفت سے نکل کر کہا۔ ''بتائیے کیا بات ہے۔''

''اس گڑھے میں ایک موٹا سا پائپ گزر رہا ہے۔''

''پائپ......!'' حمید نے گڑھے میں ہاتھ ڈالتے ہوئے کہا۔ ''ہاں...... ہاں...... ہے تو''

''اس کا مطلب......!'' فریدی نے استفہامیہ نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔

''بھلا پائپ کا کیا مطلب ہو سکتا ہے۔'' حمید ہنس کر بولا۔ لیکن فوراً ہی سنجیدہ ہو کر کہنے لگا
''واقعی یہاں اس ویرانے میں پائپ کا کیا مطلب۔''

''میونسپلٹی کی پائپ لائنوں کا نقشہ میرے ذہن میں ہے۔'' فریدی نے کہا ''اور پھر جھر
شہر سے تقریباً بارہ میل کے فاصلے پر ہے۔ یہاں ان دونوں عمارتوں کے لئے تو میونسپلٹی پائ
دینے سے رہی۔''

''پھر......؟''

''کچھ نہیں......ان دونوں عمارتوں کا تعلق ظاہر ہو گیا۔''

''یعنی......!''

''ڈاکٹروں کی تجربہ گاہ میں شراب تیار ہوتی ہے اور پھر اسے اسی پائپ لائن کے ذر
فیکٹری میں پہنچایا جاتا ہے۔''

''ارے......!'' حمید چونک کر بولا۔ ''مگر اس کا ثبوت کیسے بہم پہنچائیں گی۔''

''اسی کے لئے میں آج رات کو یہیں ٹھہرنے کا ارادہ رکھتا ہوں۔'' فریدی نے کہا۔

حملہ

دوسرے دن فریدی گھر پہنچا اس کے بازوؤں اور ہاتھوں پر گہری گہری خراشوں کے نشان
کپڑے پھٹ گئے تھے۔ سر کے بال گرد میں اٹے ہوئے تھے۔ حمید اسے اس حال میں دیکھ
کر گھبرا گیا۔

''یہ کیا ہوا'' وہ بے ساختہ بولا۔

''کچھ نہ پوچھو، دو خطرناک کتوں سے بڑی سخت جنگ کرنی پڑی۔'' فریدی نے جواب دیا۔

''تو کیا آپ تجربہ گاہ میں گھس گئے تھے۔''

''اس کا موقع ہی کہاں ملا۔ مجھے نہیں معلوم تھا کہ وہ لوگ اپنے کچھ کتے باہر بھی چھوڑ دیتے
جو رات بھر جھریالی کے سنسان علاقے میں گھومتے پھرتے ہیں۔ رات ہوتے ہی میں ٹیلوں
کے درمیان چھپ گیا تھا۔ خیال تھا کہ بارہ بجے کے بعد عمارت میں گھسنے کی کوشش کروں گا، مگر
کم بختوں نے وہیں آ لیا، انہیں مار بھی نہیں سکتا ورنہ پستول تو تھا میرے پاس۔ گولی چلنے کی
آواز یقیناً انہیں ہوشیار کر دیتی۔''

''خیر اب آپ آدمی بنئے......اس کے بعد اس کے متعلق کچھ سوچا جائے گا۔'' حمید نے کہا۔

فریدی نے غسل کر کے لباس تبدیل کر لیا۔ حمید نے زخموں کی مرہم پٹی کی۔ ناشتہ کرنے
کے بعد دونوں لائبریری میں آ بیٹھے۔

''اب کیا ارادہ ہے۔'' حمید نے پوچھا۔

''اب چھاپہ مارنے کے علاوہ کوئی اور چارہ نہیں رہ گیا۔ رات کو چھپ چھپ کر تو وہاں جانا
ناممکن ہے۔ کیونکہ ان کے کتے بہت خطرناک ہیں۔ چھاپہ مارنے کی صورت میں بھی ہمیں
انتہائی احتیاط سے کام لینا پڑے گا، اگر انہوں نے وحشی درندوں کو کھول دیا تو بڑی مشکل کا سامنا
کرنا پڑے گا کم از کم ایک سو مسلح سپاہیوں کی ضرورت پیش آئے گی۔ میں چاہتا ہوں کہ فیکٹری اور

تجربہ گاہ دونوں پر بیک وقت چھاپہ مارا جائے۔"

"واقعی وحشی درندوں کا مقابلہ بڑا خطرناک ہے۔" حمید نے کہا۔ "اگر وہ آزاد ہو
قیامت ہی آجائے گی۔ وہاں شیر بھی ہیں۔ میں نے اس دن بھی شیروں کے دھاڑنے کی
سنی تھی۔"

"لیکن ایک بات میری سمجھ میں نہیں آتی کہ اس نے ہمیں اس عمارت کی طرف
سے روک کیوں دیا تھا؟ وہاں سے شیروں کے دھاڑنے کی آواز ضرور آئی تھی۔ لیکن یہ تو سو
انہیں ان کمروں میں کھانا وغیرہ کس طرح دیا جاتا ہوگا۔ دروازے یقیناً کھولنے پڑتے ہوں
اور یہ چیز کھانا دینے والوں کے لئے انتہائی خطرناک ہے۔ میری سمجھ میں تو یہ چیز قطعی نہیں آ

"واقعی یہ بات قابل غور ہے۔" حمید نے کہا۔ "بند کمروں میں شیروں کو رکھنا ناممکن
پھر کیا بات ہے۔"

"جو بات بھی ہے عنقریب ظاہر ہو جائے گی۔" فریدی نے کہا۔ "بہرحال ہمیں اس با
خیال رکھنا پڑے گا کہ اندر پہنچتے ہی کسی طرح شیروں والی عمارت پر قبضہ کرلیں۔"

"جگدیش سے گفتگو کی جائے۔" حمید بولا۔ "پہلے یہ تو معلوم ہونا چاہئے کہ وہ اتنا
کر سکے گا یا نہیں۔"

فریدی اور حمید کوتوالی جانے کا ارادہ کر ہی رہے تھے کہ خود جگدیش وہاں آ گیا۔

"کہئے جناب کیا کوئی نئی مصیبت۔" جگدیش نے کہا۔ "آج ایس۔ پی صاحب
زیادہ برہم ہیں۔"

"کیوں......؟" فریدی نے پوچھا۔

"ارے صاحب نہ جانے کیوں آج کل یہاں وارداتوں کی تعداد بڑھتی جارہی ہے۔"

"کوئی نئی واردات ہوئی کیا۔" فریدی نے پوچھا۔

"جی ہاں......کل رات کو کلائیو روڈ پر ایک ٹرک الٹ گیا۔"

"تو اس میں ایس پی صاحب کے بگڑنے کی کیا بات ہے۔" حمید نے کہا۔

"ٹرک الٹنے کی ذمہ دار پولیس تو ہو نہیں سکتی۔"

"یہ نہیں صاحب......اس کی تو کوئی بات ہی نہیں۔" جگدیش نے کہا۔ "اس پر لکڑی کے
ھے لدے ہوئے تھے جن میں شراب بھری تھی۔ ٹرک الٹنے سے کئی گٹھے ٹوٹ گئے، اور شراب
چلی۔"

"ٹرک پر کتنے آدمی تھے۔" فریدی نے پوچھا۔

"صرف ڈرائیور تھا، وہ اسی وقت مر گیا۔"

"ٹرک کس کا تھا۔"

"یہ ابھی تک معلوم نہیں ہو سکا۔"

"کیوں، کیا نمبر کے ذریعے پتہ نہیں لگ سکا۔"

"اس نمبر کا کوئی ٹرک اس شہر میں آج تک رجسٹر ہی نہیں ہوا۔"

"ڈرائیور کے متعلق معلوم ہو سکا کہ وہ کون ہے۔"

"نہیں......یہ بھی نہیں معلوم ہو سکا۔"

"اس کا حلیہ یاد ہے۔"

"جی ہاں۔"

"پھولی ہوئی ناک تھی۔" فریدی نے پوچھا۔

"جی ہاں......لیکن......کیا آپ نے دیکھا ہے۔"

"گھنی اور چڑھی ہوئی مونچھیں......ایک کا اوپری حصہ تھوڑا سا کٹا ہوا، بائیں گال پر ایک
سا ابھرا ہوا تل۔"

"بالکل یہی......سو فیصدی یہی......!" جگدیش بے صبری سے بولا۔

"میں اسے اچھی طرح جانتا ہوں۔" فریدی نے مسکرا کر کہا۔ "اور یہ بھی جانتا ہوں کہ
راب کہاں بنتی ہے، اور کہاں سے تقسیم ہوتی ہے۔"

"اوہ......!"

"تو کیا تم انہیں پکڑنا چاہتے ہو۔" فریدی نے کہا۔

"یہ بھی کوئی پوچھنے کی بات ہے۔" جگدیش چہک کر بولا۔

"بھلا بھائی جگدیش صاحب ڈی۔ایس۔پی بننے کی فکر نہ کریں گے۔" حمید نے ہنس کر کہا۔

"نہیں بھائی ابھی اس کی اہلیت مجھ میں نہیں پیدا ہوئی۔" جگدیش نے کہا۔

فریدی نے سارا ماجرا جگدیش سے بیان کر دیا اور اسے اپنی اسکیم بھی بتائی۔ جگدیش نے اسی کے خیال کے مطابق انتظامات کرنے کا وعدہ کیا۔

جگدیش کو رخصت کرنے کے بعد فریدی تہہ خانے میں آیا۔ کرنل سعید بہت زیادہ بوڑھا نظر آ رہا تھا۔

فریدی کو دیکھ کر اس نے بُرا سا منہ بنایا۔

"کیا مجھے عمر قید کی سزا دی گئی ہے۔" وہ غرا کر بولا۔

"گھبرائیے نہیں کرنل صاحب، آپ بہت جلد چھوڑ دیئے جائیں گے۔" فریدی نے کہا۔ "اس وقت میں آپ سے ایک بات دریافت کرنے آیا ہوں۔"

کرنل سعید کچھ بولنے کے بجائے فریدی کو گھورتا رہا۔

"میں ڈاکٹر وحید کی تجربہ گاہ کے بارے میں کچھ پوچھنا چاہتا ہوں۔" فریدی نے کہا۔

"میں کچھ نہیں جانتا۔"

"دیکھیئے کرنل صاحب ناراض ہونے کی ضرورت نہیں۔ اگر کہیئے تو میں آپ کو وہ انجکشن والی دوا لا دوں......مگر یہاں آپ کے لئے کتا نہ مہیا کر سکوں گا۔"

کرنل سعید چونک پڑا۔ وہ گھبرائی ہوئی نظروں سے فریدی کی طرف دیکھ رہا تھا۔

"ڈاکٹر وحید کا وہ تجربہ بہت کامیاب رہا۔ اب آپ پھر سے جوان ہو سکیں گے۔ لیکن دیکھئے اب کوئی دوا چرائیے گا نہیں۔"

"تم آخر چاہتے کیا ہو۔" کرنل عاجز آ کر بولا۔

"ڈاکٹر وحید کی تجربہ گاہ کے متعلق کچھ معلومات بہم پہنچانا چاہتا ہوں۔"

"کیا......!"

"وہاں کتنے وحشی درندے ہیں۔"

"دیکھنے کا اتفاق نہیں ہوا۔ البتہ شیروں کی گرج ضرور سنی ہے۔" کرنل سعید نے کہا۔

"کیا ڈاکٹر وحید آپ کے گھر بھی آتا تھا۔"

"ہاں......آتا تھا"

"کیا اسے اس بات کی اطلاع تھی کہ آپ کہیں باہر جانے والے ہیں۔"

"کب کی بات پوچھ رہے ہو۔" کرنل سعید نے کہا۔

"آپ کی لڑکی کی گمشدگی کے زمانے کے قریب کی۔"

"ہاں، اس دن یاد آیا، وہ آیا تھا۔ شاید میں نے اس سے تذکرہ بھی کیا تھا کہ میں باہر جا رہا ہوں۔ لیکن تم یہ سب کیوں پوچھ رہے ہو۔"

"بہت جلد معلوم ہو جائے گا۔" فریدی نے کہا۔ "آپ کب سے اس کے زیر علاج تھے۔"

"تقریباً چھ ماہ قبل سے۔"

"اچھا شکریہ۔" فریدی نے کہا۔ "معاف کیجئے گا...... میں نے آپ کو یہاں لا کر تکلیف دی۔ اگر میں ایسا نہ کرتا تو آپ اپنے ہی کسی کتے کا شکار ہو جاتے اور اپنی ہوس کا شکار تو آپ ہی ہو گئے۔ کیوں جناب جب آپ اس قابل ہی نہیں تھے تو کسی جوان عورت سے شادی کرنے کی کیا ضرورت تھی۔"

"میں بیہودگی پسند نہیں کرتا۔" کرنل سعید گرج کر بولا۔

"لیکن شاید آپ یہ نہیں جانتے کہ ابھی آپ کو ایک ایسی بیہودگی کا سامنا کرنا پڑے گا کہ آپ زندگی پر موت کو ترجیح دینے لگیں گے۔" فریدی نے کہا اور تہہ خانے سے چلا آیا۔

اسی دن شام کو جگدیش نے چھاپہ مارنے کے سارے انتظامات مکمل کر لئے۔ احتیاطاً ایک مشین گن بھی لے لی گئی تاکہ ضرورت پڑنے پر وحشی درندوں کا حملہ روکنے کے کام آئے۔ اندھیرا ہوتے ہی پولیس کی لاریاں جھریالی کی طرف روانہ ہو گئیں۔ تجربہ گاہ سے تقریباً دو میل کے فاصلے پر لاریاں روک دی گئیں۔ پولیس کے جوان تاریکی میں آہستہ آہستہ دونوں عمارتوں کی طرف بڑھنے لگے۔ پولیس والے دو ٹولیوں میں تقسیم ہو گئے تھے ایک ٹولی کا رخ فیکٹری کی طرف تھا اور دوسری کا تجربہ گاہ کی طرف۔ تجربہ گاہ کی طرف جانے والی ٹولی کی قیادت فریدی کر رہا تھا اور دوسری عمارت کی طرف بڑھنے والے حمید کی رہنمائی میں آگے بڑھ رہے تھے۔

تجربہ گاہ کی دیواروں کے قریب پہنچتے ہی کچھ سپاہیوں نے عمارت کا محاصرہ کرلیا اور
فریدی اور کچھ جگدیش کے ساتھ صدر دروازے کی طرف بڑھنے لگے۔ صدر دروازہ ابھی کھلا
تھا۔ چوکیدار بیٹھا اونگھ رہا تھا۔ فریدی پیچھے سے اس پر ٹوٹ پڑا۔ اس کے منہ سے آواز تک نہ
سکی، اس سے فرصت پانے کے بعد فریدی دوڑتا ہوا اندر گھس گیا۔ اسی کے ساتھ پولیس وا
بھی گھسے۔ اندر پہنچتے ہی انہوں نے بے تحاشہ فائر کرنے شروع کر دیئے۔ فریدی نے جلد سے
اس عمارت کی طرف پہنچ جانا مناسب سمجھا جہاں وحشی درندے تھے۔ وہ جلد ہی اپنے مقصد
کامیاب ہوگیا۔ عمارت کے مکین اس غیر متوقع حملے کے لئے تیار نہ تھے۔ پہلے تو وہ یقیناً گھبرا
لیکن پھر انہوں نے بھی جوابی فائر کرنے شروع کر دیئے۔ دو ایک نے دیواروں پر چڑھ کر نکل
کر بھاگنے کی کوشش کی لیکن باہر کھڑے ہوئے جوانوں نے انہیں باندھ لیا۔ ڈاکٹروں
آدمیوں نے باقاعدہ مورچے بنا لئے تھے۔ وہ کمروں سے فائر کر رہے تھے۔ دفعتاً ساری عمار
کی روشنیاں گل ہوگئیں۔ فریدی کو پہلے ہی سے اس کی توقع تھی اس لئے اس نے صدر درواز
پر کچھ آدمی چھوڑ دیئے تھے۔ روشنی گل ہوتے ہی وہ ہوشیار ہوگئے۔ فریدی آہستہ آہستہ رینگتا
اس کمرے کی طرف جا رہا تھا جہاں بجلی پیدا کرنے کی مشینیں لگی ہوئی تھیں۔ اندھیرے میں
آدمی گھبرائی ہوئی سرگوشیوں میں باتیں کر رہے تھے۔

"لیکن اب ہو ہی کیا سکتا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ اس سے ہمارے آدمیوں کو
نقصان پہنچے گا۔ لیکن خود کو بھی بچانا ضروری ہے۔" ایک بولا۔

"مگر وہاں تک پہنچنا دشوار ہے۔" دوسرے نے کہا۔

"ادھر سے جاؤ...... بغل والے کمرے کی کھڑکی سے دوسری طرف کود جاؤ۔ اس کھڑکی
دو سلاخیں نکلی ہوئی ہیں، تم آسانی سے گزر جاؤ گے کمرے میں ادھر ہی وہ گیس رکھی ہے بلم
ڈھکن کھول کر چلے جاؤ۔ تم نے یہ بڑی عقلمندی کی کہ دو گیس ماسک لیتے آئے...... اچھا جاؤ گیس
ماسک نکالو۔ میں بھی لگائے لیتا ہوں جلدی کرو جلدی جاؤ۔"

فریدی کے لئے یہ بہت ہی خطرناک لمحہ تھا۔ اسے فوراً ہی کچھ کرنا تھا۔ اگر وہ گیس جسے
منتشر کرنے جا رہا تھا کوئی تباہ کن گیس ہوئی تو کیا ہوگا۔ جیسے ہی دوسرا آدمی الگ ہٹا، فریدی کے

پستول سے شعلہ نکلا اور وہ وہیں ڈھیر ہوگیا۔ دوسرے ہی لمحے میں فریدی دوسرے آدمی پر تھا جو
اپنے ساتھی کو گرتے دیکھ کر بھاگنے کی کوشش کر رہا تھا۔ تھوڑی ہی دیر کی جدوجہد کے بعد فریدی
نے اسے قابو میں کرلیا۔ فریدی نے اس کی کنپٹیوں پر اتنے گھونسے مارے کہ وہ بے ہوش ہوگیا۔
اسے وہیں چھوڑ کر وہ مشینوں والے کمرے میں آیا جیب سے ٹارچ نکال کر روشنی کی۔ مشین
بدستور چل رہی تھی۔ کسی نے مین سوئچ آف کر دیا تھا جس کی وجہ سے پوری عمارت کی روشنی گل
ہوئی تھی۔ فریدی نے سوئچ آن کر دیا۔ عمارت پھر جگمگانے لگی۔ عمارت کے مختلف حصوں سے گولی
چلنے کی آوازیں آ رہی تھیں۔ فریدی نے برآمدے میں آ کر بیہوش آدمی کو دیکھا۔ یہ ڈاکٹر وحید تھا
وہ شخص جو اس کے ریوالور سے زخمی ہو کر گرا تھا، اس کا ساتھی ڈاکٹر آصف تھا۔

تھوڑی دیر بعد ڈاکٹروں کے آدمیوں نے خود کو پولیس کے حوالے کر دیا۔ ادھر حمید والی
ٹولی نے فیکٹری پر قبضہ کرلیا تھا۔ وہاں بھی کچھ آدمی تھے جنہیں گرفتار کرلیا گیا۔

ایک فاحشہ

دوسرے دن شام کو انسپکٹر فریدی، سرجنٹ حمید اور کوتوالی انچارج جگدیش آرلکچو میں بیٹھے
چائے پی رہے تھے۔

"ہاں یہ تو بتایئے۔" جگدیش نے فریدی سے کہا۔ "کرنل سعید کی بیوی کا کیا قصہ ہے۔"

"بہت معمولی...... کوئی حیرت انگیز واقعہ نہیں۔ ایسی حالت میں عموماً جوان عورتیں جو کچھ
کرتی ہیں وہی اس نے بھی کیا۔ کرنل سعید ڈاکٹر وحید کے زیر علاج تھا۔ اس دوران میں ان
دونوں میں کافی بے تکلفی بڑھ گئی۔ ڈاکٹر وحید کرنل سعید کے یہاں آنے جانے لگا۔ ڈاکٹر وحید
جوان اور خوبصورت تھا کرنل سعید بوڑھا کھوسٹ۔ اس کی بیوی اور ڈاکٹر وحید میں ناجائز تعلق

ہوگیا۔ کرنل سعید اس سے ناواقف تھا۔ ڈاکٹر نے اسے احمق بنا رکھا تھا۔ وہ روز بروز اسے دوائیں دیتا رہا جس سے اس کی جنسیت قریب قریب بالکل مردہ ہوگئی۔ اب اسے دوبارہ بننے کا خبط ہوگیا۔ کرنل سعید کا دوا چرانے والا واقعہ تو بتا ہی چکا ہوں۔ اس کے بعد کرنل کو جانے کا اتفاق ہوا۔ اس کا علم ڈاکٹر وحید کو بھی ہوگیا، وہ اسی رات کو جھریالی سے کرنل سعید یہاں آیا...... شامت اعمال کہ کرنل کی لڑکی نے انہیں داد عیش دیتے دیکھ لیا...... یہ چیز ان دونوں کے لئے بڑی خطرناک تھی۔ ڈاکٹر وحید نے لڑکی کو پکڑا اور پھر اس نے اس کا گلا گھونٹ کر مار ڈالا۔ کرنل سعید کی بیوی اس پر گھبرا گئی، بڑی دیر تک دونوں سوچتے رہے کہ کیا کیا جائے۔ کرنل کی بیوی کو ایک تدبیر سوجھی، اس نے مردہ لڑکی کو ہیروں والا ہار پہنا کر ایک بورے میں کردیا۔ ڈاکٹر وحید واپسی میں اس بورے کو کار میں رکھ کر اپنے ساتھ جھریالی لے گیا اور بورے کو جھیل میں پھینک کر مطمئن ہوگیا۔ دوسرے دن کرنل کی بیوی نے مشہور کردیا کہ ہیروں کے ہار سمیت غائب ہوگئی تاکہ لوگ یہ سمجھیں کہ کسی نے ہار کے لالچ میں اسے کہیں ڈال دیا ہوگا۔

"تو اس نے ان سب باتوں کا اقرار کیا ہے۔" جگدیش نے پوچھا۔

"ہاں...... جیسے ہی میں نے جیب سے وہ ہار نکال کر اسے دکھایا، وہ غش کھا کر گر پڑی پھر ہوش میں آنے کے بعد اس نے اقبال جرم کرلیا۔"

"سمجھ میں نہیں آتا کہ کرنل سعید کو کیا ہوگیا۔" جگدیش نے کہا۔

"یہ معمہ تو میری سمجھ سے بھی باہر ہے۔" فریدی نے سنجیدگی سے کہا۔

"شیروں والا معمہ بھی ابھی تک حل نہیں ہوا۔ وہ عمارت تو بالکل خالی تھی جس کے متعلق آپ لوگوں نے کہا تھا کہ وہاں وحشی درندے ہیں۔"

"بہرحال یہ تو تم نے دیکھ ہی لیا کہ شراب کشید کرنے کا کارخانہ اس عمارت میں نکلا لوگوں کے چلے آنے کے بعد میں نے شیروں کی گرج کا راز بھی دریافت کرلیا تھا۔ ان لوگوں کے پاس کوئی وحشی درندہ نہیں تھا۔ اس کا اندازہ میں نے اسی وقت لگا لیا تھا جب میں نے ان یہاں بکرے کو چیتے کے بھیس میں دیکھا تھا اور اس کا راز ظاہر ہوتے ہی ڈاکٹر آصف بوکھلا گیا

اور وحید جو اس سے زیادہ چالاک ہے اس کی بھونڈی سی وجہ بتا کر صاف ٹال گیا تھا، وہ دراصل اس قسم کی حرکتوں سے پبلک پر رعب ڈالا کرتے تھے کیونکہ اس عمارت میں انہوں نے شراب کا کارخانہ بنا رکھا تھا۔ اس لئے انہوں نے ضروری سمجھا کہ وہ اس عمارت کی طرف کسی کو نہ جانے دیں۔ لہٰذا انہوں نے وہاں سے لوگوں کو شیروں کی گرج سنانی شروع کی اور یہ کہنے لگے کہ ابھی ادھر جانا خطرناک ہے کیونکہ وہاں کٹہروں کا انتظام نہیں ہے۔"

"لیکن یہ گرج تو سچ مچ شیروں کی گرج معلوم ہوتی تھی۔" حمید بولا۔

"ٹھیک ہے...... لیکن وہ شیر اس وقت کہاں مرگئے تھے جب گولیاں چل رہی تھیں۔ اس ہنگامے میں تو انہیں ضرور دھاڑنا چاہئے تھا۔ لیکن اگر ڈاکٹروں کو ذرا سا بھی موقع مل جاتا تو یقین جانو شیر ضرور گرجتے۔" فریدی نے ہنس کر کہا۔

"میں آپ کا مطلب نہیں سمجھا۔" جگدیش نے کہا۔

"ارے بھئی وہ شیروں کی گرج کا ریکارڈ تھا، جو مائیکروفون کے ذریعہ اتنا ہولناک ہوجاتا تھا۔ انہوں نے دوسری عمارت میں کئی ہارن فٹ کر رکھے تھے۔"

"کمال کردیا۔" جگدیش بولا۔

"مگر یہ میرے لئے کوئی نئی بات نہ تھی۔ میں ایک بار اور بھی ایسے ہی ایک واقعے سے دوچار ہوچکا ہوں۔" فریدی نے حمید کی طرف دیکھ کر کہا۔ "نواب رشید الزماں کے گھر والا واقعہ تو تمہیں یاد ہی ہوگا۔"

"ہاں ہاں...... وہاں بھی تو دیواروں سے جنگلی جانوروں کی آوازیں آتی تھیں۔"

"جنگلی جانوروں کی۔" جگدیش نے کہا۔

"ہاں...... وہاں دیواروں کے اندر لاؤڈ سپیکر کے ہارن لگے ہوئے تھے اور جنگلی جانوروں کی آوازوں کا ریکارڈ ایک تہہ خانے سے بجایا جاتا تھا، بالکل ایسا ہی معلوم ہوتا تھا جیسے آوازیں دیواروں سے نکل رہی ہوں۔"

"کمال ہے بھئی۔" جگدیش نے کہا۔

"لیکن آپ کو کرنل کی بیوی پر شبہ کیسے ہوا۔" حمید نے پوچھا۔

"پہلے تو ڈاکٹر وحید کے متعلق اس کی غلط بیانی پر...... پھر میرے ایک مخبر نے مجھے اس
اطلاع دی کہ کرنل سعید کے غائب ہوجانے کے بعد وحید اسے ایک رات جھریالی لے گیا تھا۔"

تھوڑی دیر تک ادھر اُدھر کی باتیں ہوتی رہیں۔ پھر جگدیش اٹھ کر چلا گیا۔

"اب کرنل سعید کا کیا ہوگا۔" حمید نے پوچھا۔

"میں نے اسے سب کچھ بتا دیا ہے۔" فریدی نے کہا۔ "وہ اپنی لڑکی کی موت سے بہ
دل شکستہ ہوگیا ہے اور اتنی بڑی بدنامی کے بعد وہ نہیں چاہتا کہ اب اس شہر میں کسی کو اپنا
دکھائے۔ اس نے مجھ سے استدعا کی ہے کہ میں اس کے بارے میں کسی کو کچھ نہ بتاؤں۔
یہاں سے کہیں اور جانا چاہتا ہے جہاں اس کا کوئی شناسا نہ ہو۔ میں آج ہی رات کو اسے شہر
نکال دوں گا، اور اس کا راز ہم دونوں کے علاوہ کسی تیسرے کو نہ معلوم ہونے پائے گا۔ مجھے ا
ہے کہ تم بھی میرے وعدے کا احترام کرو گے۔" فریدی نے کہا اور [illegible] ے کو بل کے پیسے دے
کھڑا ہوگیا

ختم شد

جاسوسی دنیا نمبر 11

پہاڑوں کی ملکہ

(مکمل ناول)

پیتل کی مورتی

ایشیا کا نامور جواں سال سراغ رساں انسپکٹر فریدی صبح کا ناشتہ کر چکنے کے بعد ڈرا
روم میں بیٹھا اپنی رائفلوں کا معائنہ کر رہا تھا سرجنٹ حمید اخبار پڑھنے میں مشغول تھا۔ دفعتاً
نے قہقہہ لگایا اور فریدی چونک پڑا۔

"بڑی دلچسپ خبر ہے۔" حمید نے کہا۔

"کیا......؟"

"تبت کے ایک باشندے کے پیٹ میں سے ایک پیتل کی مورتی برآمد ہوئی۔"

"کیا فضول بکواس لگا رکھی ہے۔" فریدی نے کہا اور ایک آنکھ دبا کر رائفل کی
جائزہ لینے لگا۔

"آپ مذاق سمجھ رہے ہیں؟"

"مت بکو......!" فریدی اکتا کر بولا۔ "ہر وقت ٹائیں ٹائیں اچھی نہیں معلوم ہوتی۔"

"اچھا تو سنئے۔" حمید اخبار پڑھنے لگا۔ "رام گڑھ ۱۲ جون چوبی پل کے نیچے صبح ہی صبح
تبتی کی لاش ملی ہے۔ پوسٹ مارٹم سے معلوم ہوا ہے کہ متوفی کے معدے سے تین انچ لمبی

ایک انچ چوڑی ایک پیتل کی مورتی برآمد ہوئی۔ ڈاکٹر کا خیال ہے کہ موت اسی مورتی کے نگل
جانے کی وجہ سے واقع ہوئی ہے۔ ابھی تک لاش کا کوئی وارث نہیں مل سکا۔ یہ مورتی آثار قدیمہ
سے دلچسپی رکھنے والوں کے لئے موضوع بحث بنی ہوئی ہے۔ اکثر کا خیال ہے کہ یہ چندر گپت
موریہ کے زمانے سے تعلق رکھتی ہے۔ فی الحال یہ مورتی پولیس کے قبضے میں ہے۔ یہ معمہ کسی
طرح حل نہیں ہو سکا کہ متوفی نے اسے کیوں نگلا......؟"

فریدی نے انتہائی سنجیدگی سے اس خبر کو سنا۔ اس کی نگاہیں ابھی تک حمید کے چہرے پر جمی
ہوئی تھیں، جو دوسری خبریں پڑھنے کے لئے اخبار کو الٹ پلٹ رہا تھا۔

"یہ لیجئے میگزین سیکشن میں اس مورتی کی تصویر بھی ہے۔" حمید نے سر اٹھا کر کہا۔ لیکن
فریدی کی حالت دیکھتے ہی اسے بے ساختہ ہنسی آ گئی۔

"کہئے جناب۔" وہ ہنس کر بولا۔ "کیا آپ کی رگ جاسوسی پھڑکنے لگی؟"

"لاؤ دیکھوں وہ تصویر۔" فریدی نے ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا۔ حمید نے اخبار اسے دے دیا۔

فریدی تصویر کو غور سے دیکھ رہا تھا۔ دفعتاً اس کے ماتھے پر شکنیں ابھر آئیں اور نچلا ہونٹ
ل میں دب کر رہ گیا۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے وہ کچھ یاد کرنے کی کوشش کر رہا ہو۔

حمید اسے غور سے دیکھ رہا تھا۔ اس نے فریدی کو اس حالت میں دیکھ کر برا سا منہ بنایا۔
ل اسی طرح جیسے کوئی کاہل اور کام چور لڑکا اپنے کسی بزرگ سے کسی غیر متوقع حکم کے خیال
قبل از وقت ہی ناک بھوں سکوڑنے لگتا ہے۔

فریدی نے اخبار صوفے پر رکھ کر کمرے میں ٹہلنا شروع کر دیا۔

"یا رب العالمین۔" حمید آہستہ آہستہ بڑبڑایا۔ "اس گنہگار کو ہر قسم کے آفات سے محفوظ رکھیو۔"

"حمید......!" فریدی نے کہا۔ "کیا تمہیں یاد ہے، براؤن نے ایک مورتی کا تذکرہ کیا تھا۔"

"کون براؤن۔"

"وہی جو پچھلے سال اسکاٹ لینڈ سے یہاں آیا تھا۔"

"اوہ......وہ سراغ رساں چیف انسپکٹر براؤن۔" حمید نے کہا۔ "لیکن میرے سامنے کسی
مورتی کا تذکرہ نہیں آیا تھا۔"

"اس نے ایک عجیب وغریب پیتل کی مورتی کا تذکرہ کیا تھا، جس کی وجہ سے لندن
کافی ہیجان برپا ہوگیا تھا۔"

"ہیجان۔" حمید نے تعجب کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔ "مورتی کی وجہ سے۔"

"وہ مورتی لندن کے ماہر آثار قدیمہ جارج فنلے کی ملکیت تھی۔ اسے کسی نے چرالیا!
عجیب وغریب وارداتوں کے سلسلے شروع ہوگئے۔"

"بھلا یہ کیونکر معلوم ہوا کہ وہ وارداتیں اسی مورتی کی وجہ سے ہوئی تھیں۔" حمید نے

"اس لئے کہ ایک بار وہ مورتی ایک قتل کے سلسلے میں پولیس کے قبضہ میں آگئی تھی
کسی نے اسے اسکاٹ لینڈ یارڈ سے پھر اڑا لیا۔"

"واقعی عجیب بات ہے۔" حمید نے کہا۔ "اسکاٹ لینڈ یارڈ میں چوری کرنا آسان کام نہ

"اس مورتی کے ماتھے پر بھی ایک سینگ ہے۔" فریدی نے اخبار کی طرف اشارہ
ہوئے کہا۔ "براؤن نے جس مورتی کے بارے میں بتایا تھا، اس کے ماتھے پر بھی ایک سینگ

"لیکن وہ ہے کیا بلا۔ اس کے لئے قتل کیوں ہوئے۔" حمید نے کہا۔

"یہ ابھی تک نہیں معلوم ہوا۔" فریدی نے کہا۔ "جارج فنلے نے بھی اس کے متعلق
نہیں بتایا لیکن براؤن کا خیال ہے کہ اس نے دیدہ دانستہ اسکے راز کو چھپانے کی کوشش کی تھ

"اس کے متعلق آپ کا کیا خیال ہے۔" حمید نے پوچھا۔

"میں خواہ مخواہ قیاس آرائی کرنے کا قائل نہیں۔"

"خیر ہوگا۔" حمید نے لاپروائی سے کہا اور اخبار اٹھا کر پڑھنے لگا۔

فریدی اور حمید آج کل تین ماہ کی چھٹی پر تھے۔ انہوں نے ارادہ کیا تھا کہ گرمیاں شم
بسر کریں۔ قریباً سارے انتظامات مکمل ہوچکے تھے۔ وہ شاید آج ہی شملہ کے لئے روانہ ہو
لیکن اس درزی کی علالت کی وجہ سے جو ان کے کپڑے سی رہا تھا، انہیں دو ایک دن
توقف کرنا پڑا۔

"حمید.....!" فریدی کہتے کہتے اچانک رک کر بولا۔

"جی.....!"

"ہم لوگ شملہ نہیں جائیں گے۔"

"کیوں.....؟" حمید نے متعجبانہ انداز میں پوچھا۔

"ہمیں آج ہی رات کی گاڑی سے رام گڑھ چلنا ہے۔"

"آخر کیوں.....؟"

"ضروری کپڑے تو ہمارے پاس کافی سے زیادہ ہیں۔ ہم درزی کی صحت یابی کا انتظار نہ
کریں گے۔"

"وہ تو سب ٹھیک ہے لیکن اس کی وجہ۔"

"پیتل کی مورتی۔"

"لاحول ولاقوۃ۔" حمید بولا۔ "کیا آپ اسے تبتی کے جرم میں گرفتار کرلیں گے۔"

"حمید زیادہ بکواس اچھی نہیں ہوتی۔"

"میں ہرگز ہرگز رام گڈھ نہ جاؤں گا۔" حمید جھنجھلا کر بولا۔

"تمہیں چلنا پڑے گا۔" فریدی اس کی طرف مڑ کر بولا۔

"قیامت تک نہیں جاؤں گا۔" حمید نے کہا۔ "واہ یہ بھی اچھی رہی، بہزار دقت تو چھٹی ملی
ہے نہیں نہیں.....مجھ میں اب اتنی سکت نہیں رہ گئی کہ خواہ مخواہ آپ کے ساتھ دوڑتا پھروں۔"

"کاہل.....کام چور۔"

"مجھے قطعی چوٹ نہیں لگی۔" حمید نے کہا۔ "میں سو بار کاہل...... ہزار بار کام چور پھر۔"

"تمہارا سر.....!" فریدی نے کہا۔

"مجھے اس سے بھی انکار نہیں۔" حمید بولا۔

"دیکھتا ہوں تم کیسے نہیں چلتے۔" فریدی نے کہا۔

"میں آج رات کی گاڑی سے گھر چلا جاؤں گا۔" حمید نے جھنجھلا کر کہا۔

"جہنم میں جاؤ۔" فریدی نے کہا اور لائبریری میں چلا گیا اس کے چہرے سے معلوم ہو رہا
تھا جیسے وہ کسی شدید الجھن میں مبتلا ہے۔

ایک گھنٹے کے اندر اندر اس نے میز پر کتابوں کا اچھا خاصا ڈھیر لگا لیا۔

یہ کتابیں ایشیائی فن بت تراشی سے متعلق تھیں۔ تھوڑی دیر بعد حمید بھی تنہائی سے اکتا کر لائبریری ہی میں چلا آیا۔ فریدی کو کتابوں میں ڈوبا ہوا دیکھ کر اسے بے ساختہ ہنسی آ گئی۔ فریدی نے اسے گھور کر دیکھا۔

"آپ نے بھی اپنی زندگی برباد کرلی۔" حمید نے کہا۔

"تم یہاں کیوں آئے۔" فریدی نے کہا۔

اتنی دیر میں حمید اس کے قریب پہنچ چکا تھا۔

"اوہ...... تو یہ اسی مورتی کے سلسلے میں چھان بین ہو رہی ہے۔" حمید نے جھک کر فریدی کے سامنے کھلی ہوئی کتاب میں دیکھتے ہوئے کہا۔ لیکن دوسرے ہی لمحے میں وہ اچھل پڑا۔

"ارے یہ تو بالکل اسی تصویر سے مشابہ ہے...... بالکل وہی...... ہو بہو...... وہی۔" حیرت سے بولا۔

فریدی نے کتاب بند کردی اور پھٹی پھٹی آنکھوں سے حمید کی طرف دیکھنے لگا۔ بالکل اس طرح جیسے کوئی اندھیرے میں آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھتا ہے۔

"ہمیں رام گڑھ چلنا ہی پڑے گا۔" وہ اس طرح بولا جیسے کوئی خواب میں بڑبڑاتا ہے۔

حمید نے کوئی جواب نہ دیا۔

"سنا تم نے میں کہہ رہا ہوں کہ رام گڑھ چلنا ضروری ہے۔" فریدی نے کہا۔ "اور اگر تم نہ جاؤ گے تو میں تنہا جاؤں گا۔"

"لیکن آپ یہ کیوں نہیں بتاتے کہ آپ کی اس بے تابی کی وجہ کیا ہے۔" حمید نے کہا۔

"تمہیں شاید معلوم نہیں کہ ایک بار یہ مورتی میرے والد مرحوم کے قبضے میں آ کر نکل گئی تھی۔" فریدی نے کہا۔

"میں آپ کا مطلب نہیں سمجھا۔" حمید نے حیرت کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔

"والد صاحب کے بارے میں تو تمہیں پہلے ہی سے بہت کچھ معلوم ہے۔ وہ بھی میری طرح کارناموں کی تلاش میں رہا کرتے تھے۔ ایک بار یہ مورتی ان کے ہاتھ بھی لگی تھی لیکن بڑے پراسرار طریقے سے غائب ہوگئی۔ یہ مجھے ابھی ابھی اس کتاب کے مطالعے سے معلوم ہوا۔ انہوں نے

کتاب میں چھپی ہوئی تصویر کے نیچے پیتل کی مورتی کے متعلق لکھا ہے۔" فریدی نے کتاب کو کھول کر دیکھتے ہوئے کہا۔ "یہ دیکھو۔"

حمید فریدی کے ہاتھ سے کتاب لے کر دیکھنے لگا۔

۲۰ جنوری ۱۸۹۳ء آج جب میں نے اس کتاب کا یہ صفحہ دیکھا تو مجھے دس سال قبل کا ایک واقعہ یاد آ گیا۔ اسی تصویر سے بالکل ملتی جلتی ایک چھوٹی سی پیتل کی مورتی مجھے ملی تھی لیکن وہ جس حیرت انگیز طریقے سے مجھ تک پہنچی تھی اسی حیرت خیز طریقے پر غائب بھی ہوگئی۔ ایک رات گرمیوں کے زمانے میں میں اپنے پائیں باغ میں سو رہا تھا کہ دفعتاً کوئی میرے پلنگ پر آ کر گرا۔ میری آنکھ کھلی میں نے دیکھا ایک آدمی زخمی ہو کر مجھ پر پڑا بری طرح ہانپ رہا تھا۔ میں نے اُسے ہٹانا چاہا لیکن دوسرے ہی لمحے مجھے محسوس ہوا کہ وہ بے ہوش ہے۔ میں اُسے اٹھا کر اندر لے گیا وہ ایک انگریز تھا۔ تھوڑی دیر بعد اُسے ہوش آ گیا۔ وہ وہاں سے جانے کے لئے ضد کر رہا تھا۔ میں نے اسے بہت پوچھا کہ وہ کون ہے اور کس طرح زخمی ہوگیا لیکن اس نے اس کے متعلق بتانے سے انکار کردیا۔ البتہ اس نے مجھے ایک پیتل کی مورتی نکال کر دی اور کہا کہ میں اسے اپنے پاس حفاظت سے رکھوں جسے وہ کسی موقعے سے آ کر لے جائے گا۔ پھر اس واقعے کے تیسرے دن بعد اس کی لاش ایک نالے میں پڑی پائی گئی۔

وہ مورتی میرے پاس تقریباً ایک ہفتہ رہی پھر ایک دن غائب ہوگئی۔ میں نے اس معمے کو حل کرنے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگایا لیکن مایوسی کے سوا اور کچھ ہاتھ نہ آیا۔

حمید نے کتاب بند کر کے فریدی کی طرف سوالیہ نگاہوں سے دیکھا۔

"یہ سمیلی قوم کے سی جی لا کے دیوتا کی تصویر ہے، سمیلی قوم رام گڑھ سے ڈیڑھ سو میل دور کچنار کے پہاڑی جنگلوں میں آباد ہے۔ سمیلی قوم کے لوگ اب سے کئی ہزار سال پیشتر تبت کے پوربی علاقے میں رہتے تھے۔ اس وقت بھی وہ اسی دیوتا کی پوجا کرتے تھے۔ کسی وجہ کی بناء پر وہ لوگ تبت سے آ کر کچنار کے جنگلوں میں آباد ہوگئے۔ آج سے تین سو سال پہلے ایک انگریز سیاح نے انکشاف کیا تھا کہ اس قوم پر ایک انگریز عورت حکومت کرتی ہے۔ جسے وہ دیوی سمجھ کر پوجتے ہیں اور اس سے بھی دلچسپ ایک بات اور بھی ہے وہ یہ کہ یہ دیوی ان پر

تین سو سال سے حکومت کر رہی ہے۔

''کیا مطلب......!'' حمید نے تحیر کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔ بھلا وہ تین سو سال سے تک زندہ کیسے ہے؟''

''اس کے لئے انہوں نے ایک خوفناک طریقہ اختیار کیا ہے۔'' فریدی کچھ سوچتا ہوا ''اس ملکہ کے لئے وہ کسی گوری نسل کے نوجوان مرد کو پکڑ لاتے ہیں ملکہ کے ساتھ اس کی ش کر دی جاتی ہے، اگر اس کے مرنے سے پہلے ملکہ مر گئی تو وہ اسے بھی قتل کر کے ملکہ کے ساتھ دفن کر دیتے ہیں، ملکہ کی ایک لڑکی جو سب سے زیادہ خوبصورت ہوتی ہے اس کی جگہ ملکہ جاتی ہے اور اس کی بقیہ اولادیں دیوتا پر قربان کر دی جاتی ہیں۔ اسی طرح وہ اس ملکہ کی سفی کو برقرار رکھتے ہیں۔''

''واقعی بہت وحشیانہ طریقہ ہے۔'' حمید نے کہا۔ ''آج کی مہذب دنیا اس وحشی قوم کا کس طرح برداشت کر رہی ہے؟''

''مجبوری ہے۔'' فریدی بولا۔ ''وہاں تک پہنچنا بہت دشوار ہے۔ انگریزوں نے سفی کے ان مظلوموں کو بچانے کے لئے کافی جدوجہد کی ہے۔ لیکن کامیاب نہیں ہو سکے۔''

''لیکن یہ راز دنیا کو کس طرح معلوم ہوا۔''

''اسی سیاح کے ذریعے جس نے اس قوم کے حالات لکھے ہیں۔'' فریدی نے کہا۔

''اسے وحشیوں نے پکڑ لیا تھا اور اس کی شادی ملکہ وقت کے ساتھ کر دی تھی لیکن اسے اپنے انجام کے متعلق معلوم ہوا تو وہ کسی طرح وہاں سے نکل بھاگنے میں کامیاب ہو گیا۔''

حمید کسی سوچ میں ڈوب گیا۔

''لیکن آخر رام گڑھ جانے کی کیا ضرورت ہے؟'' حمید نے پوچھا۔

''اس مورتی کو دیکھنے کے لئے جس کے لئے عرصہ دراز سے لوگ جدوجہد کرتے آ رہے ہیں۔''

''تو کیا آپ کو اس کی امید ہے کہ آپ اسے دیکھ سکیں گے۔''

''کیوں نہیں؟''

''جس چیز کے لئے وہ لوگ اپنی جانوں پر کھیلتے چلے آئے ہیں کیا اسے انہوں نے پولیس کے قبضے میں رہنے دیا ہوگا۔ خصوصاً ایسی صورت میں جب کہ پولیس اس کے متعلق خاص علم نہ رکھتی ہو۔ اس نے اسے احتیاط سے بھی نہ رکھا ہوگا۔''

''میں جانتا ہوں۔'' فریدی نے کہا۔ ''وہ یقیناً پولیس کے قبضے سے نکل گئی ہوگی۔''

''پھر......؟'' حمید نے فریدی کی طرف سوالیہ نگاہوں سے دیکھا۔

''لیکن میں اس مورتی کے متعلق معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ وہ کیوں لوگوں کی دلچسپیوں کا مرکز بنی ہوئی ہے؟''

''ارے چھوڑیئے بھی ہوگا کچھ خزانے وزانے کا چکر، میں نے اس قسم کے بہتیرے ناول پڑھے ہیں۔ وہ مورتی یقیناً کسی زمین دوز خزانے کا حال بتاتی ہوگی۔''

''ہو سکتا ہے۔'' فریدی نے کہا۔ ''لیکن یہ تو سوچو......اس میں لطف کتنا آئے گا۔''

''لطف کیا آئے گا۔'' حمید نے کہا۔ ''اگر آپ نے ان لوگوں کا سراغ لگا بھی لیا جو اس کے لئے جدوجہد کر رہے ہیں تو اس سے فائدہ! ظاہر ہے کہ وہ لوگ اس جدوجہد کا مقصد کسی طرح بھی ظاہر نہ ہونے دیں گے۔''

''خیر چھوڑو......ان باتوں کو۔'' فریدی نے کہا۔ ''تین ماہ کی چھٹی میں نے محض تفریح کی خاطر لی ہے اور رام گڑھ ایک بہترین تفریح گاہ بھی ہے۔''

''لیکن میں تو اسے تفریح گاہ ہرگز نہیں سمجھتا۔''

''بھئی تم مت چلنا میرے ساتھ۔'' فریدی نے اکتا کر کہا۔ ''خواہ مخواہ بکواس کرنے سے کیا فائدہ۔''

''تو کیا میں یہاں اکیلے رہ کر مکھیاں ماروں گا۔''

''نہیں باقاعدہ ان کی پرورش کرنا۔'' فریدی نے کہا۔

''عجیب مصیبت میں جان ہے۔'' حمید جھنجھلا کر بولا۔

''پھر وہی فضول باتیں! ارے میاں اب کون سی مصیبت ہے۔''

''کیا یہ کم مصیبت ہے کہ میں اتنے دنوں تک آپ سے دور رہوں گا۔'' حمید نے کہا۔

"تو پھر چلو......!"

"یہ مشکل ہے۔"

"تو جہنم میں جاؤ۔"

"لیکن وہاں بھی اکیلے دل نہ لگے گا۔" حمید نے ہنس کر کہا۔

"اچھا فی الحال لائبریری سے نکل جاؤ۔" فریدی نے سنجیدگی سے کہا۔

"لیکن جاؤں کہاں؟"

"ارے تو میری کھوپڑی کیوں چاٹ رہے ہو بھائی۔" فریدی نے عاجز آ کر اٹھتے ہوئے کہا۔ "لو میں ہی چلا جاتا ہوں۔"

"تو میں بھی چلتا ہوں آپ ہی کے ساتھ۔"

"بھئی مجھے پریشان مت کیا کرو۔" فریدی بے دلی سے بولا۔

"تو آپ کب چل رہے ہیں رام گڑھ۔"

"تم سے مطلب......!"

"بغیر مطلب نہیں پوچھ رہا ہوں۔"

"میں تمہیں نہیں لے جاؤں گا۔" فریدی نے کہا۔

"تو میں آپ کے کاندھے پر تو چڑھ کر جاؤں گا نہیں۔"

"نہیں بھئی......تم اس بار میرا ساتھ نہ دے سکو گے۔" فریدی نے تنگ آ کر کہا۔

"کیوں......؟"

"ہو سکتا ہے کہ یہ میرا آخری کارنامہ ہو۔"

"معلوم نہیں آپ ایسا کیوں سوچ رہے ہیں۔" حمید نے کہا۔

"مجھے کچھ ایسا ہی محسوس ہو رہا ہے۔"

"تب تو میں آپ کا ساتھ کسی طرح نہیں چھوڑ سکتا۔"

"اماں تم تو جان کو آ جاتے ہو۔"

"کچھ بھی ہو مجھے تو اب چلنا ہی پڑے گا۔"

"اچھا اچھا بابا......اب جاؤ بھی۔ مجھے کچھ ضروری چیزیں دیکھنی ہیں۔" فریدی نے کہا اور پھر کتابوں کا ڈھیر الٹنے پلٹنے لگا۔

مڈبھیڑ

آخر وہی ہوا جس کا ڈر تھا۔ رام گڑھ پہنچنے پر فریدی کو معلوم ہوا کہ وہ مورتی پولیس کے قبضے سے بھی نکل گئی ہے۔ سپرنٹنڈنٹ پولیس مسٹر ماتھر کو فریدی کے استفسار پر حیرت ضرور ہوئی۔ لیکن پھر فریدی نے اسے مطمئن کر دیا کہ اس نے یونہی بلا مقصد اس مورتی کا تذکرہ کیا تھا۔ ماتھر نے اُسے بتایا کہ وہ مورتی اسی کے پاس تھی۔ اس کا ارادہ تھا کہ وہ اسے عجائب خانے کے منتظم کے حوالے کر دے گا لیکن وہ کہیں گم ہو گئی ہے اور ماتھر نے اسے کوئی زیادہ اہمیت بھی نہیں دی بلکہ اسے تو ان ماہرین آثار قدیمہ پر ہنسی آ رہی تھی جنہوں نے اس مورتی کے متعلق زمین و آسمان کے قلابے ملا کر رکھ دیئے تھے۔ ہوگی بھئی چندر گپت کے زمانے کی۔ لیکن اس سے آج کی دنیا کو کیا فائدہ پہنچ سکتا ہے۔"

حمید کو ہنسنے کا موقع مل گیا تھا۔ وہ ہر وقت فریدی کو چھیڑتا رہتا۔ اٹھتے بیٹھتے پیتل کی مورتی کا تذکرہ چھیڑ کر اس کے سراغ رسانی کے جنون کا مضحکہ اڑاتا......آج بھی وہ صبح سے اسے بُری طرح تنگ کر رہا تھا۔ اس وقت شام کو جب دونوں ٹہلنے کے لئے نکلے تو حمید نے اسے پھر چھیڑنا شروع کر دیا۔

"ارے وہ کیا......!" حمید نے کہا۔

"کہاں......؟" فریدی نے پوچھا۔

"وہ اُدھر......!"

"کچھ بھی تو نہیں۔"

"میں سمجھا شائد پیتل کی مورتی پڑی ہے۔"

"آخر تم میرا مضحکہ اڑانے پر کیوں اتر آئے ہو۔" فریدی نے کہا۔

"آپ نے کام ہی ایسا کیا ہے۔"

"بھئی تم عجیب آدمی ہو...... آخر تم میرے ساتھ آئے ہی کیوں؟"

"اس لئے کہ اب آپ کو یہاں سے واپس لے جاؤں۔" حمید نے کہا۔

"قطعی غلط......!" فریدی بولا۔ "میں چھٹیاں یہیں گزاروں گا۔"

"وہ مجھے پہلے ہی سے معلوم تھا۔" حمید نے کہا۔ "واقعی بزرگوں کے اقوال کا قائل ہونا ہی پڑتا ہے۔"

"کیسے اقوال......!"

"یہی کہ بیوی دنیا کی سب سے بڑی نعمت ہے۔"

"لاحول ولاقوۃ۔"

حمید خاموش ہو گیا۔ شاید اسے کوئی معقول جملہ نہیں سوجھ سکا تھا۔

"پوپی...... پوپی۔" فریدی نے اپنے ننھے منھے کتے کو پکارا جو سڑک پار کر کے دوسری طرف بھاگنے لگا تھا۔

"بھلا بتایئے ان پوپیوں سوپیوں کو یہاں لانے کی کیا ضرورت تھی۔" حمید نے بُرا سا منہ بنا کر کہا۔

"اگر بیوی ہوتی تو ان کے بجائے اسے لے آتا۔" فریدی ہنس کر بولا۔

"میں کہتا ہوں آپ اپنی زندگی فضول برباد کر رہے ہیں۔"

"بس آپ ہی کو خانہ آبادی مبارک رہے۔ خاکسار کو تلقین کی ضرورت نہیں۔" فریدی بولا

"اچھا تو کب تک یونہی سڑکیں ناپتے رہیں گے۔ چلئے سامنے والے پارک میں چل کر بیٹھیں۔"

"میرا خیال ہے کہ ایک فرلانگ بھی نہیں چلے۔" فریدی نے کہا۔ "اوہ اچھا تو یہ بات - وہاں وہ نیلی پیلی ساریاں جو لہرا رہی ہیں۔ خیر جناب چلئے۔"

یہ دونوں پارک میں آئے۔ پوپی اپنی ننھی منھی گنجان بالوں والی دم لہراتا ہوا ان کے آگے آگے چل رہا تھا۔ دفعتاً ایک السیشین کتا اس پر جھپٹا۔ قبل اس کے کہ فریدی آگے بڑھ کر اسے چھڑاتا۔ السیشین کتے نے اسے دو تین پٹخنیاں دے دیں۔ ایک طرف سے ایک خوبصورت انگریز لڑکی چیختی ہوئی کتے کی طرف دوڑی اور پوپی کو اس سے چھین کر گود میں اٹھا لیا جس پر بنچ سے وہ لڑکی آئی تھی اس پر ایک انگریز مرد بھی بیٹھا تھا۔ فریدی جھلاہٹ میں اس کی طرف بڑھا۔

"کیوں جناب یہ کتا آپ کا ہے؟" فریدی نے اس سے پوچھا۔

"کیوں......!" اس نے فریدی کو تیکھی نظروں سے گھور کر پوچھا۔

"وہ اس لئے کہ اس نے میرے کتے کو قریب قریب ختم ہی کر دیا ہے۔"

"تو میں کیا کروں۔" وہ لاپروائی سے بولا۔

"اس قسم کے وحشی کتے آزاد رکھے جاتے ہیں۔" فریدی نے تیز لہجے میں کہا۔

انگریز نے کوئی جواب دینے کے بجائے نفرت سے منہ پھیر لیا۔

"مسٹر مجھے افسوس ہے۔" لڑکی نے فریدی کے قریب آ کر کہا۔ پھر اپنے ساتھی انگریز سے مخاطب ہو کر بولی۔

"ٹام تم بعض اوقات ضرورت سے زیادہ احمق ہو جاتے ہو۔"

"تو اب میں کیا کروں...... کتا ہی تو ہے۔" انگریز بولا۔

"اگر یہی بات ہے تو ٹھہرو میں بھی ایک منگاتا ہوں۔" فریدی نے تلخ لہجے میں کہا۔

"جاؤ جاؤ مت دماغ چاٹو۔" انگریز گرج کر بولا۔

"اچھا تو اگر تم اپنے باپ کے بیٹے ہو تو اس وقت تک یہاں ٹھہرنا جب تک کہ میرا کتا بھی یہاں نہ آ جائے۔"

لڑکی اپنے ساتھی کو پھر بُرا بھلا کہنے لگی۔ لیکن شاید اس پر جھگڑا کرنے کا جنون سا طاری ہو گیا تھا۔ اس نے فریدی کا چیلنج منظور کر لیا۔

"حمید......!" فریدی حمید کی طرف مڑ کر بولا۔ "لیو ڈنگو......!"

حمید زخمی پوپی کو گود میں اٹھا کر پارک سے باہر نکل گیا۔ فریدی نے جو کتا منگوایا تھا وہ دنیا

کی خطرناک ترین افریقی نسل سے تھا۔

بات کافی بڑھ گئی تھی۔ لڑکی کے چہرے سے صاف ظاہر ہو رہا تھا کہ وہ بُری طرح گھ
ہوئی ہے۔ اس کے برخلاف اس کے ساتھی کی آنکھوں سے نفرت اور حقارت جھلک رہی تھی۔
ایک جوان العمر اور تندرست آدمی تھا۔ اس کے بھاری اور غیر متناسب جبڑے اس کی سفا
طبیعت کا اظہار کر رہے تھے۔

تھوڑی دیر بعد حمید ایک سرکش کتے کی زنجیر تھامے پارک میں داخل ہوا۔ السیشین انگ
کے پیروں کے پاس پڑا اونگھ رہا تھا۔ فریدی کے کتے یلو ڈنگو کی آمد پر دفعتاً چونک کر بیٹھ گ
فریدی نے اپنے کتے کے پٹے سے زنجیر الگ کر لی۔ یلو ڈنگو کو دیکھ کر انگریز کے کتے نے غ
شروع کیا۔ ڈنگو پہلے تو اسے خاموشی سے گھورتا رہا پھر یکایک اس پر جھپٹ پڑا۔ لڑکی چیخ کر
کھڑی ہوگئی۔ انگریز بھی ایک طرف ہٹ گیا۔ چند ہی لمحوں کے بعد السیشن نے ایک خوفناک
ماری اور زمین پر ڈھیر ہوگیا۔ یلو ڈنگو نے اس کا گلا پھاڑ دیا تھا۔ زمین پر خون کی چادر سی پھیل
تھی۔ انگریز نے اپنا پستول نکال لیا لیکن دوسرے ہی لمحے میں فائر ہوا اور انگریز کا پستول اچھل
دور جا گرا۔ فریدی کے ریوالور کی نالی سے دھوئیں کی پتلی سی لکیر نکل کر فضا میں بل کھا
تھی۔ فائر کی آواز سن کر بہت سے لوگ اکٹھا ہوگئے تھے۔

فریدی نے اپنا ریوالور جیب میں ڈال لیا۔ انگریز جیسے ہی پستول اٹھانے کی لئے جھ
پولیس کانسٹیبل آکر اس کے سامنے کھڑے ہوگئے۔ حمید نے یلو ڈنگو کے زنجیر ڈال دی اور فر
کا اشارہ پاتے ہی وہ پارک سے کتے سمیت روانہ ہوگیا۔ کچھ لوگ دور بیٹھے ہوئے کتوں کی لڑ
ضرور دیکھ رہے تھے لیکن انہوں نے صرف انگریز کو پستول نکالتے ہوئے دیکھا تھا۔ فریدی
طرف وہ اس وقت متوجہ ہوئے جب وہ اپنا ریوالور جیب میں رکھ چکا تھا۔ یہ سب کچھ اتنی جلد
ہوا کہ کسی کو کچھ سمجھنے کا موقع ہی نہ مل سکا۔ انگریز کے گرد بھیڑ اکٹھی ہو رہی تھی اور فریدی وہا
سے جا چکا تھا۔

انگریز چند پڑھے لکھے آدمیوں کی مدد سے پولیس کو سارا واقعہ بتانے کی کوشش کر رہا
اس کے باوجود بھی اسے قریب کے تھانے میں جانا ہی پڑا۔

ادھر حمید بوکھلایا ہوا اپنی جائے قیام پر پہنچا۔ اسے رہ رہ کر فریدی کی اس حرکت پر غصہ آ رہا
تھا۔ بھلا یہ کیا حماقت کی۔ بیٹھے بٹھائے ایک نئی مصیبت۔ اگر وہ انگریز فریدی کی گولی سے زخمی
ہوگیا ہوتو۔ وہ انہیں خیالات میں دیر تک الجھا رہا۔ تقریباً دو گھنٹے گذر گئے لیکن فریدی کا کہیں پتہ
نہ تھا۔ اس دوران میں اس نے کوتوالی کے دو چکر لگائے لیکن نہ معلوم ہو سکا کہ فریدی کہاں ہے۔
البتہ پارک کے حادثے کے متعلق کئی دلچسپ باتیں سننے میں آئیں۔ یہ سب ایک پراسرار آدمی
کے متعلق تھیں، جس کے کتے نے ایک انتہائی توانا اور تندرست السیشین کو موت کے گھاٹ اتار
دیا تھا اور اس کے نشانے کی تعریفوں کے پل باندھے جا رہے تھے کہ اس کی گولی انگریز کے
پستول پر لگی اور وہ ہاتھ سے نکل گیا...... خیر حمید کو یہ معلوم کر کے اطمینان ہوا کہ انگریز زخمی نہیں
ہوا، خود اسے تعجب ہونے لگا کہ اتنی جلدی میں فریدی اتنا کامیاب نشانہ کیسے لے سکا۔ لیکن اسے
یہ سوچ کر الجھن ہو رہی تھی کہ پولیس اس معاملے کی تحقیقات ضرور کرے گی اور اگر یہ چیز ظاہر
ہوگئی تو بڑی سبکی ہوگی۔ وہ فریدی کی نیک نامی پر ایک ہلکا سا دھبہ بھی برداشت نہیں کر سکتا تھا۔ چہ
جائیکہ اس پر قانون شکنی کا الزام عائد ہو وہ سوچ رہا تھا کہ اس انگریز اور اس کی ساتھی لڑکی نے ہم
لوگوں کو اچھی طرح پہچان لیا ہوگا۔ اب اگر کہیں اور مڈبھیڑ ہوگئی تو پریشانیوں کا سامنا کرنا پڑے
گا۔ اس نے فیصلہ کر لیا تھا کہ فریدی کے آتے ہی وہ اُسے واپس چلنے کا مشورہ دے گا۔ لیکن اسے
اس کی ایک فیصد بھی توقع نہیں تھی کہ فریدی اس کے مشورے پر عمل کرے گا۔ وہ اس کی ضدی
طبیعت سے اچھی طرح واقف تھا جب تک کہ وہ کم بخت پیتل کی مورتی مل نہ جائے گی اور فریدی
اس کے راز کو دریافت نہ کرے گا اس کا یہاں سے ہلنا ناممکن ہے۔

دس بج گئے تھے لیکن فریدی نہ لوٹا۔ رات حد درجہ تاریک تھی۔ آسمان میں غبار ہونے کی
وجہ سے ستارے بھی مدھم پڑ گئے تھے۔ رام گڑھ کی حسین پہاڑیاں تاریکی کی چادر اوڑھے خاموش
کھڑی تھیں۔ پہاڑی جھینگروں کی تیز آوازوں نے ماحول میں ایک عجیب قسم کی ویران یکسانیت
پیدا کر رکھی تھی۔ کبھی کبھی بھٹکے ہوئے تیتر کی صدا سناٹے میں لہرا کر رہ جاتی۔ حمید برآمدے میں
بیٹھا فریدی کا انتظار کر رہا تھا۔ اس نے ابھی تک کھانا بھی نہ کھایا تھا۔ حمید کی تشویش بڑھتی جا رہی
تھی۔ وہ سوچ رہا تھا کہ کہیں فریدی کسی مصیبت میں نہ پھنس گیا ہو۔

دفعتاً اسے کچھ دور اندھیرے میں قدموں کی آہٹ سنائی دی۔ وہ سیدھا ہو کر بیٹھ گیا
دوسرے لمحے میں فریدی اس کے سامنے کھڑا مسکرا رہا تھا۔

''اور اب آپ اس طرح مسکرا رہے ہیں جیسے کوئی بات ہی نہ ہو۔'' حمید نے جھلا کر کہا۔

''بگڑو مت پیارے۔'' فریدی چہک کر بولا۔ ''مہینوں کی منزل گھنٹوں میں طے کرکے آرہا ہوں۔''

''خواہ مخواہ اتنی دیر پریشان کر ڈالا'' حمید نے بیزاری سے کہا۔

''معلوم ہوتا ہے کہ اب شوہر پرست بیوی کی طرح پھوٹ پھوٹ کر رونا شروع کردو گے۔'' فریدی ہنس کر بولا۔

''بس بس رہنے دیجئے۔'' حمید منہ سکوڑ کر بولا۔ ''ابھی بتاؤں گا تو حواس گم ہو جائیں گے۔''

''کیوں؟ کیا ہوا۔'' فریدی نے سنجیدگی سے پوچھا۔

''وہ انگریز بُری طرح زخمی ہو گیا ہے۔''

''بہت اچھے۔'' فریدی قہقہہ لگا کر بولا۔ ''شاید تم افیونیوں کی محفل سے اٹھ کر آئے ہو۔''

''خیر مجھے کیا ابھی سب کچھ معلوم ہو جائے گا۔''

''جی مجھے سب کچھ معلوم ہے۔'' فریدی مسکرا کر بولا۔ ''میں اتنا اناڑی نشانہ باز نہیں ہوں۔''

''خیر دیکھا جائے گا۔'' حمید نے کہا۔ ''لیکن آپ کو یہ کیا سوجھی تھی۔''

''بھئی کیا بتاؤں غصہ ہی تو ہے آگیا۔'' فریدی نے بیٹھتے ہوئے کہا۔

''پولیس نے اس کی رپورٹ درج کر لی ہے۔''

''کر لی ہوگی۔'' فریدی نے لاپروائی سے کہا۔

''دیکھئے جناب۔'' حمید نے کہا۔ ''ہر جگہ یہ لاٹ صاحبی کام نہیں آسکتی۔ اگر ہم لوگ اس معاملے میں پھنس گئے تو بڑی بے عزتی ہوگی۔''

''اچھا جی......!'' فریدی ہنس کر بولا۔ ''آج کل بڑے عاقبت اندیش ہو رہے ہو؟''

''خیر ماریئے گولی مجھے کیا۔'' حمید اٹھتے ہوئے منہ پھلا کر بولا۔ ''بھوک کے مارے بُرا حال ہو گیا۔''

''واقعی تم میں ایک سعادت مند بیوی بننے کی صلاحیتیں پائی جاتی ہیں۔''

حمید کوئی جواب دیئے بغیر سیدھا ڈائننگ روم کی طرف چلا گیا۔ کھانے کی میز پر تھوڑی دیر خاموشی رہی۔ پھر فریدی نے گفتگو کا سلسلہ شروع کر دیا۔

''مجھے ہرگز توقع نہیں تھی کہ اتنی جلدی اور اتنے ڈرامائی انداز میں کامیابی ہوگی۔ اسے محض اتفاق سمجھنا چاہئے کہ میں انہیں لوگوں سے الجھ پڑا جن کی تلاش تھی۔''

''کیا مطلب......؟'' حمید چونک کر بولا۔

''پتیل کی مورتی۔'' فریدی جھک کر حمید کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا بولا۔

''لاحول ولاقوۃ......!'' حمید نوالا پلیٹ میں رکھ کر کھڑا ہو گیا۔

فریدی نے قہقہہ لگایا۔

''بھلا کھانے پر غصہ اتارنے سے کیا فائدہ؟'' فریدی نے کہا۔ ''بیٹھو بیٹھو'' حمید بیٹھ گیا۔ لیکن اس کے چہرے پر بیزاری کے آثار نظر آرہے تھے۔

''بھئی تم سن کر اچھل پڑو گے۔'' فریدی نے کہا۔

''جی نہیں کوئی ایسی بات نہیں سننا چاہتا جس سے مجھے خواہ مخواہ اچھلنا کودنا پڑے۔''

''وہ لڑکی تھی نا۔'' فریدی مسکرا کر بولا۔ ''خیر چھوڑو ہٹاؤ......!''

''اوہ......اسے تو میں بھول ہی گیا تھا۔'' حمید نے جلدی سے پوچھا۔

''کافی خوبصورت ہے۔'' فریدی نے کہا۔

''واقعی ایسی لڑکیاں کم دیکھنے میں آتی ہیں۔'' حمید بولا۔ ''غضب کی ہے۔''

''میں وہ انتظام کر رہا ہوں کہ تمہیں کچھ دن اس کے ساتھ رہنا پڑے گا۔'' فریدی سنجیدگی سے بولا۔

حمید کی رال باقاعدہ طور پر ٹپکنے لگی۔

''کیا تم اس کے ساتھ رہنا پسند کرو گے۔'' فریدی نے پوچھا۔

''شاید آپ کوئی بہت ہی خطرناک قسم کا مذاق کرنے والے ہیں۔'' حمید بولا۔

''نہیں میں بالکل سنجیدہ ہوں۔''

حمید خاموش ہوگیا۔

"جانتے ہو وہ کون ہے؟" فریدی نے پوچھا۔

"بھلا میں کیا جانوں۔"

"جارج فنلے کی لڑکی جولیا۔"

"جارج فنلے۔" حمید چونک کر بولا۔ "یہ نام کہیں سنا تو ہے۔"

"میری ہی زبانی سنا ہے۔" فریدی مسکرا کر بولا۔

"وہ کون ہے؟"

"لندن کا ایک ماہر آثار قدیمہ۔"

حمید کچھ سوچنے لگا۔ پھر یکا یک اس کے چہرے پر نفرت کے آثار پیدا ہوگئے۔ اس
فریدی کو گھور کر دیکھا جو قاب سے شوربہ نکال کر اپنی پلیٹ میں ڈال رہا تھا۔

"پھر وہی پیتل کی مورتی...... خدا اسے غارت کرے۔" حمید جھلا کر بولا

"تو تمہیں جولیا پسند نہیں آئی۔" فریدی نے مسکرا کر کہا۔

"جہنم میں گئی جولیا۔" حمید منہ سکوڑ کر بولا۔

"پھر تو میں ہی اس سے عشق کروں گا۔"

"آپ کی مرضی۔"

تھوڑی دیر کے لئے پھر خاموشی چھا گئی۔ فریدی کھانا کھا چکا تھا۔ حمید خیالات میں ڈ
آہستہ آہستہ منہ چلا رہا تھا۔ فریدی اٹھ کر ٹہلنے لگا۔

"لیکن جارج فنلے یہاں کہاں؟"

"یہی چیز قابل غور ہے۔" فریدی نے کہا۔

"بہت ممکن ہے کہ اس نے بھی اخبارات میں مورتی کے متعلق پڑھا ہو۔" حمید نے کہا

"نہیں...... وہ اس واقعے کے پہلے سے یہاں موجود ہے۔"

"اوہ......!" حمید نے کہا۔ "لیکن یک بیک آپ کو اس کی اطلاع کیسے ہوئی۔"

"محض اتفاق......!" فریدی نے کہا۔ "آج کے واقعے کی رپورٹ انہوں نے تھانے

رج کرادی ہے۔ اسی رپورٹ کے ذریعے مجھے معلوم ہوا جارج فنلے اس کی لڑکی جولیا اور وہ سر
را انگریز کیپٹن آرتھر یہاں تقریباً ایک ماہ سے مقیم ہیں۔"

"وجہ......؟"

"سیاحت......!"

"ہوں...... تو اب مجھے کچھ کچھ عقل آرہی ہے۔" حمید کچھ سوچتا ہوا بولا۔

"خیر بہت اچھا ہوا۔" فریدی نے کہا۔ "لیکن عقل کے ساتھ ہی ساتھ تھوڑی ہمت بھی
کار ہے۔"

"تو کیا آپ سمجھتے ہیں کہ اس وقت وہ پیتل کی مورتی انہیں لوگوں کے قبضے میں ہے۔"

"قطعی......!"

"اور آپ کا ارادہ ہے کہ آپ اُسے ان کے پاس سے اڑا دیں۔" حمید نے پوچھا۔

"نہیں...... بھئی بھلا اس سے کیا فائدہ۔"

"تو پھر آپ میرے لئے با ہمت ہونے کی دعائیں کیوں مانگ رہے ہیں۔"

"اس کی بھی ایک وجہ ہے۔"

"کیا......!"

"ایک لمبی داستان۔"

"یعنی......!"

"جارج فنلے کی پارٹی عنقریب مشرق کی طرف سفر کرنے والی ہے۔"

"بڑی خوشی ہوئی۔ میری دعائیں اس کے ساتھ ہیں۔" حمید سنجیدگی سے بولا۔

"اور یہ بھی جانتے ہو۔" فریدی نے اس کی بات سنی ان سنی کر کے کہا۔ "کچنار کا جنگل
ال جنگلی قوم آباد ہے مشرق ہی کی طرف ہے۔"

"اوہ......!" حمید غور سے فریدی کی طرف دیکھنے لگا۔

"جارج فنلے کا ساتھی کیپٹن آرتھر ایک زمانے میں یہاں محکمہ جنگلات کا آفیسر تھا۔ غالباً وہ
ارج فنلے کی رہنمائی کرے گا۔"

"مگر یہ جارج فنلے صاحب اس خطرناک مہم پر اپنی صاحبزادی کو کیوں لے جارہے ہیں۔"

"محض اسی لئے کہ میاں حمید اسی بہانے اپنے دوست اور بھائی فریدی کا ساتھ دے سکیں۔"

"یعنی تو کیا آپ بھی اس پارٹی کے ساتھ سفر کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔" حمید جلدی سے بولا

"قطعی......!"

"بھلا اس سے فائدہ۔"

"دونوں اپنی اپنی لیاقت کے مطابق تفریح کرسکیں گے۔ میں اس سفر سے لطف اٹھاؤں گا اور تم اس لڑکی کی گہری نیلی آنکھوں میں گیتوں کے جزیرے تلاش کرنا۔"

"تو کیا واقعی آپ جان دینے پر تلے ہوئے ہیں۔" حمید نے کہا۔

"تمہیں یہ خیال کیسے پیدا ہوا......؟"

"ظاہر ہے کہ آرتھر اور جولیا ہم لوگوں کو دیکھتے ہی پہچان لیں گے۔"

"اوہ......!" فریدی مسکرا کر بولا۔ "تم اس کی فکر نہ کرو۔"

"میں نہایت سنجیدگی سے عرض کررہا ہوں کہ میں اس سفر کے لئے تیار نہیں۔" حمید نے کہا

"میں نہایت صدق دل سے کہتا ہوں کہ تمہیں اس کے لئے مجبور نہیں کروں گا۔" فریدی نے کہا اور سگار سلگا کر ہلکے ہلکے کش لینے لگا۔

"لیکن اس کا یہ مطلب بھی نہیں کہ آپ اکیلے سفر کریں۔"

"پھر تم چاہتے کیا ہو۔"

"یہی کہ آپ اپنا ارادہ قطعی ترک کردیجئے۔"

"یہ ناممکن ہے۔"

"نپولین کا قول ہے کہ دنیا میں کوئی چیز ناممکن نہیں۔" حمید نے مسکرا کر کہا۔

فریدی کچھ کہنے ہی جارہا تھا کہ وہ دفعتاً چونک پڑا۔ حمید کو چپ رہنے کا اشارہ کرکے آہستہ سے بولا۔ "یہ غراہٹ کیسی تھی؟"

"اونہہ ہوگا کوئی کتا۔ ممکن ہے اپنا ہی کتا ہو۔" حمید نے لاپروائی سے کہا۔

"نہیں یہ اپنے کتے کی آواز نہیں۔" فریدی نے کہا اور اٹھ کر کھڑکی کے قریب چلا گیا۔

تھوڑی دیر بعد غراہٹ کی آواز پھر سنائی دی۔ فریدی کی نگاہیں باہر اندھیرے میں بھٹک رہی تھیں۔ دفعتاً کچھ دور ٹارچ کی روشنی میں اسے ایک بڑا سا کتا دکھائی دی۔ ٹارچ کسی آدمی کے ہاتھ میں تھی جس کی روشنی میں صرف اس کے پیر دکھائی دے رہے تھے۔ کتا زمین پر سونگھ کر غرا رہا تھا۔ فریدی نے کمرے کی روشنی گل کردی۔

"یہ کیا کیا آپ نے۔" حمید جلدی سے بولا۔

"خاموش......!" فریدی نے آہستہ سے کہا اور تیزی سے دوسرے کمرے میں چلا گیا۔

تھوڑی دیر میں پوری عمارت تاریک ہوگئی۔ حمید اب تک کھڑکی کے قریب کھڑا حیرت سے اس کتے کو دیکھ رہا تھا۔ کتا اسی جگہ گویا جم کر رہ گیا۔ وہ بار بار زمین سونگھتا اور پھر سر اٹھا کر غرانے لگتا۔ اس کے پاس کھڑا ہوا آدمی ادھر اُدھر ٹارچ کی روشنی ڈال رہا تھا۔ چاروں طرف سناٹا تھا۔ قرب و جوار کی عمارتیں بھی تاریک تھیں۔ حمید کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ معاملہ کیا ہے۔ فریدی نے مکان کی روشنی کیوں گل کردی اور وہ کہاں چلا گیا۔

اس آدمی کی ٹارچ کی روشنی ادھر اُدھر کی عمارتوں پر رینگتی ہوئی پھر کتے پر آکر جم گئی۔ دفعتاً کسی طرف سے ایک فائر ہوا اور کتا اچھل کر دور جا گرا۔ شاید یہ کتے کی آخری ہچکیاں تھیں۔ اندھیرے میں کوئی دور تک دوڑتا چلا گیا۔ پتھریلی زمین پر قدموں کی آواز آہستہ آہستہ دور ہوتی جارہی تھی۔ چند لمحوں کے بعد سکوت چھا گیا۔

فریدی کی عجیب حرکت

حمید کی الجھن لحظہ بہ لحظہ بڑھتی جارہی تھی۔ اندھیرے میں اس کا دم گھٹنے لگا تھا۔ فائر کی آواز اور مرتے ہوئے کتے کے شور کی وجہ سے پاس کی کئی عمارتوں میں روشنی نظر آنے لگی تھی۔ کچھ لوگ

باہر بھی نکل آئے تھے۔ حمید نے بھی غیر ارادی طور پر کمرے میں روشنی کر دی اور باہر نکل آیا۔ چار پانچ آدمی جن کے ہاتھوں میں ٹارچیں تھیں کتے کی لاش کو دیکھ رہے تھے۔ یہ ایک کافی قوی اور خوفناک کتا تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد کچھ ایسی مضحکہ خیز قسم کی قیاس آرائیاں شروع ہو گئیں کہ حمید کو الٹے پاؤں واپس آنا پڑا۔ اُسے ڈر تھا کہ کہیں وہ بے تحاشہ ہنسنا نہ شروع کر دے۔

کمرے میں داخل ہوتے ہی اس نے دیکھا فریدی ایک آرام کرسی پر دراز سگار کے ہلکے ہلکے کش لے رہا تھا۔ اس کی رائفل کرسی کے بازو سے ٹکی ہوئی تھی۔ حمید کو دیکھ کر مسکرایا۔

"آخر آپ نے یہ سب کیا اودھم مچا رکھی ہے۔" حمید نے جھنجھلا کر کہا۔

"خیر یہ بعد میں بتاؤں گا...... تم یہ بتاؤ کہ ڈنگو کو گھر تک کس طرح لائے تھے۔" فریدی نے پوچھا۔

"میں آپ کا مطلب نہیں سمجھا۔"

"مطلب یہ کہ وہ اپنے پیروں سے چل کر یہاں تک پہنچا تھا یا کسی اور طرح۔"

"آخر آپ یہ کیوں پوچھ رہے ہیں۔"

"تم میرے سوال کا جواب دو۔" فریدی نے اکتا کر کہا۔

"کچھ دور تک مجھے اس کو گود میں لانا پڑا تھا۔"

"کیا اسی جگہ سے نہیں جہاں ہم نے ابھی اس کتے کو دیکھا تھا۔" فریدی نے پوچھا۔

"بہت ممکن ہے وہی جگہ ہی ہو۔" حمید نے کہا۔ "وہاں پہنچ کر وہ کسی طرح آگے بڑھ ہی نہیں رہا تھا۔ مجبوراً مجھے اسے گود میں اٹھانا پڑا۔"

"اوہ...... تو یہی وجہ تھی۔" فریدی بے ساختہ بولا۔

"آخر آپ کچھ بتاتے کیوں نہیں۔" حمید نے بے صبری کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔

"ابھی تم جس کتے کی لاش دیکھ آئے ہو اسے میں نے ہی مارا ہے۔" فریدی نے کہا۔

"لیکن کیوں......!" حمید بے تابی سے بولا۔ "آخر آج کتوں کے پیچھے کیوں پڑ گئے ہیں"

"اگر میں اسے ٹھکانے نہ لگا دیتا تو اچھی خاصی مصیبت آجاتی اور میری بنائی ہوئی آ خاک میں مل جاتی۔" فریدی نے بجھا ہوا سگار ایش ٹرے میں ڈالتے ہوئے کہا۔

"اب ختم بھی کیجئے یہ پہیلیاں......!" حمید اکتا کر بولا۔

"یہ کتا بھی آرتھر ہی کا تھا۔ بہت خطرناک قسم کا بلڈ ہاؤنڈ۔ اس کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ یہ اپنے شکار کی بو پا جانے پر اسے پاتال میں بھی نہیں چھوڑتا۔ آرتھر نے شاید اسے لیسیٹین کی لاش سنگھا کر لیو ڈنگو کے راستے پر لگا دیا تھا۔ لہٰذا جہاں تک ڈنگو اپنے پیروں سے چل کر آیا تھا اس نے اس کا پیچھا نہیں چھوڑا، لیکن یہاں آ کر وہ مجبور ہو گیا۔ کیونکہ تم ڈنگو کو یہاں گود میں لائے تھے۔ یہ بھی ایک اتفاق تھا جس کی وجہ سے اس وقت بچ گئے، ورنہ دوسری صورت میں وہ سیدھا یہیں آتا اور نت نئی دشواریوں کا سامنا کرنا پڑتا۔"

"تو یہ کہئے۔" حمید نے مسکرا کر کہا۔ "میں تو سمجھا تھا شاید خدانخواستہ۔"

"دماغ خراب ہو گیا ہے۔" فریدی نے جملہ پورا کر دیا۔

"بھلا میں یہ کیسے کہہ سکتا ہوں۔" حمید ہنس کر بولا۔

"خیر...... خیر...... ختم کرو یہ باتیں...... اپنا ضروری سامان ٹھیک کر لو...... ہمیں اسی وقت یہ مکان چھوڑنا ہے۔"

"جی......!" حمید چونک کر بولا۔ "کیا مطلب......؟"

"کسی ہوٹل میں چل کر رہیں گے۔"

"آخر کیوں؟"

"بھئی عجیب گھامڑ آدمی ہو۔" فریدی بولا۔ "اس علاقے میں اس کتے پر گولی چلانے کا مطلب یہ ہے کہ وہ لوگ یہیں کہیں رہتے ہیں۔"

"تعجب ہے کہ اس انگریز سے اس بُری طرح خائف ہو گئے۔" حمید نے کہا۔

"تم غلط سمجھے! بات یہ نہیں۔" فریدی نے کہا۔ "آرتھر سے خائف ہونا کوئی معنی نہیں رکھتا۔ ڈر اس بات کا ہے کہ اگر دوبارہ اس کا سامنا ہو گیا تو میں اپنی اسکیموں کو عملی جامہ نہ پہنا سکوں گا۔"

"آخر وہ اسکیمیں معلوم تو ہوں۔" حمید نے اکتا کر کہا۔

"اطمینان سے بتاؤں گا۔" فریدی نے کہا۔ "ابھی جو کچھ میں کہہ رہا ہوں اس پر عمل کرو۔"

حمید نے بادل نخواستہ اٹھ کر ضروریات کی چیزیں اکٹھی کیں اور ایک سوٹ کیس میں رکھیں۔

فریدی بھی انتظام میں مشغول ہوگیا۔ اس نے نوکروں کو ضروری ہدایات دیں اور انہیں ایک کثیر رقم دے کر اس وقت تک رام گڑھ میں مقیم رہنے کے لئے کہا جب تک وہ واپس نہ آئے۔ ان نوکروں کو وہ اپنے ہمراہ لایا تھا اور یہ سب معتبر اور پرانے نوکر تھے۔

فریدی اور حمید نے ایک ایک سوٹ کیس اور ہولڈال اٹھالئے اور گھر سے نکل کر باہر پھیلی ہوئی تاریکی میں گم ہوگئے۔

تقریباً ایک گھنٹے کے بعد وہ ایک متوسط درجے کے صاف ستھرے ہوٹل میں بحیثیت مسافر داخل ہو رہے تھے۔ انہیں رہائش کے کمرے مل گئے۔

''کہئے حضور والا آپ کو اطمینان میسر ہوا یا نہیں۔'' حمید نے تھوڑی دیر بعد کہا۔

''ہاں آں......!'' فریدی چارپائی پر لیٹ کر حمید کی طرف کروٹ لیتا ہوا بولا۔ ''کیا پوچھنا چاہتے ہو۔''

''ان سب بوکھلاہٹوں کا مطلب......!''

''تم اسے بوکھلاہٹ کہہ رہے ہو پیارے۔'' فریدی مسکرا کر بولا۔

''جی نہیں......بہت بڑا کارنامہ انجام دے رہے ہیں آپ۔'' حمید طنزیہ انداز میں بولا

''خیر......کارنامہ میں انجام دے رہا ہوں۔ اس میں تم میرے برابر کے شریک رہو گے۔''

''میں تو اپنی جان سے ہاتھ دھو بیٹھا ہوں۔'' حمید بے زاری سے بولا۔

''اس بار تمہیں پاؤں دھونے کا بھی موقع مل جائے گا۔'' فریدی مسکرا کر بولا۔

حمید نے کوئی جواب نہ دیا۔

''میں نے وہ اسکیم بنائی ہے کہ تم سن کر اچھل پڑو گے۔'' فریدی نے کہا۔

''ارشاد......!''

''جارج فنلے سفر کے نئے ساتھی مہیا کر رہا ہے۔ آج بھی اس نے دس پہاڑیوں کی خدمات حاصل کی ہیں۔ تقریباً پچاس آدمی اس کے ساتھ جائیں گے۔ وہ جدھر جانے کا ارادہ رکھتا ہے ادھر کوئی باقاعدہ راستہ نہیں ہے......اس لئے سفر پیدل یا خچروں پر کیا جائے گا۔''

''تو پھر آپ کا کیا ارادہ ہے؟''

''ہم دونوں بھی پہاڑی مزدوروں کی حیثیت سے اس پارٹی میں شامل ہو جائیں گے۔'' فریدی نے کہا۔

''بہت خوب اور ڈیڑھ سو میل پیدل چل کر آخیر میں اللہ کو پیارے ہو جائیں گے۔'' حمید نے کہا۔

''تم ہمیشہ ہر چیز کا تاریک پہلو ہی دیکھتے ہو۔'' فریدی نے کہا۔

''یہ عادت اچھی نہیں......تمہیں تو عورت ہونا چاہئے تھا۔''

''یہی تو میری بدنصیبی ہے۔'' حمید بولا۔ ''خیر آپ اپنا بیان جاری رکھئے۔''

''کل ہم دونوں پہاڑی مزدوروں کے بھیس میں جارج فنلے سے ملیں گے۔''

''لیکن اس سے فائدہ......ہمارا پول جلد ہی کھل جائے گا۔ اس لئے کہ ہم پہاڑی زبان نہیں جانتے۔'' حمید نے کہا۔

''تم صرف اپنے متعلق کہہ سکتے ہو۔'' فریدی بولا۔ ''میں ادھر کی زبان بخوبی بول سکتا ہوں۔''

''لیکن میں کیا کروں گا۔'' حمید اکتا کر بولا۔

''تم گونگے بن جانا۔''

''کیا مطلب......؟''

''تمہارے متعلق پہاڑیوں میں یہ مشہور کردوں گا کہ تم گونگے ہو۔'' فریدی نے کہا۔

''بس بس معاف رکھئے خاکسار کو۔'' حمید نے کہا۔ ''میں زندگی بھر ایسا نہیں کرسکتا۔''

''تو پھر کل تم گھر واپس چلے جاؤ۔'' فریدی نے سنجیدگی سے کہا۔

''خیر دیکھا جائے گا۔'' حمید نے کہا۔ ''آپ اپنا پروگرام بتائیے۔''

''بس صرف اتنی سی بات کہ ہمیں ان لوگوں کے ساتھ چلنا ہے۔'' فریدی نے کہا۔

''محض اس مورتی کا راز جاننے کے لئے۔''

''ہاں......؟''

''لیکن یہ کوئی عقل مندی کی حرکت نہ ہوگی۔'' حمید نے کہا۔ ''یہ تو وہی مثل ہوئی کہ شکاری شکار کھیلیں اور بے وقوف ساتھ پھریں۔''

"فی الحال اسے بے وقوفی ہی سمجھ لیں۔" فریدی نے کہا۔ "میں مکمل ارادہ کر چکا ہوں۔"

"اور اگر راستے میں آرتھر یا جولیا نے ہمیں پہچان لیا تو شامت ہی آجائے گی۔"

"تم مطمئن رہو...... اس کی نوبت نہ آنے پائے گی۔" فریدی نے کہا۔

"میں تو پانچ سال سے مطمئن بیٹھا ہوں۔"

"اماں تم عجیب آدمی ہو۔" فریدی جھلا کر بولا۔ "میں تمہیں مجبور کب کرتا ہوں کہ میرے ساتھ چلو۔"

"تو میں کب کہہ رہا ہوں کہ میں ساتھ نہ چلوں گا۔ لیکن چلنے کا جو طریقہ آپ اختیار کر(نے) والے ہیں وہ انتہائی تکلیف دہ ہوگا ہر قسم کی دقتوں کا سامنا کرنا پڑے گا۔ نہ تو ہمارے با قاعدے کے کپڑے ہوں گے اور نہ جوتے۔"

"یار تم واقعی بڑے عیاش ہو۔" فریدی مسکرا کر بولا۔ "ذرا اس زندگی میں بھی تو آ کر (دیکھو) کہ یہ کتنی پرلطف ہے۔"

"خیر صاحب...... چھوڑیئے۔" حمید نے جمائی لیتے ہوئے کہا۔ اب نیند آرہی ہے۔

"شب بخیر۔"

روانگی

فریدی اپنے مقصد میں کامیاب ہوگیا۔ حمید اور وہ جارج فنلے کے بار برداروں کی ٹولی (میں) شامل کر لئے گئے۔ فریدی نے دو خچر خرید لئے تھے اگر وہ ایسا نہ کرتا تو شاید حمید کی ہمت نہ پڑ(تی) ڈیڑھ سو میل کا پیدل سفر آسان کام نہیں اور پھر ایسے لوگوں کے لئے جن کی زندگی محنت مشقت سے دور گزری ہو۔

تیسرے دن یہ کارواں جو پچپن آدمیوں پر مشتمل تھا مشرق کی طرف روانہ ہوگیا۔ ان کے ساتھ بیس خچر بھی تھے جن پر چھوٹے چھوٹے خیمے اور دوسرا سامان لدا ہوا تھا۔ فریدی اور حمید کے خچروں پر بہت تھوڑا سامان تھا اس لئے وہ کبھی کبھی بیٹھ بھی لیتے تھے۔ حمید کو فریدی پر حیرت ہو رہی تھی کہ اس نے کتنی آسانی سے پہاڑی مزدوروں کی زندگی بسر کرنی شروع کر دی تھی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے اس کی پرورش اسی ماحول میں ہوئی ہو۔ وہی چال ڈھال...... وہی وحشیانہ انداز گفتگو۔ ویسی ہی جفاکشی۔ وہ ہمیشہ نہایت عمدہ اور آرام دہ جوتے استعمال کرتا تھا اس وقت بڑی آسانی کے ساتھ پتھریلی زمین پر ننگے پیر چل رہا تھا جیسے اس نے کبھی جوتے پہنے ہی نہ ہوں۔

حمید کا دم گھٹ رہا تھا کیونکہ اس کی قینچی کی طرح چلنے والی زبان روک دی گئی تھی۔ فریدی کی اسکیم کے مطابق وہ ایک گونگے کی حیثیت سے پارٹی میں شامل ہوا تھا۔ فریدی جب اس سے اشاروں میں بات کرتا تو اسے بے ساختہ ہنسی آجاتی اور فریدی اسے بُری طرح گھورنے لگتا۔

فریدی نے کچھ اتنا گھناؤنا بھیس بدلا تھا کہ بعض اوقات تو حمید کا جی مالش ہونے لگتا۔ وہ ایک ادھیڑ عمر کے پہاڑی مزدور کے بھیس میں تھا۔ اس کے منہ سے ہر وقت رال بہہ بہہ کر ٹھوڑی سے ٹپکتی رہتی تھی۔ جسے وہ نہایت لاپروائی سے پھٹی ہوئی قمیض کی آستینوں سے پونچھ لیتا تھا۔

اس وقت وہ ایک خچر کی باگ ڈور تھامے ایک موٹے سے بانس کا ڈنڈا ٹیکتا لنگڑاتا ہوا ناہموار راستے طے کر رہا تھا۔ قافلے کی رفتار آہستہ آہستہ سست ہوتی جا رہی تھی۔ قافلے کا راہبر کیپٹن آرتھر ڈیرا ڈالنے کے لئے کسی مناسب جگہ کی تلاش میں تھا۔ غالباً وہ سورج غروب ہونے سے پہلے ہی خیمے نصب کرا دینا چاہتا تھا۔

شام کی سرد ہوتی ہوئی سرخی مائل دھوپ پہاڑیوں پر پھیلی ہوئی تھی۔ ہر طرف ایک پراسرار سناٹا چھایا ہوا تھا۔ ایسا سناٹا جو پتھریلی زمین پر خچروں کی ٹاپوں کی آواز کے باوجود بھی برقرار تھا۔ کبھی کبھی کسی پہاڑی عقاب کی تیز آواز دور تک لہراتی چلی جاتی۔

آرتھر جولیا اور جارج فنلے اپنے اپنے خچروں سے اتر پڑے۔ کارواں رک گیا۔ ایک گھنٹہ کے بعد ویران چٹانوں کے درمیان کافی چہل پہل نظر آنے لگی۔ خیمے نصب کر دیئے گئے۔ جابجا

آگ جلادی گئی۔ دھندلکا تاریکی میں تبدیل ہو چکا تھا۔ مغربی افق میں شوخ رنگوں کے لہریئے سیاہی کے غبار میں دب کر آہستہ آہستہ دھندلے ہوتے جا رہے تھے۔

آرتھر مزدوروں کو رات کے کھانے کے لئے چاول اور خشک مچھلیاں بانٹتا پھر رہا تھا۔ کہ جگہ رک کر مزدوروں کو کچھ ہدایات بھی دینے لگتا تھا۔ وہ پہاڑی زبان بخوبی بول سکتا تھا۔ اس نے شاید ادھر کی زبانیں اسی وقت سیکھی تھیں جب وہ پہاڑی جنگلات کا افسر تھا۔ اس کے برخلاف جارج فنلے اور جولیا مشرقی زبانوں سے بالکل ناواقف تھے۔ شاید یہی وجہ تھی کہ انہوں نے آرتھر کو اپنا راہبر بنایا تھا۔

آرتھر جب فریدی کو اتنے ہی چاول دینے لگا جتنے کہ اس نے دوسروں کو دیئے تھے تو فریدی اس سے الجھ پڑا۔

"بھلا صاحب اتنے میں میرا کیا ہوگا۔" فریدی نے کہا۔

"کیا یہ کم ہے۔" آرتھر تیز لہجے میں بولا۔

"بہت کم......!"

"اتنے ہی میں نے سب کو دیئے ہیں۔" آرتھر نے کہا۔

"صاحب میں ان سب سے زیادہ کام کر سکتا ہوں۔" فریدی بولا۔

"کیا کام کر سکتے ہو۔"

"بڑی بڑی چٹانیں لڑھکا سکتا ہوں۔ جنگلی جانوروں سے لڑ سکتا ہوں۔ ہاتھیوں کے سونڈ اکھاڑ سکتا ہوں۔ میں شیر کا بیٹا ہوں۔" فریدی نے اپنی چھاتی پر ہاتھ مارتے ہوئے کہا اور پھر دوسرے مزدوروں کی طرف اشارہ کر کے بولا۔ "ان جوانوں میں سے مجھے کوئی نہیں اٹھا سکتا۔ ان میں سے ہر ایک کو اپنے ایک ہاتھ پر اٹھا کر کم از کم ایک میل تک لے جا سکتا ہوں۔"

"اوہو بڑے بہادر ہو تم......"

"جی صاحب۔"

فریدی کے قریب ہی ایک قوی ہیکل نوجوان پہاڑی مزدور کھڑا اس کی ڈینگیں سن رہا تھا۔ اسے بے اختیار ہنسی آ گئی۔

"تو کیا میں جھوٹ کہہ رہا ہوں میرے بیٹے۔" فریدی اس کی طرف مڑ کر آستین سے اپنی رال پونچھتا ہوا بولا۔

"نہیں تم بالکل سچ کہہ رہے ہو۔" وہ ہنس کر بولا۔ "صاف کیوں نہیں کہہ دیتے کہ ہم لوگوں سے زیادہ پیٹو ہو۔"

"دیکھو میرے بچے تم ابھی مجھے نہیں جانتے۔" فریدی نے کہا۔ "تمہیں شاید اپنے تن و توش پر گھمنڈ ہے۔ ذرا میرا پنجہ ہی موڑ دو۔" فریدی نے اپنا پنجہ اس کی طرف بڑھا دیا۔ آرتھر دونوں کو دلچسپی سے دیکھنے لگا۔

نوجوان نے فریدی کی انگلیوں میں اپنی انگلیاں پھنسائیں اور زور کرنے لگا۔ لیکن موڑنا تو درکنار فریدی کے ہاتھ میں جنبش تک نہ ہوئی۔

"بس کر میرے بچے۔" فریدی نے تھوڑے دیر کے بعد کہا۔ "مجھے تیری طاقت کا اعتراف ہے، لیکن یہ پنجہ لوہے کا ہے۔"

نوجوان مزدور نے اپنا ہاتھ چھوڑ دیا اور کھسیانی ہنسی ہنستا ہوا دوسری طرف چلا گیا۔

"واقعی تم کافی طاقت ور ہو۔" آرتھر نے تحسین آمیز لہجے میں کہا۔ "اچھا یہ لو اپنے چاول اور......اب تو خوش ہو۔"

"خدا صاحب کا بھلا کرے۔"

"گونگا تمہارا لڑکا ہے۔" آرتھر نے پوچھا۔

"میرا بھائی ہے صاحب۔"

"اس کا چاول اسے دیا جائے گا۔"

"ہاں صاحب۔"

آرتھر آگے بڑھ گیا۔

حمید لکڑیاں سلگا رہا تھا۔ آگ پھونکتے پھونکتے اس کے آنسو بہہ چلے تھے۔ آگ تھی کہ جلنے کا نام ہی نہ لیتی تھی۔ فریدی مسکراتا ہوا اس کے پاس پہنچا۔

"کیوں میاں حمید، خیریت تو ہے۔" فریدی اس کے پاس بیٹھ کر آہستہ سے بولا۔

"دیکھئے آپ خواہ مخواہ مجھے تاؤ نہ دلائیے۔" حمید نے جواب دیا۔

"یار تم بہت کمزور دل کے آدمی ہو۔"

"اب اس سفر میں میرا زندہ رہنا محال ہے۔" حمید بولا۔

"کیوں......؟"

"یہ بھی کوئی پوچھنے کی بات ہے۔" حمید نے بے بسی سے کہا "کہاں ہماری زندگی اور کہاں یہ پتھریلی چٹانیں۔ میں کہتا ہوں کہ اگر مجھے چائے نصیب نہ ہوئی تو میرا مر جانا یقینی ہے۔ درد سے سر پھٹا جا رہا ہے۔"

"گھبراتے کیوں ہو پیارے۔ بہت جلد تمہاری چائے کا بھی انتظام ہو جائے گا۔" فریدی نے کہا۔ "بہت جلد یہ لوگ مجھ میں دلچسپی لینے پر مجبور ہو جائیں گے۔"

"بس بیٹھے ہوائی قلعے بنایا کیجئے۔" حمید جل کر بولا۔

"سن رہے ہو...... بخدا جولیا کی آواز میں بڑی مٹھاس ہے۔" فریدی نے مسکرا کر کہا۔

"ہوگی سالی۔" حمید جھنجھلا کر بولا۔

"تمہاری جمالیاتی حس کہاں مر گئی حمید؟"

"دیکھئے میں اس وقت باتیں کرنے کے موڈ میں نہیں ہوں۔"

"خیر خدا کا شکر ہے کہ میں نے زندگی میں ایک بار تمہارے منہ سے یہ جملہ سن لیا۔" فریدی نے ہنس کر کہا۔ "خدا تمہاری قینچی کی طرح چلنے والی زبان کی مغفرت کرے۔ آمین۔"

حمید نے کوئی جواب نہ دیا۔ اس نے فریدی کے اور اپنے چاول ایک بڑے سے تسلے میں ڈال کر آگ پر چڑھا دیئے تھے۔

"یار اس طرح ہمت نہ ہارو، دیکھو بہت جلد ہم لوگ اس پارٹی میں کوئی نمایاں جگہ حاصل کر لیں گے۔"

"اتنی نمایاں کہ شاید انہیں ہم کو اپنے کاندھوں پر اٹھانا پڑے۔"

"پھر وہی عورتوں کی سی باتیں۔"

ابھی ان دونوں میں یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ ایک قوی ہیکل مزدور ان کے پاس آ کر کھڑا

ہو گیا۔

"سنا ہے...... بڑے طاقتور ہو......!" وہ فریدی کی طرف دیکھ کر طنزیہ انداز میں بولا۔

"جا بھائی جا اپنا کام کر...... مجھے چاول ابالنے ہیں۔" فریدی لاپروائی سے بولا۔

"مجھ سے کشتی لڑو گے۔" پہاڑی مزدور اکڑ کر بولا۔

"نہیں بھائی میں بہت کمزور ہوں، جا میرا دماغ نہ چاٹ۔" فریدی نے کہا اور جلتی ہوئی لکڑیوں کو ہلانے جلانے لگا۔

"لے یار تو تو بڑا بودا نکلا۔" پہاڑی ہنس کر بولا۔

"آخر تو چاہتا کیا ہے۔" فریدی نے اٹھتے ہوئے کہا۔

"کشتی......!"

"اچھا چل پہلے صاحب سے پوچھ لیں، لیکن پھر تجھے لڑنا ہی پڑے گا۔" فریدی نے کہا۔

دونوں آرتھر کے خیمے کے سامنے آئے، خیمے میں جولیا، آرتھر اور جارج فنلے بیٹھے ہوئے چائے پی رہے تھے۔

"کیا ہے؟" آرتھر فریدی کو خیمے کے سامنے کھڑا دیکھ کر بولا۔

"صاحب میں اجازت لینے آیا ہوں۔"

"کس بات کی۔"

"یہ مجھ سے کشتی لڑنا چاہتا ہے۔" فریدی نے مزدور کی طرف اشارہ کر کے کہا۔

آرتھر ہنسنے لگا پھر اس نے جارج فنلے کو فریدی کی شیخیوں کے متعلق بتانا شروع کیا۔

"لیکن بہت گندا آدمی ہے۔" جولیا ہونٹ سکوڑ کر بولی۔ "دیکھو رال کس بری طرح بہہ رہی ہے۔ لیکن میں ان کی لڑائی دیکھنا چاہتی ہوں۔"

آرتھر نے انہیں اجازت دے دی۔ جولیا اور جارج فنلے بھی خیمے سے باہر نکل آئے۔

فریدی اور مزدور ایک دوسرے پر پل پڑے۔ تھوڑی دیر بعد مزدور ہانپنے لگا۔

"دیکھ بیٹا۔" فریدی نے کہا۔ "تو ابھی تک مجھے نہیں اکھاڑ پایا ہے...... اب سنبھل میں تجھے اکھاڑتا ہوں۔" فریدی نے کہا۔ فریدی نے زور کر کے اٹھایا اور اپنے سر سے بلند کر کے

بولا۔ "بول کدھر پھینکوں۔" لیکن پھر آہستہ سے سامنے زمین پر کھڑا کر دیا۔

"جا بھاگ جا...... جا کر اپنے چاول ابال بڑے بوڑھوں کے منہ نہیں لگا کرتے۔ شاباش......!" فریدی نے کہا۔

دور کھڑے ہوئے مزدوروں نے ہنسنا شروع کر دیا اور شکست خوردہ مزدور خود ہی کھسیانی ہنسی ہنستا ہوا بولا۔ "مان گیا بابا واقعی تو استاد ہے" اور پھر وہ ماتھے سے پسینہ پونچھتا ہوا اپنی ٹولی میں جا ملا۔

"واقعی بہت طاقت ور ہے۔" جارج فنلے نے آرتھر سے کہا۔

"مگر بہت گندا مجھے تو بہت گھن آتی ہے۔" جولیا بولی اور فریدی دل ہی دل میں مسکرانے لگا۔

"صاحب بولتے ہیں تم بہت طاقت ور ہو۔" آرتھر نے فریدی سے کہا۔ "لیکن مم صاحب تم کو گندا کہتی ہیں۔ تمہارے منہ سے رال بہتی ہے۔"

"صاحب میرے منہ میں چھالے ہیں، جب وہ اچھے ہو جائیں گے تو رال خود بخود بند ہو جائے گی۔"

"اوہ...... اچھا ہم تمہیں چھالوں کی دوا دیں گے۔" آرتھر نے کہا۔

"لیکن صاحب اب میری طاقت بہت گھٹ جائے گی اور شاید میرا بھائی تو مر ہی جائے۔"

"کیوں......؟" آرتھر نے پوچھا۔

"ہم دونوں چائے کے عادی ہیں۔ بھلا ہمیں چائے یہاں کہاں سے ملے گی۔" فریدی نے کہا۔

"ہم تمہیں چائے دیں گے، جاؤ اپنا برتن لاؤ۔" آرتھر نے کہا۔

"صاحب کا بہت بہت شکریہ۔" فریدی نے کہا۔ "آپ بھی نکولس صاحب کی طرح نیک اور رحم دل آدمی ہیں۔"

"کون نکولس صاحب۔" آرتھر نے پوچھا۔

"ارے آپ نے نکولس صاحب کا نام نہیں سنا۔" فریدی نے حیرت کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔ "میجر یو ایم نکولس افریقہ کے مشہور شکاری۔"

"تم انہیں کیا جانو......!" آرتھر نے متعجبانہ لہجے میں پوچھا۔

"ارے بھلا مجھ سے زیادہ انہیں کون جانے گا۔" فریدی نے کہا۔ "میں نے تین سال تک ان کے ساتھ افریقہ کے کالے جنگلوں کی خاک چھانی ہے۔"

آرتھر ہنسنے لگا جارج فنلے نے اس سے ہنسی کی وجہ پوچھی۔ "یہ کہہ رہا ہے کہ میجر نکولس کے ساتھ افریقہ میں رہ چکا ہے۔"

"ممکن ہے۔" جارج فنلے نے کہا۔

"مجھے تو اب اس پر کچھ شبہ ہو چلا ہے۔" آرتھر نے کہا۔

"کیوں......!" جارج فنلے نے چونک کر پوچھا۔

"کہیں یہ بھی انہیں دیسیوں میں سے نہ ہو جنہوں نے مورتی حاصل کرنے کی کوشش کی تھی۔"

"اوہ......!" جارج فنلے نے کہا اور فریدی کو گھورنے لگا۔

"خیر میں اس کا امتحان کئے لیتا ہوں۔" آرتھر نے کہا اور پھر فریدی کی طرف مڑ کر بولا۔

"نکولس کا مستقل قیام افریقہ میں کہاں تھا۔"

"مومباسہ میں۔" فریدی نے جواب دیا۔

وہ اسے حیرت سے دیکھنے لگا۔

"افریقہ کی سب سے زیادہ خطرناک چیز کیا ہے؟" آرتھر نے پوچھا۔

"زہریلی مکھی، سی سی فلائی، جس کے حملے کی خبر تک نہیں ہوتی۔" فریدی نے کہا۔ "شاید آپ کو مجھ پر کچھ شبہ ہوا ہے۔ شاید آپ نہیں جانتے ہیں کہ میں اپنے آقاؤں کے لئے جان تک کی بازی لگا دیتا ہوں۔ جھوٹ کبھی نہیں بولتا۔ مگر صاحب اب وہ قدر داں کہاں، نکولس صاحب مجھے اپنے برابر بٹھاتے تھے۔"

"بھلا میں تم پر کس بات کا شبہ کر سکتا ہوں۔" آرتھر نے اچانک پوچھا۔

"یہی کہ میں آپ کو اپنے جھوٹے کارناموں کے قصے سنا کر آپ کا اعتماد حاصل کرنا چاہتا ہوں۔ محض اس لئے کہ کسی دن موقعہ پا کر آپ لوگوں کو لوٹ لوں۔" فریدی نے کہا۔

"تم غلط سمجھے۔" آرتھر ہنس کر بولا۔ "میں صرف اتنا جاننا چاہتا تھا کہ تم واقعی کام کے آدمی

ہو یا نہیں۔"

"خیر صاحب یہ تو وقت پر ہی معلوم ہو سکے گا۔" فریدی نے کہا۔

"تم اس سے پہلے بھی کبھی مشرق کی طرف سفر کر چکے ہو۔" آرتھر نے پوچھا۔

"صرف ایک بار۔" فریدی نے کہا۔ "اور وہ واقعہ بھی بڑا دلچسپ ہے کہ ایک بار آپ ہی کی طرح ایک صاحب نے رام گڑھ میں بہت سے مزدوروں کو اکٹھا کیا تھا اور وہ بھی اسی طرف آئے تھے، لیکن کچھ دور چلنے کے بعد وہ اچانک لوٹ پڑے تھے۔ ان کی کوئی چیز چوری ہو گئی تھی۔ اس کا انہیں اتنا دکھ ہوا کہ وہ آگے نہ جا سکے۔"

"کیا چیز چوری ہو گئی تھی۔"

"یہ انہوں نے نہیں بتایا۔"

"ہوں......!" آرتھر کچھ سوچتا ہوا بولا "وہ کہاں جانا چاہتے تھے۔"

"دریائے تامتی کے کنارے۔" فریدی نے کہا۔ "وہ دوسرے کنارے پر جانا چاہتے تھے لیکن ارادہ تھا کہ وہ مزدوروں کو ادھر ہی سے رخصت کر دیں گے۔"

"اوہ......!"

آرتھر جارج فنلے کی طرف مڑ کر اسے اپنی اور فریدی کی گفتگو کے متعلق انگریزی میں بتانے لگا۔

"ان باتوں سے تو یہ پتہ چلتا ہے کہ وہ مورتی کے متعلق کچھ نہیں جانتا۔" جولیا بولی۔ "اگر ایسا ہوتا تو وہ اس کا تذکرہ ہی نہ کرتا۔"

"ہاں میرا بھی یہی خیال ہے۔" آرتھر نے کہا۔ پھر وہ فریدی کے کاندھے پر ہاتھ رکھ کر پہاڑی زبان میں بولا۔ "جاؤ جاؤ اپنا برتن لاؤ...... تم ہر وقت یہاں سے چائے لے سکتے ہو اور رات کو سوتے وقت میرے پاس آنا میں تمہارے چھالوں میں دوا لگا دوں گا۔"

تھوڑی دیر بعد حمید اور فریدی آگ کے پاس بیٹھے چائے پی رہے تھے۔

"کیوں برخوردار......!" فریدی نے ہنس کر کہا۔ "کہو کیسی رہی۔"

"بہت اچھی۔" حمید بے زاری سے بولا اور چاول کے تسلے کو آگ پر سے اتارنے لگا۔

"ابھی کیا ہے میں اس سے بھی زیادہ آرام پہنچانے کی کوشش...... اور کہو تو جولیا سے

تمہاری شادی کرا دوں۔"

"بس جناب کی عنائت کا شکریہ۔" حمید نے کہا۔ "اس وقت تو مجھے ایسا معلوم ہو رہا ہے جیسے میرے باپ کی بھی کبھی شادی نہ ہوئی ہو۔"

حمید کی شامت

سورج طلوع ہوتے ہی پھر سفر شروع ہو گیا۔ خیمے اکھاڑ کر خچروں پر بار کر دیئے گئے۔ جن مزدوروں کے پاس خچر تھے وہ ان پر سامان لادنے کے بعد خود بھی بیٹھ گئے۔ بقیہ لوگ اپنے سروں پر کچھ نہ کچھ اٹھائے ہوئے پیدل چل رہے تھے، جولیا اور جارج فنلے خچروں پر سوار آگے آگے چل رہے تھے۔

اس وقت قافلہ بلندی سے ایک پرفضا وادی میں اتر رہا تھا۔ خشک پہاڑوں کا سلسلہ ختم ہو چکا تھا۔ چاروں طرف ہری بھری پہاڑیاں پھیلی ہوئی تھیں۔ نیچے وادی میں چھوٹی سی پہاڑی ندی ننھے ننھے قطرے اچھالتی ہوئی تیز رفتاری سے بہہ رہی تھی۔ سناٹے میں پانی کی آواز ایسی معلوم ہو رہی تھی جیسے خوفناک دھندلکوں میں ستار کی مدھم سی جھنکار...... حمید کی رومان پسند طبیعت گنگنانے کے لئے بے قرار ہو گئی۔ لیکن وہ تو گونگا تھا۔ وہ جھنجھلا گیا۔ اس کا دل چاہا اپنے خچر کے دونوں کان اکھاڑ ڈالے۔ فریدی دور تھا ورنہ وہ اسے ایک آدھ بار کھا جانے والی نظروں سے ضرور گھورتا۔ اس کا خچر جولیا کے پیچھے تھا۔ جولیا کے سنہرے بالوں کے نیچے سرخ و سپید گردن جس کے درمیان میں ایک لطیف سی سلوٹ تھی۔ حمید کے دل میں گدگدیاں پیدا کر رہی تھی۔ کاش وہ بول سکتا جولیا کافی خوب صورت تھی۔ اس کی گہری نیلی آنکھیں دو پہاڑیوں کے درمیان خلاء سے دکھائی دینے والے آسمان کی طرح پرکشش اور روح کو ایک انجانی دنیا میں کھینچ لے جانے والی

تھیں۔ آنکھوں اور چہروں میں دوسری دلآویز چیز اوپری ہونٹ کی ہلکی سنہری روئیدگی تھی اور جب اس میں پسینے کی ننھی ننھی بوندیں بھی شامل ہو جاتیں تو وہ اور زیادہ حسین دکھائی دینے لگتی۔ دن بھر کی مسافت طے کرنے کے بعد جب وہ چائے کا پہلا گھونٹ لیتی تو اس کی آنکھوں میں نشہ سا جھلکنے لگتا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے سارے جسم کی تھکن اس کے چہرے پر ایک غم آلود مسکراہٹ بن کر پھیل گئی ہو۔ حمید غیر ارادی طور پر اس کے قریب رہنے کی کوشش کرتا تھا۔ وہ سوچتا کاش وہ اس حالت میں رہنے پر مجبور نہ ہوتا۔ کاش وہ بول سکتا۔

کارواں وادی میں اتر آیا تھا، آگے بڑھنے سے پہلے ندی پار کرنی ضروری تھی۔

''ندی زیادہ گہری نہیں ہے۔'' آرتھر نے جارج فنلے سے کہا۔ ''ہم لوگ آسانی سے گزر جائیں گے۔ میں اس علاقے میں کچھ دن رہ چکا ہوں۔''

جارج فنلے نے بھی اپنا خچر پانی میں اتار دیا۔

تھوڑی دیر بعد پورا قافلہ ندی پار کر گیا۔ سامنے دور تک ہرا بھرا میدان پھیلا ہوا تھا۔

''دوسری چڑھائی ذرا تکلیف دہ ہوگی۔'' آرتھر نے جارج فنلے سے کہا۔

''کیوں......؟''

''وہاں ہمیں خود ہی راستے بنانے پڑیں گے لیکن یہ دقت زیادہ دور تک قائم نہیں رہے گی۔ لیکن یہ ضرور ہے کہ ہمیں اس کے لئے دو تین دن پہلے ہی اپنی پچھلی تھکن دور کرنی پڑے گی۔''

''ہوں......!'' جارج فنلے نے کہا اور سگریٹ سلگانے لگا۔

''آگے ایک گاؤں ہے وہاں ہم دو تین دن ٹھہر جائیں گے لیکن ہم لوگوں کو کافی محتاط رہنا پڑے گا کیونکہ اب ہمیں ایسے لوگوں سے دوچار ہونا ہے جو قطعی وحشی ہیں۔''

''اگر انہوں نے ہمیں گاؤں میں داخل نہ ہونے دیا تو......!'' جارج فنلے نے کہا۔

''ایسا نہیں ہوسکتا۔ جنگلیوں کا سردار مجھے اچھی طرح جانتا ہے۔ میں نے ایک حادثے میں اس کی جان بچائی تھی۔'' آرتھر نے کہا۔ ''یہ بھی یاد رکھئے کہ یہ جنگلی احسان فراموش نہیں ہوتے۔''

''مجھے تو انہیں دیکھ کر خوف آئے گا۔'' جولیا اٹھلا کر بولی اور حمید ہزار جان سے قربان ہوتے ہوئے بچا کیونکہ اچانک اس کے خچر نے ٹھوکر کھائی اور وہ سنبھل نہ جاتا تو سر کے بل زمین

پر آرہا تھا۔

قافلہ جیسے ہی گاؤں میں داخل ہوا جنگلی اپنے اپنے جھونپڑوں سے نکل آئے۔ ان کے ہاتھ میں بڑے بڑے نیزے تھے ان کی ڈراؤنی شکلیں دیکھ کر جولیا کی چیخیں نکل گئیں۔

''کوئی ان سے بولے نہیں۔'' آرتھر نے پلٹ کر پہاڑی مزدوروں سے کہا۔

''کارواں رک گیا۔ ہر آدمی کے سر پر دو دو جنگلی مسلط تھے۔

آرتھر نے چیخ کر جنگلیوں سے کچھ کہا۔ ان میں ایک آدمی آگے بڑھا اور اس نے آرتھر کا بازو پکڑ کر اسے بقیہ لوگوں سے الگ کر لیا وہ دونوں ایک طرف چلنے لگے۔

''گھبرانے کی بات نہیں، میں ان کے سردار کے پاس جا رہا ہوں۔''

آرتھر نے جارج فنلے سے کہا۔ وہ جنگلی آرتھر کو ایک بڑے جھونپڑے کے باہر چھوڑ کر خود اندر چلا گیا۔ تھوڑی دیر بعد وہ واپس آیا اس کے ساتھ ایک آدمی اور تھا جس نے بے شمار بھدے زیورات پہن رکھے تھے اور اس کا منڈا ہوا سر پیلے رنگ سے رنگا ہوا تھا۔ آرتھر کو دیکھتے ہی وہ ہنس پڑا۔ آرتھر نے اس کے قریب پہنچ کر مکا تانا جسے وہ بوسہ دے کر ایک قدم پیچھے ہٹ گیا۔ پھر اس نے مکا تانا اور آرتھر اسے بوسہ دے کر ایک قدم پیچھے ہٹ گیا۔

پھر دونوں نے زمین پر دوزانو بیٹھ کر آہستہ آہستہ تین بار اپنے سر ایک دوسرے سے ٹکرائے۔ غالباً یہ ان کا معانقہ تھا۔ وہ شخص جو آرتھر کو لایا تھا سردار کا اشارہ پا کر آرتھر کے سامنے اچھلنے کودنے لگا۔ اس نے آرتھر کے گرد تین چکر لگائے اور اس کا داہنا ہاتھ چوم کر زمین پر بیٹھ گیا۔

پھر سردار نے اس سے کچھ کہا اور وہ اٹھ کر اس طرف چلا گیا جدھر جارج فنلے وغیرہ کھڑے تھے۔

تھوڑی دیر بعد خچروں پر سے سامان اتارا جانے لگا۔ پرانی شناسائی کی بناء پر جنگلیوں کے سردار نے آرتھر کو وہاں قیام کرنے کی اجازت دے دی تھی۔ جولیا بری طرح خائف تھی۔ اگر کسی جنگلی سے اس کی آنکھیں چار ہو جاتیں تو وہ خوف سے لرزنے لگتی تھی، ایک بار خیمے میں جانے کے بعد وہ پھر باہر نہیں نکلی۔ فریدی اور حمید ایک خیمے کی رسیاں تان رہے تھے۔ حمید پسینہ پسینہ ہو رہا تھا۔

"کیوں حمید صاحب...... ان جنگلی عورتوں میں سے کوئی پسند آئی۔" فریدی نے آہستہ سے کہا۔

"ارے یہ عورتیں ہیں۔ اگر یہ عورتیں ہیں تو میں لفظ عورت پر سو بار لعنت بھیجتا ہوں۔"

"لیکن گھبراؤ نہیں صاحب زادے...... بہت جلد ان میں سے کوئی ایک تمہارے لئے سوہان روح بننے والی ہے۔" فریدی نے ہنس کر کہا۔

"کیا مطلب......؟" حمید چونک کر بولا۔

"تم اس قوم کی عجیب وغریب مہمان نوازی سے واقف نہیں ہو۔" فریدی نے کہا۔ "آج رات تمہیں کسی نہ کسی عورت کے ساتھ ناچنا پڑے گا۔"

"دیکھئے میں خودکشی کرلوں گا۔" حمید نے جھلا کر کہا۔

"میرے خیال میں خودکشی سے زیادہ آسان تو وہ ناچ رہے گا۔" فریدی نے مسکرا کر کہا۔

"دیکھئے...... میں آپ سے......!"

"چپ چپ۔ آرتھر آ رہا ہے۔" فریدی نے کہا۔

آرتھر ان کے پاس آ کر کھڑا ہو گیا۔

"کہو تم ان جنگلیوں سے خائف تو نہیں ہو۔" آرتھر نے فریدی سے ہنس کر پوچھا۔

"بالکل نہیں...... بھلا ان میں خوف زدہ کرنے والی کیا بات ہے۔" فریدی نے جواب دیا۔

"کیا تمہارا وہ انگریز شکاری ادھر ہی سے گزرا تھا......؟"

"نہیں...... دوسری طرف سے۔" فریدی نے کہا۔ "ہمیں وہ پہاڑی ندی نہیں پار کرنی پڑی تھی۔"

"اس قبیلے کا سردار میرا دوست ہے۔" آرتھر نے کہا۔

"لیکن گوٹا قوم قابل اعتبار نہیں ہے۔" فریدی بولا۔

"تمہیں کیا معلوم......!" آرتھر چونک کر بولا۔ "تم شاید ادھر کبھی آئے ہی نہیں۔"

"یہ میں نے اپنے باپ کی زبانی سنا تھا۔" فریدی نے جواب دیا۔

"نہیں...... ایسا نہیں ہے۔"

"بتا دینا میرا کام تھا آگے آپ کو اختیار ہے۔" فریدی نے کہا۔ "خصوصاً ایسی صورت میں کہ آپ کے ساتھ ایک جوان لڑکی ہے۔ آپ کا محتاط رہنا ضروری ہے۔"

"بکواس ہے۔" آرتھر نے ناخوشگوار لہجہ میں کہا اور آگے بڑھ گیا۔

فریدی پھر خیمہ درست کرنے میں مشغول ہو گیا۔

خیمے نصب ہو چکے تھے۔ جارج فنلے وغیرہ آرام کرنے لگے۔ مزدوروں نے کھانا پکانا ع کر دیا۔ جنگلیوں کے ننگ دھڑنگ بچے کھانے کے لالچ میں مزدوروں کے گرد اکٹھا ئے۔ آرتھر سردار کے جھونپڑے میں چلا گیا۔ کثیف اور میلی عورتیں پہاڑی مزدوروں کو گھور گھور دیکھ رہی تھیں۔ فریدی اور حمید ایک جگہ بیٹھے اپنے چاول ابال رہے تھے۔ فریدی آرتھر سے ڈبل روٹیاں مانگ لایا تھا جنہیں وہ ایک بڑے سے تسلے میں بھگوئے ہوئے تھا۔

حمید جنگلی عورتوں میں ضرورت سے زیادہ دلچسپی لے رہا تھا۔ ان میں کئی جوان تھیں جنہیں اپنے تصور میں نہلا دھلا کر جدید طرز کے کپڑے پہنا رہا تھا۔

"اس لڑکی کو دیکھ رہے ہیں آپ۔" حمید نے آہستہ سے کہا۔

"کیوں کیا ارادہ ہے۔"

"کچھ نہیں...... میں نے کہا اگر اسے قاعدے کے کپڑے پہنا دیئے جائیں تو کیسی لگے ۔" حمید نے کہا۔

"ذرا ہوش میں آیئے...... مزدور ہمیں دیکھ رہے ہیں۔ عورتوں کو دیکھ کر یہ نہ بھول جائیے آپ گونگے ہیں۔" فریدی مسکرا کر بولا۔

حمید خاموش ہو گیا لیکن اس کا چہرہ غصے سے سرخ ہو گیا۔

دفعتاً عورتوں اور بچوں نے شور مچانا شروع کر دیا۔ حمید اور فریدی چونک پڑے۔ سامنے قوی الجثہ اور سیاہ فام عورت کھڑی بچوں کو منہ چڑا رہی تھی۔ کبھی کبھی وہ قہقہہ مار کر ہنسنے بھی لگتی ۔ وہ ایک خارش زدہ کتیا کو گود میں اٹھائے پاگلوں کی طرح اچھلنے کودنے لگی۔ بچوں نے اس پھینکنے شروع کر دیئے۔ بچوں کی مائیں جھونپڑوں سے نکل آئیں اور اپنے اپنے بچوں کو الگ نے لگیں۔ شاید یہ عورت پاگل تھی۔ بچوں کے جاتے ہی وہ زمین پر بیٹھ کر خارش زدہ کتے کو

پیار کرنے لگی۔ حمید ہنس رہا تھا۔ وہ دونوں پہاڑی مزدوروں کی ٹولی سے کافی فاصلے پر بیٹھے ہوئے تھے۔ فریدی یوں بھی حمید کے مصنوعی گونگے پن کی وجہ سے ان لوگوں سے دور ہی رہتا تھا اور دوری کی دوسری وجہ یہ تھی کہ پہاڑی مزدور فریدی سے جلنے لگے تھے، کیونکہ اسے آقاؤں کی طرف سے خاص مراعات حاصل تھیں۔

پاگل عورت حمید کی توجہ کا مرکز بنی ہوئی تھی۔ دفعتاً اس نے کتے کو پیار کرتے ہوئے اٹھا کر دور پھینک دیا۔ کتا چیں چیں کر کے بھاگا اور وہ عورت دانت نکال نکال کر اسے مکہ دکھانے لگی۔ حمید زور سے ہنس پڑا۔ عورت چونک کر اس کی طرف متوجہ ہوگئی اور اس نے بھی جوابی قہقہہ لگایا۔ پھر وہ وہاں سے اٹھ کر فریدی اور حمید کے پاس آ بیٹھی۔ حمید گھبرا کر کھڑا ہوگیا۔

''کیوں حمید صاحب کیا یہ عورت نہیں ہے۔ تشریف رکھیے۔'' فریدی نے آہستہ سے کہا۔

عورت حمید کی طرف دیکھ کر ہنسے جارہی تھی اور اب اس نے کچھ بھونڈے قسم کے اشارے بھی کرنے شروع کر دیئے تھے۔

''یہ کیا مصیبت آ گئی۔'' حمید جھنجھنایا۔

''مصیبت کیوں۔'' فریدی مسکرا کر بولا۔ ''میرا خیال ہے کہ تم پر ہزار جان سے عاشق ہوگئی ہے۔ چلو تمہاری یہ شکایت تو رفع ہوگئی کہ عورتیں تم پر بہت کم عاشق ہوتی ہیں۔''

حمید نے کوئی جواب نہ دیا۔ وہ خوفزدہ نظروں سے پاگل عورت کی طرف دیکھ رہا تھا۔

''اچھا شاید تم تنہائی چاہتے ہو۔'' فریدی نے اٹھتے ہوئے کہا۔

''ارے ارے'' کہہ کر حمید نے فریدی کا ہاتھ پکڑ لیا۔

''بھئی میں تمہارے عشق میں مخل نہیں ہونا چاہتا۔'' فریدی نے ہاتھ چھڑانے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔

عورت نہ جانے کیا سمجھی ...... پہلے تو وہ کھڑی کچھ دیر تک ان کی کھینچا تانی دیکھتی رہی پھر اچانک حمید پر ٹوٹ پڑی۔

''ارے ارے......!'' حمید بے بسی سے بولا۔ وہ حمید کو زمین پر گرا کر دبوچ بیٹھی۔ حمید بُری طرح چیخ رہا تھا۔ ایک خوفزدہ پرندے کی طرح جسے کسی عقاب نے دبا لیا ہو۔ فریدی اسے

اٹھانے کی کوشش کرنے لگا لیکن اس نے فریدی کے ہاتھ میں کئی جگہ دانت سے کاٹ لیا۔ اپنے تیز اور نوکیلے ناخنوں سے اس کا منہ نوچ لیا۔ حمید بدستور چیخے جارہا تھا۔ پہاڑی مزدور دور کھڑے ہنس رہے تھے۔ بدقت تمام فریدی نے اس عورت کو الگ ہٹایا اور حمید اٹھ کر بھاگا اب وہ حمید کو چھوڑ کر فریدی کی طرف پلٹ پڑی تھی۔ شور سن کر دو تین جنگلی آ گئے۔ انہوں نے اس عورت کو نیزوں کی انیاں چبھا کر وہاں سے بھگا دیا۔

حمید ناک کی سیدھ میں بے تحاشہ دوڑا جارہا تھا۔ فریدی بھی اس کے پیچھے دوڑنے لگا۔ بدقت تمام وہ اسے پکڑنے میں کامیاب ہوگیا۔

''میں سمجھا...... سمجھا...... شش...... شاید...... وہ ہے۔'' حمید ہانپتا ہوا بولا۔

فریدی نے اسے زمین پر بٹھا دیا...... وہ بُری طرح ہانپ رہا تھا۔

''میں اب...... میں اب...... خودکشی کرلوں گا۔'' حمید نے فریدی کو گھورتے ہوئے کہا۔

''ناکامی کے بعد یہی ہوتا ہے۔'' فریدی ہنس کر بولا۔ ''گھبراؤ نہیں...... میں تمہیں کوئی تمہاری دوا منگوا دوں گا۔''

''دیکھیے بس...... میں کسی کا لحاظ نہیں کروں گا۔'' حمید غصے سے بولا۔ اس کی آنکھوں میں بے بسی کے آنسو چھلک آئے تھے۔ فریدی نے اسے زیادہ چھیڑنا مناسب نہ سمجھا۔ وہ اسے تسلی اور دلاسہ دیتا ہوا واپس لے آیا۔ حمید کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ کیا کرے۔ پہاڑی مزدوروں کے سامنے اس کی کافی بے عزتی ہوئی تھی۔ اب وہ اس پر ہنسا کریں گے۔ وہ ان پر کسی قسم کا اظہار بھی نہ کرسکے گا۔ کیونکہ وہ گونگا تھا۔ لیکن فریدی کو اس کی عقلمندی پر حیرت ہورہی تھی کہ اس نے بے تحاشہ چیخنے چلانے میں اپنا گونگا پن برقرار رکھا تھا۔

ناچ اور جنگ

فریدی کھانا کھا کر جارج فنلے کے خیمے کی طرف چلا گیا۔ وہاں کئی جنگلی کھڑے تھے۔ ان میں جنگلیوں کا سردار بھی تھا۔ آرتھر اور جارج فنلے اپنے اسلحے لا لا کر ان کے سامنے ڈھیر کر رہے تھے جنہیں ایک قوی ہیکل جوان اکٹھا کر رہا تھا۔ اس نے شیر کی کھال پہن رکھی تھی اور ساتھیوں میں سب سے زیادہ طاقت ور اور تندرست معلوم ہو رہا تھا۔ اس نے سردار سے کچھ کہا۔ اس کے جواب میں سردار نے سر ہلایا اور آرتھر اسے کچھ کہنے لگا۔ آرتھر نے خیمے کی طرف اشارہ کیا۔ دو تین جنگلی خیمے میں گھس گئے اور بقیہ پہاڑی مزدوروں کے سامان کی تلاشی لینے لگے۔ فریدی متحیر تھا۔ وہ جنگلیوں کی زبان قطعی نہیں سمجھ پایا تھا۔ اس نے آرتھر سے پوچھا۔

"تم بھی انہیں اپنا سامان دکھا دو۔" آرتھر نے کہا۔ "بقیہ باتیں اطمینان سے بتاؤں گا۔"

فریدی اپنی بڑی سی گٹھڑی اٹھا لایا جسے وہ راستہ بھر اپنی پیٹھ پر باندھے رہا تھا۔

اس میں کچھ پھٹے پرانے کپڑے تھے اور تمباکو کے پتوں کا ایک بڑا سا بنڈل۔ ایک چھوٹی سی چلم اور دوسری کچھ چھوٹی موٹی چیزیں تھیں۔

تلاشی ختم ہونے کے بعد جنگلیوں نے سارا اسلحہ اٹھایا اور ایک طرف چلے گئے۔ جنگلی سردار آرتھر کو کچھ سمجھا رہا تھا۔

جب وہ چلا گیا تو جولیا آرتھر پر برسنے لگی۔

"تم نے اس پر اعتبار کیوں کر لیا۔" اس نے کہا۔

"اس لئے کہ ان لوگوں سے اچھی طرح واقف ہوں۔" آرتھر نے کہا۔

"اگر عقل مندی کا یہی حال رہا تو پہنچ چکے۔" جولیا بولی۔

"بھئی تم ان معاملات کو نہیں سمجھ سکتیں۔" آرتھر نے اکتا کر کہا۔

جارج فنلے بھی اپنی بیٹی کو سمجھانے لگا۔

فریدی نے وہاں ٹھہر کر معاملے کی نوعیت سمجھنے کے بجائے یہی مناسب سمجھا کہ اسلحہ لے

جانے والوں کا پیچھا کرے۔

انہوں نے رائفلیں پستول اور کارتوس ایک جھونپڑے میں لے جا کر رکھ دیئے۔ تھوڑی دیر بعد ان میں سے ایک آدمی تھوڑا تھوڑا سامان لے کر چٹانوں کے پیچھے غائب ہونے لگا۔ فریدی چٹانوں میں چھپتا چھپاتا ان کے نزدیک پہنچ گیا۔ وہ چٹانوں کے منہ پر ایک بڑا سا پتھر رکھ کر بیٹھ گئے۔ شیر کی کھال میں ملبوس قوی ہیکل جنگلی شاید انہیں کچھ ہدایات دے رہا تھا۔ تھوڑی دیر رک کر اس نے پھر کچھ کہا اور اس کے ساتھی وحشیانہ انداز میں قہقہے لگانے لگے پھر وہ سب وہاں سے چلے گئے۔ فریدی چٹانوں کی اوٹ سے جھانک جھانک کر انہیں دیکھتا رہا جب وہ نظروں سے اوجھل ہو گئے تو فریدی اس غار کے نزدیک آیا اور پتھر ہٹا کر سارا اسلحہ ایک دوسرے غار میں منتقل کر دیا۔ یہ غار بادی النظر میں غار نہیں معلوم ہوتا تھا۔ کافی اونچی چٹانوں پر چڑھ کر دیکھنے سے تو البتہ اس کا دہانہ نظر آ سکتا تھا لیکن ایسا کوئی کرنے ہی کیوں لگا۔

آرتھر سے استفسار حال پر فریدی کو معلوم ہوا کہ سردار نے مجبوراً ان کے اسلحہ جات لے لئے تھے اور وعدہ کیا تھا کہ ان کی روانگی کے وقت انہیں واپس کر دیئے جائیں گے۔ آرتھر نے سردار کی مجبوری کی ایک لمبی چوڑی داستان سنائی۔ وہ نوجوان جو شیر کی کھال پہنے ہوئے تھا ان سب سے زیادہ طاقت ور تھا۔ وہ ہمیشہ اس تاک میں رہتا تھا کہ کسی طرح قبیلے والوں کو سردار کے خلاف اکسا کر خود سردار بن جائے چنانچہ ان لوگوں کے پہنچتے ہی اس نے قبیلے والوں میں سردار کے خلاف غلط فہمیاں پیدا کرنی شروع کر دیں۔ اس نے لوگوں سے کہا کہ سردار نے انہیں قتل کرا دینے کے لئے سفید آدمیوں کو بلایا ہے۔ جب اس کی خبر سردار کو ہوئی تو اس نے لوگوں کو سمجھانا شروع کر دیا کہ وہ لوگ یہاں مہمان کی حیثیت سے قیام کریں گے اور پھر شیر کی کھال والے نوجوان نے اسلحہ لے لینے کی تجویز پیش کی اور وعدہ کیا کہ ان کی روانگی کے وقت اسلحہ واپس کر دیا جائے گا۔ آرتھر نے بتایا کہ سردار اس نوجوان سے بہت خائف رہتا ہے۔ اس نے قبیلے کے زیادہ تر نوجوانوں کو اپنا ہم خیال بنا لیا ہے، وہ اس کی پشت پناہی میں من مانی حرکتیں کیا کرتے ہیں۔ سردار نے ان سے قسم لے لی ہے کہ وہ اسلحہ واپس کر دیں گے۔"

"مگر صاحب یہ کچھ اچھا نہیں ہوا۔" فریدی نے کہا۔ "خدا خیر کرے۔"

"فکر مت کرو سردار ہمیں دھوکا نہیں دے سکتا۔" آرتھر نے جواب دیا۔

"اگر خود ہی بے چارہ دھوکا کھا گیا ہو تو کیا ہوگا۔" فریدی نے کہا۔

"ہوگا بھئی جو کچھ دیکھا جائے گا۔" آرتھر نے اکتا کر کہا۔ اس کے انداز سے معلوم ہو رہا تھا جیسے وہ خود بھی مطمئن نہیں ہے لیکن اس کے علاوہ اب چارہ ہی کیا تھا کہ خاموشی سے بیٹھا جائے۔ خصوصاً جولیا بہت زیادہ خائف تھی اس نے بات بات پر الزامات عائد کرنے شروع کر دیئے تھے۔ آرتھر ان بوچھاڑوں سے گھبرایا ہوا تھا۔

دن گذر گیا تاریکی پھیلتے ہی فریدی ان چٹانوں کے درمیان پہنچ گیا جہاں اس نے غار میں رائفلیں اور دوسرے اسلحہ جات چھپا دیئے تھے۔ ادھر ایک بڑے میدان میں جنگلیوں کا سردار مہمانوں کی ضیافت کا انتظام کر رہا تھا۔ بڑی بڑی مشعلیں روشن تھیں جن میں ریندی کا تیل جل رہا تھا۔ جس کی سڑانڈھ فضا میں پھیلی ہوئی تھی۔ جا بجا الاؤ جل رہے تھے جن پر مسلم ہرن بھونے جا رہے تھے۔ تھوڑی دیر بعد آرتھر جولیا اور جارج فنلے بھی اپنے مزدوروں سمیت وہاں پہنچ گئے۔ جولیا خوفزدہ نظر آ رہی تھی۔ اگر آرتھر ضد نہ کرتا تو شاید وہ کبھی اس جگہ نہ جاتی۔

سب وہاں پہنچ گئے تھے لیکن فریدی لاپتہ تھا۔

شام کے کھانے سے فارغ ہو کر ڈھول پیٹے جانے لگے اور پھر قبیلے کی جوان لڑکیاں دائرہ بنا کر ڈھول کی آواز پر ناچنے لگیں۔ جنگلی چیخ چیخ کر گا رہے تھے۔ سردار کے قریب ہی شیر کی کھال والا جوان بیٹھا اپنے بازوؤں کی مچھلیاں اکڑا اکڑا کر دیکھ رہا تھا۔ اکثر وہ جولیا کی طرف للچائی ہوئی نظروں سے دیکھ لیتا تھا۔ جولیا بُری طرح لرز رہی تھی۔ دفعتاً وہ جانے کے لئے اٹھی۔ شیر کی کھال والے نے چیخ کر کچھ کہا۔ اس کی آواز سنتے ہی کئی نوجوان ناچتی ہوئی لڑکیوں پر ٹوٹ پڑے اور انہوں نے ان کو پکڑ کر اچھالنا شروع کر دیا۔ جولیا جانے کے لئے مڑی ہی تھی کہ شیر کی کھال والے نے اسے پکڑ لیا اور کھینچ کر ناچنے والوں کی بھیڑ میں لے آیا۔ جولیا کی چیخیں نکل گئیں۔ آرتھر اور جارج فنلے اسے چھڑانے کے لئے آگے بڑھے لیکن ان کے سینوں کے سامنے کئی جنگلی نیزے لے کر آ گئے۔

سردار چیخنے لگا۔ شاید وہ اس حرکت پر اپنی ناراضگی کا اظہار کر رہا تھا۔ شیر کی کھال والے

سردار پر اپنا نیزہ تان لیا...... دونوں میں بہت ہی تیز قسم کی گفتگو ہو رہی تھی۔ ادھر جارج فنلے
ر کو بُرا بھلا کہہ رہا تھا۔

دفعتاً فریدی بھیڑ کو چیرتا ہوا آرتھر کے قریب پہنچا۔ آرتھر بُری طرح گھبرایا ہوا تھا۔

"کیوں صاحب کیا معاملہ ہے۔" فریدی نے پوچھا۔

"تم ٹھیک کہتے تھے، ہمیں دھوکا دیا گیا۔ اس شیطان نے اسی لئے ہمارا اسلحہ لے لینے کی
ے شروع کی تھی۔"

"اور سردار کیا کہتا ہے۔" فریدی نے پوچھا۔

"وہ بیچارہ بے قصور ہے۔ اس وقت پورا قبیلہ اس شیطان کا طرف دار ہو گیا ہے۔"

"سردار انتہائی کوشش کر رہا ہے کہ وہ جولیا کو چھوڑ دے لیکن وہ لڑنے مرنے پر آمادہ ہے۔"

"وہ آخر کہتا کیا ہے۔" فریدی نے پوچھا۔

"ہماری کمزوری سے فائدہ اٹھا رہا ہے۔ وہ اچھی طرح جانتا ہے کہ ہم لوگ نیزوں اور
روں سے نہیں لڑ سکتے اس لئے وہ کہتا ہے کہ جولیا اسی وقت واپس ہو سکتی ہے جب وہ مار ڈالا
ے۔ کاش ہمارے پاس رائفلیں ہوتیں۔"

"تو کیا وہ ہم میں سے ایک سے لڑنا چاہتا ہے۔ یا سب کو للکار رہا ہے۔" فریدی نے پوچھا۔

"یہ مجھے معلوم نہیں۔"

"سردار سے پوچھئے۔" فریدی نے کہا۔ "اگر وہ تنہا لڑ کر اس کا فیصلہ کرنا چاہتا ہو تو میں
ہوں۔"

آرتھر سردار سے گفتگو کرنے لگا۔ تھوڑی دیر بعد فریدی کی طرف مڑ کر بولا۔

"وہ کہتا ہے کہ اس کی زندگی میں جولیا نہیں واپس ہو سکتی چاہے کوئی اس سے تنہا جنگ
ے چاہے مجموعی حیثیت سے۔"

"اچھا اس سے کہہ دیجئے کہ ہمارا ایک آدمی اس سے لڑے گا اور ہاں آپ اپنے خیمے میں
یئے۔ آپ کا سارا اسلحہ وہاں موجود ہے اگر ہماری لڑائی کے دوران میں کوئی دوسرا دخل دے تو
بے دریغ فائر کرنا شروع کر دیجئے گا۔"

"ہمارا اسلحہ خیمے میں کیسے پہنچا؟" آرتھر حیرت سے فریدی کی طرف دیکھنے لگا۔

"میں ابھی کچھ نہیں بتا سکتا۔" فریدی نے کہا۔ "جلدی کیجئے...... میں اس سے نپٹتا ہوں۔"

آرتھر نے جلدی سے جارج فنلے کو سب کچھ بتا دیا اور پھر سردار کی طرف مخاطب ہوا۔ جولیا اس دوران میں بے ہوش ہوگئی تھی۔ جسے شیر کی کھال والے نے اپنے کاندھے پر ڈال لیا تھا۔ آرتھر سردار سے گفتگو کرنے کے بعد خیمے کی طرف چلا گیا۔ سردار نے ایک نیزہ اور ڈھال فریدی کے سامنے ڈال دی۔

شیر کی کھال والے نے جولیا کو کاندھے سے اتار کر اپنے ساتھیوں کے حوالے کر دیا۔

چند لمحوں کے بعد فریدی اور وہ ایک دوسرے کے سامنے نیزہ تانے کھڑے تھے اور ج بُری طرح کانپ رہا تھا۔ فریدی بھوکے شیر کی طرح اپنے مقابل کو گھور رہا تھا۔ دفعتاً جنگلی نیزہ مارا، فریدی نے ڈھال سامنے کر دی اور پینترہ بدل کر جنگلی پر حملہ آور ہوا لیکن اس نے بڑی پھرتی سے وار خالی کر دیا۔ نیزوں کی انیاں ڈھالوں سے ٹکرا ٹکرا کر چھناکے پیدا کر رہی تھیں۔ پندرہ بیس منٹ گزر گئے، لیکن کوئی فیصلہ نہ ہوا۔ آرتھر واپس آ گیا۔ جولیا بھی ہوش میں آ گئی تھی۔ جنگلی کے حملوں کی رفتار سست ہوتی جا رہی تھی۔ اس کے نوجوان ساتھی چیخ چیخ کر شاید اسے ہمت دلا رہے تھے۔ جنگلیوں کا سردار بڑی توجہ اور دلچسپی سے اس جنگ کو دیکھ رہا تھا۔ جیسے جیسے شیر کی کھال والے کی سستی بڑھتی جا رہی تھی سردار کے چہرے پر تازگی کے آثار گہرے ہوتے جا رہے تھے ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے وہ فریدی کی کامیابی کا متمنی ہو۔ دفعتاً شیر کی کھال والے نے جھلا کر نیزہ فریدی کو دے مارا۔ فریدی پھرتی سے بیٹھ گیا اور نیزہ سنسناتا ہوا اس پر سے نکل گیا۔ اچانک ایک چیخ سنائی دی نیزہ دوسری طرف کھڑے ہوئے ایک جنگلی کے سینے میں پیوست ہو گیا تھا فریدی ابھی سنبھلنے بھی نہ پایا تھا کہ شیر کی کھال والا اچھل کر اس پر آ رہا لیکن دوسرے ہی لمحے اس کے منہ سے بھی ایک چیخ نکلی اور وہ وہیں پر ڈھیر ہو گیا۔ فریدی نے اپنا نیزہ اٹھا لیا تھا۔ جنگلی اپنے ہی زور ہی میں اٹھے ہوئے نیزے کا شکار ہو گیا۔ جنگلی جوان کے ساتھیوں نے آگے بڑھنا چاہا لیکن اس پر سردار خود نیزہ لے کر میدان میں کود پڑا۔ جنگلی سہم کر پیچھے ہٹ گئے کیونکہ ان کا ساتھی مارا جا چکا تھا۔ جارج فنلے کے مزدوروں نے گلا پھاڑ پھاڑ کر چیخنا شروع کر دیا۔ وہ سب

فریدی کو گود میں اٹھائے سارے میدان میں دوڑتے پھر رہے تھے۔

اسی رات کو جولیا، آرتھر، جارج اور فریدی خیمے میں بیٹھے ہوئے آج کے واقعات پر تبصرہ کر رہے تھے۔

"واقعی تم بہت کام کے آدمی نکلے۔" آرتھر نے فریدی سے کہا۔ "صاحب اور میم صاحب دونوں تم سے بہت خوش ہیں۔ بولو کیا انعام چاہتے ہو؟"

"گرما گرم چائے کا صرف ایک کپ کیونکہ میں سر شام سے محنت کر رہا ہوں۔" فریدی نے کہا۔

"بس ایک کپ چائے۔" آرتھر نے حیرت سے پوچھا۔

"بس اور مجھے کچھ نہیں چاہئے۔ ہاں ویسے آپ کا جی چاہے تو دو ایک سگار بھی دے دیجئے گا۔"

آرتھر نے جارج فنلے کو اپنی اور فریدی کی گفتگو کا ماحصل بتایا۔ جولیا اٹھ کر اسٹوو گرم کرنے لگی۔

"صاحب کہہ رہے ہیں کہ انہوں نے تم جیسا بہادر اور شیر چشم آدمی آج تک نہیں دیکھا۔" آرتھر نے فریدی سے کہا۔

"صاحب کی مہربانی ہے۔" فریدی مسکرا کر بولا۔ "میں نکولس صاحب جیسے انگریزوں کے ساتھ رہ چکا ہوں۔"

"آج ہمیں اس کا یقین ہو گیا ہے۔" آرتھر ہنس کر بولا۔

"اس جنگلی کی موت کا قبیلے پر کیسا اثر پڑا ہے۔" فریدی نے پوچھا۔

"اس کے ساتھی بُری طرح خوفزدہ ہیں، وہ سمجھتے ہیں کہ اب سردار انہیں زندہ نہ چھوڑے گا۔ سردار اس کی موت پر بہت زیادہ خوشی کا اظہار کر رہا ہے۔ اس نے بھی تمہارے پھرتیلے پن کی کافی تعریف کی ہے۔"

"میرے خیال سے تو اب ہمیں کوچ کر دینا چاہئے۔" فریدی نے کہا۔ "ہمارے ساتھ کے پہاڑی اس سفر سے کچھ بیزار سے نظر آ رہے ہیں۔"

"مجھے بھی ڈر ہے کہ کہیں وہ واپس نہ ہو جائیں۔" آرتھر نے کہا۔

"دیکھئے کیا ہوتا ہے۔" فریدی نے کہا۔ "رام گڑھ کے پہاڑوں کے متعلق ایک کہاوت مشہور ہے کہ وہ ناک کی سیدھ میں دوڑنے والے جنگلی سؤر ہیں۔ معلوم نہیں کتنی دور تک دوڑنے

کے بعد پلٹ پڑیں۔"

"تو کیا ان کے واپس لوٹ جانے کے امکانات ہیں۔" آرتھر نے پوچھا۔

"میں نے کہا نا کہ ان کے متعلق کچھ وثوق سے نہیں کہا جاسکتا۔"

"خیر دیکھا جائے گا۔" آرتھر کچھ سوچنے لگا۔ ابھی یہ گفتگو ہو رہی تھی کہ جولیا چائے لے آئی۔ آج وہ اس گندے پہاڑی کے لئے اپنے ہی برتن میں چائے لائی تھی۔

فریدی چائے پینے لگا۔

رات بھر جاگتا رہا کیونکہ وہ جنگلیوں کی طرف سے مطمئن نہیں تھا، اس نے پہاڑیوں میں پستول اور رائفلیں تقسیم کردی تھیں وہ سب رات بھر باری باری سے پہرہ دیتے رہے۔

آپس میں جھگڑا

دوسرے دن صبح خیمے اکھاڑ دیئے گئے۔ اس وقت کارواں جنگلیوں کی دو رویہ قطاروں کے درمیان سے گزر رہا تھا۔ ان کی آنکھوں میں نفرت تھی، غصہ تھا، حقارت تھی، اگر ان کا بس چلتا تو وہ اس قافلے کے ایک خچر تک کو زندہ نہ چھوڑتے، جنگلیوں کا سردار قافلے کے آگے چل رہا تھا۔ وہ اور اس کے کچھ ساتھی قافلے کو اگلی چڑھائی تک چھوڑ کر واپس چلے گئے۔

سرسبز وادی سورج کی سنہری کرنوں میں نہا کر نکھر آئی تھی۔ ہری بھری گھاس سے ایک عجیب قسم کی دلآویز خوشبو اٹھ رہی تھی۔ خچروں کی گردنوں میں بندھی ہوئی گھنٹیاں فضا میں گونج رہی تھیں۔ قافلہ میدان سے گزر کر پہاڑیوں پر چڑھ رہا تھا۔ ان پہاڑیوں سے جنگلوں کے کچھ کچھ آثار شروع ہوگئے تھے۔

تازہ دم پہاڑی مزدوروں نے ایک گیت شروع کردیا۔ ان کی تیز آواز چٹانوں سے ٹکرا کر

ایک عجیب طرح کی گونج پیدا کررہی تھیں۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے ذہن کی لامحدود وسعتوں میں چند رنگین یادیں رینگ رہی ہوں۔

حمید کی نگاہیں جولیا کے چہرے پر جمی ہوئی تھیں جواب ایک خوفزدہ ہرنی کی طرح کبھی کبھی پلٹ کر پیچھے دیکھنے لگتی تھی۔ حمید کے ذہن میں فریدی جاگ اٹھا وہ سوچنے لگا کہ کاش فریدی نے اپنا یہ کارنامہ اپنی صحیح شکل وصورت میں انجام دیا ہوتا۔

فریدی کا خچر سب سے پیچھے تھا۔ حسب دستور وہ اس وقت بھی اپنے خچر کی باگ تھامے موٹا سا ڈنڈا ٹیکتا ہوا پیدل چل رہا تھا۔ اس کی گٹھڑی اس کی پیٹھ پر بندھی ہوئی تھی۔

حمید نے دفعتاً اپنے خچر کی رفتار میں کمی کردی۔ آہستہ آہستہ وہ فریدی کے برابر آگیا۔

"آپ دنیا میں کچھ نہیں کرسکتے۔" حمید نے کہا۔

"میں نے کبھی اس کا دعویٰ نہیں کیا۔" فریدی مسکرا کر بولا۔

"نہیں......واقعی آپ......!"

"بالکل احمق ہیں۔" فریدی نے جملہ پورا کردیا۔

"بھلا بتایئے آپ کے رات والے کارنامے سے آپ کو کیا فائدہ پہنچا۔" حمید نے کہا۔

"اچھا حمید صاحب آپ یہی فرما دیجئے کہ میرے کس کارنامے سے مجھے فائدہ پہنچا ہے۔" فریدی نے ہنس کر کہا۔

"کسی سے نہیں۔"

"تو پھر تم نے خصوصیت سے رات والے کارنامے کا حوالہ کیوں دیا۔"

"اونہہ مجھے کہنا کچھ تھا اور کہہ کچھ گیا۔" حمید نے کہا۔

"تو فرمایئے نا......!"

"مطلب یہ کہ اگر آپ نے اصلی صورت میں کارنامہ سرانجام دیا ہوتا تو۔"

"تو کیا ہوتا۔"

"مطلب یہ کہ......!"

"کہو کہو......رک کیوں گئے۔" فریدی نے کہا۔

"بات یہ ہے کہ جولیا......!" حمید جملہ پورا نہ کرسکا۔

"اوہ سمجھا......!" فریدی ہنس کر بولا۔ "جولیا مجھ پر عاشق ہوجاتی اور میں اٹھارویں صدی کے کسی ناول کے ہیرو کی طرح ایک باراور اپنی جان پر کھیل جانے کی کوشش کرتا۔ بہرحال لیکن تمہیں اس سے کیا فائدہ ہوتا۔"

"فائدہ......ارے میں دیکھ کر خوش ہوتا۔" حمید چہک کر بولا۔

"ضرور......لیکن کل تم نے مجھے خوش ہونے کا موقعہ کیوں نہ دیا تھا۔" فریدی نے طنزیہ انداز میں کہا۔

"جی......میں آپ کا مطلب نہیں سمجھا۔"

"آخر تم بھاگے کیوں تھے؟" فریدی نے پوچھا۔

"اورنہیں تو کیا جان دیتا۔" حمید جل کر بولا۔

"تم نے اس کا دل توڑ دیا۔" فریدی سنجیدگی سے بولا۔

"میں دراصل آپ کے لئے میدان خالی چھوڑ دینا چاہتا تھا۔" حمید نے ہنس کر کہا۔ "آپ کی اور اس کی جوڑی مناسب رہتی۔ ذرا اپنی شکل ملاحظہ فرمائیے، اور ہاں یہ آپ کی رال ٹپکنی کیوں بند ہوگئی۔"

"آرتھر نے چھالوں میں دوا لگادی ہے۔" فریدی نے ہنس کر جواب دیا۔

"آخر آپ نے اتنا گندا بھیس بدلنے میں کیا اچھائی دیکھی تھی۔"

"کچھ نہیں......محض تفریحاً......کیا اس سلسلے میں یہ تجربہ کم قیمتی ہے کہ لوگ مجھ سے متنفر ہونے کے باوجود بھی میری قدر کرسکتے ہیں۔" فریدی ہنس کر بولا۔

"بس انہی تجربات میں آپ اپنی زندگی کا بہترین حصہ گزار دیجئے گا۔ میں کہتا ہوں آپ کی اس افتادگیٔ طبع کی کوئی انتہا بھی ہے۔"

"اس کی انتہا اس وقت ہوگی جب میرے اعضاء پر بڑھاپے کا حملہ ہوگا اور اسی وقت اس کے فوائد بھی معلوم ہوں گے۔ میں اپنی بقیہ زندگی......!"

"خیر چھوڑیئے۔ ہٹائیے......اگر بات زیادہ بڑھی تو ابھی آپ فلسفہ بولنے لگیں گے"

حمید نے منہ بنا کر کہا۔ "یہ بتائیے کہ اس مورتی کے بارے میں کیا رہا۔"

"ابھی تک کوئی خاص بات معلوم نہیں ہوئی......یوں تو میرا ابھی خیال ہے کہ یہ لوگ کسی خزانے کے چکر میں ہیں۔ آرتھر اور جارج کبھی کبھی اس کا تذکرہ کرتے ہیں۔ جارج کے پاس کوئی نقشہ بھی ہے جو غالباً کچنار کے جنگل تک پہنچنے کے راستوں سے متعلق ہے۔"

"آخر ہمیں ابھی کتنا اور چلنا ہے۔" حمید نے پوچھا۔

"ابھی تو آدھا راستہ ہی طے ہوا ہے۔" فریدی نے کہا۔ "دریائے نامتی پار کرنے کے بعد ہم کچنار کے جنگلوں میں داخل ہوں گے۔"

"تو دریائے نامتی......!" حمید نے کہا اور پھر رک کر کچھ سوچتا ہوا بولا۔

"میں ابھی ندی کو دریائے نامتی سمجھا تھا۔"

"ارے وہ تو کوئی گم نام سی پہاڑی ندی ہے۔" فریدی نے کہا۔

"دیکھئے ابھی اور کتنی ٹھوکریں کھانی پڑتی ہیں۔" حمید نے کہا۔ "اور کتنے جنگلیوں آدم خوروں سے شرف ملاقات حاصل ہوتا ہے۔"

"بس تو اب یہ دعا مانگو کہ کسی جنگلی عورت سے تمہاری ملاقات نہ ہو۔ ورنہ تمہاری مردانگی اور عشق بازی دھری رہ جائے گی۔" فریدی نے ہنس کر کہا۔

"نہیں دیکھئے مذاق نہیں......میں اس سفر سے تنگ آ گیا ہوں۔"

"تو واپس چلے جاؤ......!" فریدی نے لاپروائی سے کہا۔ "تم اس لڑکی جولیا سے بھی گئے گزرے ہو۔"

"آپ بھی لڑکیوں کی بات لے بیٹھے۔" حمید نے کہا۔ "ارے وہ جنگلی اسے پکڑ ہی لے جاتا تو کون سی مصیبت آجاتی۔ شادی کرتا اور گھر میں ڈال لیتا۔ بھلا میں کس مصرف کا ہوں۔"

فریدی ہنس کر بولا۔ "کیوں اپنا دل چھوٹا کرتے ہو۔ تمہارا مصرف تو کوئی مجھ سے پوچھے۔"

"جی ہاں......جہاں چاہا اٹھا کر پھینک دیا۔ حمید تو اُلو کا پٹھا ہے۔"

"خیر یہ تمہاری لیاقت ہے کہ اپنے منہ میاں اُلو بن رہے ہو۔" فریدی نے سنجیدگی سے کہا۔

حمید خاموش ہوگیا۔ فریدی نے سر اٹھا کر سامنے دیکھا۔ کارواں دور نکل گیا تھا، پہاڑی

مزدور شاید گاتے گاتے تھک گئے تھے، فریدی تیزی سے قدم اٹھانے لگا۔

''آخر آپ پیدل کیوں چل رہے ہیں۔'' حمید نے پوچھا۔

''بارہ بجے کے بعد میں خچر پر بیٹھوں گا۔'' فریدی نے کہا۔

''کیوں......؟''

''اس لئے کہ سب لوگ اس وقت خچروں پر بیٹھے بیٹھے اکتا جائیں گے اور انہیں بھی اترنا پڑے گا لیکن پھر ان سے پیدل بھی نہ چلا جائے گا۔ میں دن کے بہترین حصے میں پیدل چل کر اپنی تھکن کا بوجھ خچر پر ڈال دوں گا اور پھر جب شام کو اتروں گا تو بالکل تازہ دم ہوں گا۔''

حمید نے اپنے خچر کو تھپکی رسید کی اور قافلے میں جانے کی کوشش کرنے لگا۔ فریدی بدستور پیدل چل رہا تھا۔

آفتاب آہستہ آہستہ بلند ہوتا جا رہا تھا۔ دھوپ میں کافی حرارت پیدا ہو گئی تھی۔ آرتھر اور جارج وغیرہ نے اپنے کوٹ اتار دیئے تھے۔ وہ سب پسینے میں تر تھے، جولیا کے شفاف چہرے پر پسینے کی بوندیں ایسی معلوم ہو رہی تھیں جیسے کسی تالاب میں کھلے ہوئے کنول کی پنکھڑیوں پر شبنم کے قطرے بکھر گئے ہوں۔ دو ایک ہلکی ہلکی لٹیں بھیگ کر ماتھے پر چپک گئی تھیں۔ تھکاوٹ نے اس کی آنکھوں میں ایک عجیب طرح کی رعنائی پیدا کر دی تھی۔ حمید اس کے قریب پہنچ کر جمالیاتی حس کی تسکین کرنے لگا۔ وہ دراصل اسی کے سہارے سفر کی تکالیف کو بھلا دینا چاہتا تھا۔

قافلہ دن بھر چلتا رہا۔ اس دوران میں فریدی نے ایک بار بھی قافلے سے ملنے کی کوشش نہ کی۔ وہ بدستور پیچھے چلتا رہا۔ کئی بار آرتھر نے ٹوکا بھی لیکن اس نے اس کی پرواہ نہ کی۔ دراصل وہ ان جنگلیوں کی طرف سے مطمئن نہ تھا جن کی آنکھوں میں اس نے نفرت اور انتقام کی چنگاریاں دیکھی تھیں۔

شام ہوتے ہی پھر ایک مناسب جگہ پر خیمے نصب کر دیئے گئے۔ جا بجا آگ روشن ہو گئی۔ فریدی اپنا برتن لے کر چائے لینے کے لئے آرتھر وغیرہ کے خیمے کی طرف چل پڑا۔ خیمے کی پشت پر پہنچ کر وہ ٹھٹک گیا۔ اندر جارج اور آرتھر میں بہت تیز قسم کی گفتگو ہو رہی تھی۔

''آخر تم مجھے مورتی کا راز کیوں نہیں بتاتے۔'' آرتھر بولا۔

''میں تمہاری بے صبری کی وجہ جاننا چاہتا ہوں۔'' جارج فنلے نے کہا۔

''عجیب بات ہے تو پھر تم نے مجھے راز دار بنایا ہی کیوں تھا کیا تمہیں مجھ پر اعتبار نہیں۔''

''اعتبار نہ ہوتا تو تمہیں اپنے ساتھ لاتا ہی کیوں۔'' جارج فنلے نے کہا۔ ''میں تم سے وعدہ کر چکا ہوں کہ تم آدھے کے حق دار ہو گے۔ پھر اس پریشانی اور بے صبری کی وجہ۔''

''مجھے تمہاری نیت پر شک ہے۔'' آرتھر بولا۔

''تمہیں ایسا نہ کہنا چاہئے۔'' جولیا بولی۔

''یہ کاروباری معاملہ ہے، میں اس میں کسی قسم کے تکلف یا اخلاق کی ضرورت نہیں محسوس کرتا۔''

''تم آخر کیا چاہتے ہو۔'' جارج گرم ہو کر بولا۔

''مورتی کا مکمل راز......!''

''ناممکن ہے...... میں ابھی نہیں بتا سکتا۔'' جارج بولا۔

''آخر کیوں......؟''

''میری مرضی......!''

''تو اس کا مطلب ہے کہ میں یہیں سے واپس ہو جاؤں۔'' آرتھر نے کہا۔

''تمہاری مرضی۔''

''لیکن اس کا نتیجہ اچھا نہ ہوگا۔'' آرتھر نے کہا۔

''پاپا...... آپ آخر بتا کیوں نہیں دیتے...... یہاں بیچ راستے میں جھگڑا کرنے سے کیا فائدہ۔'' جولیا بولی۔

''تم ان باتوں کو نہیں سمجھ سکتیں۔'' جارج نے تیز لہجے میں کہا۔ جولیا خاموش ہو گئی۔

''خیر دیکھا جائے گا......!'' آرتھر نے اٹھتے ہوئے کہا۔

''تو کیا تم واقعی واپس چلے جاؤ گے۔'' جولیا نے خوف زدہ لہجہ میں کہا۔

''ہاں......!''

''تب تو ہمیں بھی لوٹ جانا پڑے گا۔'' جولیا مایوسانہ انداز میں بولی۔

''نہیں ہم اپنا سفر جاری رکھیں گے۔'' جارج کڑے لہجہ میں بولا۔ ''نقشہ میں اچھی طرح

سمجھ چکا ہوں......اب مجھے راستہ پانے میں کوئی دشواری نہ ہوگی۔"

اس پر آرتھر طنزیہ انداز میں ہنس پڑا۔

"نقشے پر بھروسہ مت کرو جارج......!" آرتھر اپنے مخصوص طنزیہ لہجے میں بولا۔ "ان راہوں میں اچھے اچھے بھٹک جاتے ہیں۔"

"پرواہ مت کرو......!" جارج لاپرواہی سے بولا۔

"میں کہتی ہوں، آخر جھگڑے سے کیا فائدہ۔" جولیا گھبرائے ہوئے لہجہ میں بولی۔

"یہ اپنے باپ ہی سے پوچھو۔" آرتھر نے شانے ہلا کر کہا۔

"پاپا......!" جولیا بولی۔

"تم آخر پریشان کیوں ہوتی ہو۔" جارج بولا۔ "آرتھر کو شاید یہ غلط فہمی ہوئی ہے کہ میں اس کے بغیر آگے نہ بڑھ سکوں گا۔"

"آگے کیا تم آگے سے بھی بڑھ سکو گے......مگر......؟"

"مجھے جو کچھ کہنا تھا کہہ چکا۔" جارج آرتھر کی بات کاٹ کر بولا۔ "اگر مجھ پر اعتماد کر سکتے ہو تو کرو، ورنہ میں تمہاری واپسی کا انتظام کر سکتا ہوں۔"

"جی شکریہ...... مجھے کسی انتظام کی ضرورت نہیں۔ میں واپس چلا جاؤں گا۔" آرتھر نے کہا اور خیمے سے نکل گیا۔ فریدی آگے بڑھ گیا۔

"چائے......؟" آرتھر نے سوالیہ انداز میں پوچھا۔ "تمہیں اب یہاں سے چائے نہیں ملے گی۔"

"کیوں صاحب۔"

"یہ دونوں بہت بد دماغ ہیں، انہوں نے کہہ دیا ہے کہ کوئی گندا پہاڑی ان کے خیمے کے قریب نہ آنے پائے۔" آرتھر نے کہا۔

فریدی اس کی چال بازی پر دل ہی دل میں ہنس پڑا۔

"اچھا صاحب......!" اس نے مردہ آواز میں کہا۔

"لیکن میں تمہیں چائے کا سامان دوں گا۔" آرتھر نے کہا۔ "چلو میرے خیمے میں، میں

پہاڑوں کا قدرداں ہوں۔"

آرتھر اپنے خیمے میں داخل ہوتے ہوئے فریدی کی طرف مڑا۔

"کیا تم جانتے ہو کہ تم لوگ کہاں جا رہے ہو۔" اس نے فریدی سے پوچھا۔

"نہیں صاحب۔"

"پھر تم کیوں چل پڑے تھے۔" آرتھر نے پوچھا۔ "اگر ہم تمہیں کسی مصیبت میں پھنسا دیں تو۔"

"مصیبت۔ کر تو ہم کیڑے ہیں صاحب۔" فریدی ہنس کر بولا۔ "ہمیں معقول اجرت ملنی چاہئے۔ پھر ہمیں آپ جہنم ہی میں کیوں نہ جھونک دیں۔"

"کبھی کچنار کے جنگلوں کا نام سنا ہے۔" آرتھر نے پوچھا۔

"ہاں صاحب......!"

"ہم لوگ وہیں جا رہے ہیں۔"

"ارے......!" فریدی اچھل پڑا۔ پھر وہ حیرت آمیز نظروں سے آرتھر کو گھورنے لگا۔

"شاید آپ اس علاقہ کے حالات سے واقف نہیں۔" فریدی پھر بولا۔

"ہم سب کچھ اچھی طرح جانتے ہیں۔" آرتھر نے کہا۔

"پھر مجھے کہنا پڑے گا کہ آپ جان بوجھ کر موت کے منہ میں جا رہے ہیں۔" فریدی نے کہا۔

آرتھر ہنسنے لگا۔

"آپ شاید مذاق سمجھ رہے ہیں۔"

"نہیں میں سب کچھ جانتا ہوں۔" آرتھر بولا۔

"پھر......؟" فریدی نے استفہامیہ انداز میں کہا۔

"تم خود سوچو۔" آرتھر نے ہنس کر کہا۔ "وہ کون سی ایسی چیز ہو سکتی ہے جس کے لئے آدمی اپنی جان کی بازی لگا سکتا ہے۔"

"بھلا میں کیا جانوں۔" فریدی نے کہا۔ "آپ کی قوم کے لوگ تو محض نام کی خاطر برفیلی چوٹیوں پر جان دے دیتے ہیں۔"

آرتھر ہنسنے لگا۔

"یہاں یہ بات نہیں۔" آرتھر نے سنجیدگی سے کہا۔ "ہم لوگ ایک خزانہ کی تلاش میں نکلے ہیں۔"

"اوہ......!" فریدی نے اس طرح کہا جیسے اس کی نظروں میں اس کی کوئی وقعت ہی نہ ہو۔ "ہاں افریقہ میں بھی میں نے کئی انگریزوں کو دیکھا ہے، جو فرضی خزانوں کے چکر میں خاک چھانا کرتے تھے۔"

"لیکن کپچار کے جنگلوں میں حقیقتاً ایک بڑا خزانہ ہے۔" آرتھر بولا۔

"ہوگا صاحب...... ہمیں اس سے کیا، ہمیں تو اپنی اجرت سے کام ہے۔ مگر معاملہ ہے خطرناک، اگر مزدوروں کو معلوم ہوگیا تو وہ یہیں سے لوٹ جائیں گے۔ وہ لوگ تو یہی سمجھے بیٹھے ہیں کہ آپ ادھر محض سیر و شکار کے لئے آئے ہیں۔"

"لیکن میں انہیں دھوکے میں نہیں رکھنا چاہتا۔" آرتھر نے کہا۔ "ایسا کرنا انسانیت کا خون کرنا ہوگا۔"

"آپ جانئے، جو بات تھی میں نے بتا دی۔"

"میرے ساتھی کی نیت خراب ہوگئی ہے۔" آرتھر کچھ سوچتا ہوا بولا۔ "شاید وہ تمہیں تمہاری پوری اجرت بھی نہ دے۔"

"میں آپ کا مطلب نہیں سمجھا۔" فریدی نے کہا۔

"اس کا ارادہ ہے کہ وہ تمہیں دریائے نامتی کے اسی پار چھوڑ دے، کھانے کا سامان کم ہوتا جا رہا ہے۔ فرض کرو اگر اس نے تمہیں معقول اجرت دے بھی دی تو کیا تم ان پہاڑیوں میں روپیہ چباؤ گے، وہ تمہیں اناج کا ایک دانہ بھی نہ دے گا۔"

"یہ تو بہت بُری بات ہے صاحب۔" فریدی نے کہا۔

"میں بھی اس کی اس کمینی حرکت سے خوش نہیں ہوں۔" آرتھر نے کہا۔ "خیر میں اسے ایسی سزا دوں گا کہ وہ عمر بھر یاد رکھے گا۔"

فریدی نے کوئی جواب نہ دیا۔ وہ آرتھر کی چالوں پر غور کر رہا تھا۔

"دریائے نامتی پار کرتے ہی وہ مجھے قتل کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔" آرتھر بولا۔

"کیوں......!" فریدی نے چونک کر پوچھا۔

"تاکہ پورا خزانہ ہضم کر سکے۔"

"لیکن یہ آپ کو معلوم کیسے ہوا......؟"

"باپ بیٹی میں اس کے متعلق مشورہ ہو رہا تھا۔" آرتھر نے جواب دیا۔

"تب تو واقعی آپ کو ہوشیار رہنا چاہئے۔" فریدی بولا۔

"سنو میں نے ایک تدبیر سوچی ہے۔" آرتھر نے کہا۔

"کیا......!"

"ہم لوگ کھانے پینے کا ضروری سامان لے کر رات ہی کو یہاں سے چل دیں۔"

"ان دونوں کو یہاں تنہا چھوڑ دیا جائے۔" فریدی نے پوچھا۔

"ہاں......!"

"اور مزدور......؟"

"انہیں میں ٹھیک کر لوں گا۔" آرتھر نے کہا۔

"مگر صاحب۔"

"کچھ نہیں...... میں یہ طے کر چکا ہوں۔" آرتھر بولا۔ "بے ایمانوں کو بے ایمانی سے پہلے ہی چکھا دینا زیادہ اچھا ہے...... اگر تم میرے ساتھ چلو گے تو مالا مال کر دوں گا۔"

فریدی کچھ دیر تک چپ رہا۔

"یہ تو آپ نے دیکھ لیا کہ میں اپنے سر دھڑ کی بازی لگا دیتا ہوں۔" فریدی نے کہا۔ "اب آئیے معاملہ کی بات کی طرف...... مجھے آپ کیا دیں گے۔"

"جو تم مانگو......!" آرتھر بولا۔

"خزانے کا چوتھائی......!" فریدی نے کہا۔

"منظور۔"

"بہت اچھا اور اگر آپ نے دھوکا دیا تو نتیجے کے آپ خود ذمہ دار ہوں گے۔"

"تم مطمئن رہو...... میں ایماندار آدمی ہوں۔" آرتھر نے کہا۔ "اچھا اب میں جا کر

مزدوروں سے معاملہ طے کرتا ہوں۔"

آرتھر چلا گیا اور فریدی چائے کا سامان لے کر حمید کے پاس آیا۔ اس نے سارا واقعہ حمید سے بتا دیا۔

"تو پھر اب آپ کا کیا ارادہ ہے۔"

"مجھے بوڑھے جارج سے ہمدردی ہے۔"

"اور اس کی لڑکی سے؟" حمید نے سوالیہ انداز میں کہا۔

"بکومت...... بہت جلد ہمیں کچھ کرنا ہے۔" فریدی نے بے تابانہ انداز میں کہا۔

"تو بتائیے نا کرنا کیا ہے؟"

"جیسے ہی تم یہ سمجھو کہ سب سو گئے ہیں اپنا ضروری سامان لے کر یہاں سے چل دینا، ابھی میں تمہیں وہ جگہ بتا دوں گا جہاں تمہیں چھپنا ہے۔"

"اور آپ......!"

"میں مناسب وقت پر تمہارے پاس پہنچ جاؤں گا۔"

وقت گذرتا گیا۔ آہستہ آہستہ چاروں طرف خاموشی چھا گئی۔ حمید اپنا اور فریدی کا سامان لے کر بتائے ہوئے ٹھکانے پر پہنچ گیا۔ یہ ایک غار تھا جس پر کئی چٹانیں سایہ کئے ہوئے تھیں۔ حمید سمٹا سمٹایا بیٹھا رہا۔ تقریباً دو تین گھنٹے کے بعد اسے آہٹ سنائی دی۔ اس نے جھانک کر دیکھا۔ قریب ہی سے قافلہ گزر رہا تھا۔ یہ سب بہت احتیاط سے جا رہے تھے۔ شاید انہوں نے اپنے جوتے اتار دیئے تھے اور خچروں کے سموں پر کپڑے لپیٹ دیئے تھے تا کہ آواز نہ پیدا ہو سکے۔ تھوڑی دیر کے بعد سناٹا چھا گیا۔ حمید کی پلکیں بوجھل ہوتی جا رہی تھیں۔ جلد ہی اس پر نیند نے غلبہ پالیا۔

اس کی آنکھ اس وقت کھلی جب فریدی نے اسے جھنجھوڑ کر جگایا۔ سورج نکل آیا تھا، بھیگی بھیگی سی سرخ شعاعیں چٹانوں پر پھیلی ہوئی تھیں۔

"آرتھر سب مزدوروں کو ساتھ لے گیا۔" فریدی نے کہا۔

"اور وہ دونوں......!" حمید نے جلدی سے کہا۔

"حیران حیران چاروں طرف دیکھ رہے ہیں۔" فریدی نے کہا۔ "آؤ چل کر انہیں دلاسا دلا دیں۔"

جارج اور جولیا اپنے خیمے میں اس طرح اداس اور پریشان بیٹھے تھے جیسے اپنے کسی عزیز کو دفن کر کے آئے ہوں...... حمید اور فریدی کو اپنی طرف آتے دیکھ کر دونوں اچھل پڑے۔

"ہوشیار ہو جاؤ...... جولیا۔" جارج بولا۔ "مجھے اس میں بھی آرتھر کی کوئی چال معلوم ہوتی ہے۔"

"مگر ہم کر ہی کیا سکتے ہیں۔" جولیا نے کہا۔ "اس کمینے نے تو ہمارے پاس ایک پستول بھی نہیں رہنے دیا۔"

فریدی اور حمید خیمے میں داخل ہو چکے تھے۔ جارج کھڑا ہو گیا۔ اس کے انداز سے ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے وہ ان دونوں کے حملے کا منتظر ہو۔ فریدی نے جیب میں ہاتھ ڈالا اور جارج لڑکھڑا کر دو قدم پیچھے ہٹ گیا۔ اس کے چہرے پر ہوائیاں اڑ رہی تھیں۔ فریدی نے جیب سے پیتل کی مورتی اور راستے کا نقشہ نکال کر جارج کی طرف بڑھا دیا۔ باپ اور بیٹی حیرت زدہ نظروں سے دونوں کی طرف دیکھ رہے تھے۔ جارج نے کپکپاتے ہوئے ہاتھوں سے مورتی پکڑ لی۔

"جولیا...... یہ واقعی سچا بہادر ہے۔" جارج بے اختیار بولا۔ "کاش یہ ہماری زبان سمجھ سکتا۔"

تھوڑی دیر بعد فریدی جارج کو ان چٹانوں کے درمیان لے گیا جہاں اس نے کھانے پینے کا کثیر سامان اور کچھ اسلحہ چھپا کر رکھ دیا تھا۔ اس نے یہ کام اسی وقت شروع کر دیا تھا جب آرتھر اسے سمجھا بجھا کر دوسرے مزدوروں کو ورغلانے چلا گیا تھا اور اس کے بعد سے وہ سائے کی طرح آرتھر کے پیچھے لگا رہا تھا۔ جب آرتھر مورتی اور راستے کا نقشہ چرانے کے لئے جارج کے خیمے میں گھسا تھا اس وقت بھی فریدی تھوڑے ہی فاصلے پر چھپا ہوا تھا اور اس کی نگرانی کر رہا تھا۔ آرتھر نے مورتی چرائی اور اپنے خیمے میں لے آیا اور اسے اپنے سوٹ کیس میں رکھ کر پھر مزدوروں کی طرف چلا گیا۔

تھوڑی دیر بعد فریدی نے وہ مورتی اور نقشہ اس کے سوٹ کیس سے اڑا دیا...... اس نے جارج کو سارے واقعات اشاروں میں سمجھانے کی کوشش کی اور وہ اس میں کامیاب بھی ہو گیا۔

اور پھر اس ویرانے میں ان کے درمیان سے رنگ و نسل کی دیوار ہٹ گئی۔ تھوڑی دیر بعد جولیا اپنے کپوں میں چائے پیش کر رہی تھی۔

فریدی نے اشاروں ہی اشاروں میں جارج کو سمجھایا کہ اس حادثے سے دل شکستہ ہو کر اسے پیچھے نہ لوٹ جانا چاہئے اس نے اسے اطمینان دلایا کہ وہ آخر وقت تک اس کا ساتھ دیتا رہے گا۔ اس پر جارج نے جولیا سے کہا۔ "میرا خیال ہے کہ آرتھر نے اسے سب کچھ بتا دیا ہے۔"

"ہو سکتا ہے......!" جولیا بولی۔ "لیکن یہ آرتھر سے زیادہ قابل اعتماد ہے۔"

"کاش یہ ہماری زبان سمجھ سکتا۔" جارج ہاتھ ملتا ہوا بولا۔

قریب تھا کہ حمید کچھ بول پڑے...... فریدی نے اسے گھور کر دیکھا۔

پہاڑوں کی ملکہ

سفر جاری رہا۔ فریدی کو راستے میں آرتھر سے مڈبھیڑ ہو جانے کی توقع تھی۔ اس لئے اس نے راستہ ہی بدل دیا تھا۔ وہ سیدھا جانے کی بجائے پہاڑی علاقے میں داخل ہو گیا اور درمیان میں چھوٹے چھوٹے گاؤں سے گزرتا ہوا آگے بڑھنے لگا۔ وہ دراصل دریائے نامتی کی ایک چھوٹی سی شاخ ستیل ندی تک پہنچنا چاہتا تھا۔ تقریباً پینتالیس میل کی مسافت طے کرنے کے بعد وہ لوگ ستیل ندی کے کنارے پہنچ گئے۔ یہاں سے انہوں نے کنارے ہی کنارے مغرب کی طرف بڑھنا شروع کر دیا۔ ادھر انہیں بعض اوقات بہت ہی دشوار گزار راستوں سے گزرنا پڑتا تھا۔ کبھی کبھی تو ایسا ہی ہوتا کہ جولیا تھک کر بیٹھ جاتی۔ فریدی کو اسے اپنی پیٹھ پر اٹھانا پڑتا حمید دیکھتا اور دل ہی دل میں پیچ و تاب کھا کر رہ جاتا۔ ان راستوں کے لئے خچر قطعی بے کار ثابت ہوئے تھے۔ اس لئے انہیں راستے ہی میں چھوڑ دینا پڑا۔ خچروں کے ساتھ ہی بہت سامان جس میں خیمے بھی شامل تھے ایک غار میں ڈال دیا گیا۔ خورد و نوش کا تھوڑا بہت سامان اور رائفلیں وغیرہ وہ لوگ اپنے کاندھوں پر لاد کر چل رہے تھے۔ سب کچھ چھوڑ دیا گیا۔ لیکن فریدی

کے تمباکو کا گٹھڑ اب تک اس کی پیٹھ پر بندھا ہوا تھا۔

رفتہ رفتہ خورد و نوش کا سامان بھی ختم ہو گیا۔ لیکن انہیں اس کی پرواہ نہ تھی کیونکہ وہ اب جس خطے سے گزر رہے تھے وہاں بکثرت آبی پرندے اور جنگلی پھل ملتے تھے۔ جولیا بہت نڈھال ہو گئی تھی اس کے سرخ سپید چہرے پر ہلکی سی نیلاہٹ دوڑ گئی تھی۔ کبھی کبھی وہ اپنی زندگی سے ناامید ہو جاتی اور جارج اسے ہمت دلانے لگتا۔ اس نے اسے شروع ہی سے اس سفر سے باز رکھنے کی کوشش کی تھی لیکن سیر و تفریح کے لالچ میں جولیا نے اس کا کہنا نہ مانا۔ وہ دراصل رائیڈر ہیگرڈ کے ناولوں اور کارناموں سے بھرپور فلموں کی ماری ہوئی تھی اور خزانے سے زیادہ رومان کی تلاش میں آئی تھی۔

آرتھر کے جانے کے ٹھیک بیسویں دن بعد وہ اس جگہ پہنچ گئے جہاں ستیل ندی دریائے نامتی سے مل گئی تھی۔ اب انہوں نے مشرق کی طرف بڑھنا شروع کیا۔ راستے میں اسے وہ پہاڑی مزدور دکھائی دیئے جو آرتھر کے ساتھ چپکے سے چلے آئے تھے۔ فریدی نے جارج وغیرہ کو چھپ جانے کا اشارہ کیا اور خود اونچی نیچی چٹانوں کی آڑ لیتا ہوا آگے بڑھا۔ تقریباً سو فٹ کی گہرائی میں ایک ننھی سی وادی تھی جس میں انہوں نے خیمے گاڑ دیئے تھے۔ فریدی چٹانوں کی آڑ لے کر نیچے اترنے لگا۔

بہر حال اس کی چھان بین کا خلاصہ یہ ہے کہ آرتھر ان پہاڑیوں میں نہیں تھا۔ فریدی وہیں چھپا بیٹھا رہا۔ سورج غروب ہو چکا تھا۔ آہستہ آہستہ تاریکی کی چادر حد نظر تک پھیلی ہوئی پہاڑیوں پر پھیلتی جا رہی تھی۔ دفعتاً ایک مزدور اس کی طرف آ نکلا جہاں فریدی چھپا ہوا تھا۔ وہ اچانک اس پر ٹوٹ پڑا۔ فریدی دراصل یہ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ آرتھر کہاں ہے وہ مزدوروں کو لے کر دریا کے پار گیا تھا پھر واپس نہیں آیا۔

اندھیرے کی وجہ سے وہ مزدور فریدی کو پہچان نہ سکا۔ فریدی نے اس سے کہا کہ وہ اپنے ساتھیوں کو لے کر واپس چلا جائے ورنہ کسی نہ کسی حادثہ کا شکار ہو جانے کے امکانات ہیں۔ مزدور کو چھوڑ کر فریدی جارج وغیرہ کے پاس واپس آ گیا اور پھر ان لوگوں نے تاریکی میں دریا کے کنارے کنارے چلنا شروع کیا۔ فریدی سوچ رہا تھا کہ وہ جارج کو آرتھر کی گمشدگی کا حال کس

طرح بتائے، اب خود اسے اپنے گونگے پن سے الجھن ہونے لگتی تھی۔

بہر حال ایک جگہ رک کر فریدی نے دریا کی طرف اشارہ کیا کہ اب ہمیں پار چلنا چاہئے۔ جارج نے ایک تہہ کی ہوئی ربڑ کی کشتی نکالی اور اس میں سائیکل کے پمپ سے ہوا بھرنے لگا۔ تھوڑی دیر بعد کشتی پانی میں تیرنے کے قابل ہوگئی۔ یہ اتنی بڑی تھی کہ اس پر دس آدمی نہایت آسانی سے بیٹھ سکتے تھے۔

کشتی میں بیٹھتے وقت حمید کا دل زور سے دھڑکا۔ وہ راستے بھر فریدی سے کچنار کے جنگلوں میں بسنے والی قوم کی درندگی کے واقعات سنتا آیا تھا۔ فریدی نے چپوار ہاتھ میں لئے کشتی کھینے لگا۔

رات حد درجہ تاریک تھی۔ آسمان سیاہ بادلوں سے ڈھکا ہوا تھا۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے ابھی تھوڑی دیر میں بارش ہو جائے گی۔ فریدی جلدی جلدی ہاتھ چلانے لگا۔

ایک گھنٹے کی مشقت کے بعد وہ دوسرے کنارے پر پہنچ گئے۔ دریا کا پاٹ دو میل سے کسی طرح کم نہ رہا ہوگا۔ کنارے پر پہنچ کر جارج نے کشتی کی ہوا نکالی۔ پھر اسے تہہ کر کے کاندھے پر ڈال لیا۔

رات گزارنے کے لئے انہوں نے ایک ایسی جگہ کا انتخاب کیا جو چاروں طرف چٹانوں سے گھری ہوئی تھی اور ان چٹانوں پر کانٹے دار جھاڑیاں تھیں۔ فریدی نے پروگرام بنایا تھا سب باری باری سوتے جاگتے رہیں گے، لیکن ایسا نہ ہوسکا۔ دن بھر کے تھکے ماندے جب لیٹے تو کوئی بھی اپنی بند ہوتی ہوئی آنکھوں کو نہ روک سکا۔

اور پھر جب صبح ان کی آنکھ کھلی تو ان کے سینوں پر جنگلیوں کے نیزوں کی انیاں رکھی ہوئی تھیں۔ جولیا تو بے ہوش ہوگئی۔ یہ سب انتہائی کریہہ المنظر تھے اور انہوں نے اپنی گردنوں میں انسانی کھوپڑیوں کی مالائیں لٹکا رکھی تھیں۔ ان کے ساتھ ایک دراز قد آدمی تھا۔ جو ان کے مقابلے میں کچھ مہذب معلوم ہوتا تھا۔ اس نے ریشمی کپڑے کی ایک رنگین قبا پہن رکھی تھی۔ اس کی آنکھوں میں وحشیانہ پن بھی نہیں تھا، جو اس کے دوسرے مسلح ساتھیوں کی آنکھوں میں تھا۔ اس کی وضع قطع دیکھ کر فریدی کو تبت کے بدھ فقیر یاد آگئے۔ اس نے فریدی وغیرہ کو اٹھنے کا اشارہ کیا۔ یہ سب ایک طرف چل پڑے۔ جنگلیوں نے انہیں حلقے میں لے لیا۔ گویا وہ قیدی تھے۔

سورج سر پر آ گیا تھا۔ وہ چلتے رہے۔ جولیا کی حالت غیر تھی۔ وہ قدم قدم پر لڑکھڑا جاتی تھی۔ آخر فریدی نے اسے پیٹھ پر لاد لیا۔ وہ اپنا ڈنڈا ٹیک کر لنگڑاتا ہوا چل رہا تھا۔

خدا خدا کر کے وہ تقریباً دو بجے ایک بستی میں پہنچے۔ یہاں بے شمار جھونپڑے تھے۔ لیکن ان کی تعمیر میں ایک خاص سلیقے کو دخل تھا۔ یہاں کے رہنے والے اگر مہذب نہیں تو نیم مہذب ضرور تھے۔ عورتیں رنگین اور خوشنما لبادوں میں ملبوس نظر آئی تھیں اور مزدوروں کا لباس قریب قریب وہی تھا جو فریدی وغیرہ کو گرفتار کرنے والوں کے پیشرو کا تھا۔ بستی کے اندر صاف ستھری گلیاں تھیں یہ لوگ جدھر سے گزرتے لوگوں کی بھیڑ لگ جاتی لیکن اس حالت میں بھی ان کی طرف سے کسی قسم کے وحشیانہ پن کا اظہار نہیں ہوتا تھا۔ وہ خاموشی اور حیرت سے اپنی سرزمین میں داخل ہونے والے اجنبیوں کو دیکھتے اور ایک دوسرے سے سرگوشیاں کرنے لگتے۔ ان لوگوں کا رنگ گندمی تھا اور چہروں کی بناوٹ قریب قریب ویسی ہی تھی جیسے تبت کے باشندوں کی ہوتی ہے۔ ان کی آنکھوں میں ایک عجیب طرح کی اداسی تھی، جو شائد انسانیت اور وحشت کی آویزش کا نتیجہ تھی۔

متعدد راستوں سے گزرتے ہوئے یہ لوگ ایک بڑے سے احاطے میں داخل ہوئے جس کی دیواریں مٹی کی تھیں لیکن انہیں بھی مختلف رنگوں کی گل کاریوں سے آراستہ کیا گیا تھا۔ یہاں ہر طرف بہت بڑے بڑے بت نصب تھے جو تعداد میں اٹھارہ تھے۔ دفعتاً فریدی چونک پڑا اور یہی حالت جارج فنلے کی بھی ہوئی۔ ان میں سے ایک بت بالکل اسی پیتل کی مورتی سے مشابہ تھا۔

''سی جی لا......!'' فریدی نے آہستہ سے کہا اور جارج فنلے چونک کر اس کی طرف دیکھنے لگا۔ اس کی آنکھوں میں حیرت تھی۔

احاطے کی دیوار کے نیچے تین طرف مسلح آدمی کھڑے تھے۔ یہ لوگ بھی وحشی معلوم ہوتے تھے۔ انہوں نے بھی اپنی گردنوں میں کھوپڑی کی ہڈیوں کی مالائیں لٹکا رکھی تھیں۔ سامنے ایک بہت بڑا سائبان تھا جس کے نیچے ایک کافی بلند چبوترے پر چھوٹے چھوٹے کرسی نما تخت پڑے ہوئے تھے۔

ان لوگوں کے داخل ہوتے ہی ہتھیار بند وحشیوں نے شور مچانا شروع کر دیا تھا۔ ان میں

سے ایک آگے بڑھا اور سنکھ پھونکنے لگا جس کی آواز سے جولیا ایک بار پھر چکرا گئی۔ اگر آر
اُسے سہارا نہ دیتا تو وہ یقیناً گر گئی ہوتی۔

ان لوگوں کو ایک طرف کھڑا کر دیا گیا۔ شور بدستور جاری رہا۔ دفعتاً سائبان کے نیچے
دو آدمی ہرے رنگ کے لبادے پہنے ہوئے نمودار ہوئے۔ انہوں نے ہاتھ اٹھا کر کچھ کہا اور مجمع
سناٹا چھا گیا۔ فریدی وغیرہ کے گرفتار کرنے والوں کا پیشرو آگے بڑھا اور اس نے ان دونوں
کچھ کہا وہ دونوں چبوترے سے اتر کر ان کے پاس آئے اور فریدی کو گھورنا شروع کیا۔ وہ پلک
جھپکائے بغیر انہیں گھور رہے تھے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے ان کی آنکھیں پتھر کی ہوں۔

پھر ان دونوں نے جارج فنلے کی رائفلوں اور پستولوں پر قبضہ کر لیا اور اس وقت تک ا
لوگوں کی جامہ تلاشی لیتے رہے جب تک کہ ایک ایک کارتوس دستیاب نہیں ہو گیا۔ فریدی
گٹھری بھی ٹٹولی گئی لیکن اس میں تمباکو کے بنڈل اور ایک چھوٹی سی چلم کے علاوہ اور تھا ہی کیا۔
بندوقیں وغیرہ چھن جانے پر جولیا پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔ جارج اسے دلاسہ دینے
کوشش کرنے لگا۔ لیکن خود اس کی حالت غیر ہو رہی تھی اور حمید کے چہرے پر تو زلزلہ سا آ
تھا۔ کبھی اس کے ناک کے نتھنے پھڑکنے لگتے تھے کبھی ہونٹ کانپنے لگتے۔ اس وقت اس نے فرید
کو قہر آلود نگاہوں سے نہیں دیکھا۔ اس کی آنکھوں میں اس وقت ایک عجیب قسم کی بے بسی تھی۔

دفعتاً بہت سی گھنٹیاں بجنے لگیں اور تُرہیاں پھونکی جانے لگیں۔ دیوار کے قریب کھڑے
ہوئے مسلح وحشی سجدے میں گر گئے۔ سائبان کے پیچھے ایک جلوس دکھائی دے رہا تھا۔ رنگ بر
کی قبائیں لہرا رہی تھیں۔ سب سے پہلے ایک مرد اور ایک عورت سائبان کے نیچے آئے۔
آرتھر تھا جس نے اپنے قومی لباس کے بجائے ایک چمکیلا لبادہ پہن رکھا تھا جس میں جابجا خو
رنگ اور قیمتی پتھر لٹکے ہوئے تھے۔ عورت غالباً یہاں کی سفید فام ملکہ تھی۔ یہ ایک خوبصورت
جوان العمر عورت تھی۔ اس کے سر پر سیاہ رنگ کی لکڑی کا ایک تاج تھا جس کی چوٹی پر ایک بڑا
ہیرا نصب تھا۔ وہ دونوں بیٹھ گئے۔ ان کے ساتھ کے لوگ جو شاید درباری تھے ان کے پیچھے
ہوئی چوکیوں پر بیٹھ گئے۔

"اوہ جارج فنلے۔" آرتھر طنزیہ انداز میں بولا۔ "مجھے تمہارا ہی انتظار تھا۔" پھر وہ فریدی

طرف مخاطب ہو کر پہاڑی زبان میں بولا۔

"اور تم دغاباز تم سے تو اچھی طرح سمجھوں گا۔"

"لیکن بزدلوں کی طرح نہیں۔ میں تمہیں بہادر سمجھتا ہوں۔" فریدی نے مسکرا کر کہا۔

"جارج...... میں یہاں کی ملکہ کا شوہر ہوں۔ کل ہی ہماری شادی ہوئی ہے۔" آرتھر نے
ہنس کر کہا۔

"اور کل ہی تم اس کے ساتھ دفن کر دیئے جاؤ گے۔" جارج طنزیہ انداز میں بولا۔

"اور کل کا حال کون جانے، ممکن ہے کل میں قدرتی موت مر جاؤں۔" آرتھر ہنس کر بولا۔
"مجھے خوشی ہے کہ دنیا کی حسین ترین عورت میری بیوی ہے۔ یہ جنگلی پھول جس میں خوشبو بھی ہے
اور رنگ بھی۔"

"کیا یہ انگریزی بول سکتی ہے۔" جولیا نے بے ساختہ پوچھا۔

"نہیں...... لیکن اتنی لاطینی جانتی ہے کہ ہم دونوں ایک دوسرے کو بہ آسانی سمجھ سکتے
ہیں۔ یہ زبان شاید شروع سے یہاں کی ملکائیں ایک دوسری کو سکھاتی آئی ہیں۔" آرتھر نے کہا۔

فریدی کو یہ معلوم کر کے خوشی ہوئی کہ وہ لاطینی زبان جانتی ہے۔ فریدی نے سوچا کہ اب
بولنا ہی چاہیئے ورنہ مفت میں جان جائے گی۔ لاطینی، فرانسیسی اور جرمن زبانوں میں وہ اچھا خاصا
دخل رکھتا تھا۔

"اے دنیا کی طاقتور ترین ملکہ۔" فریدی نے قدرے جھک کر سیدھے کھڑے ہوتے
ہوئے لاطینی زبان میں کہا۔ "کیا مہمانوں کے ساتھ یہی برتاؤ کیا جاتا ہے؟"

آرتھر، جولیا اور جارج فنلے بیک وقت چونک پڑے۔ ان کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔

"اے سیاہ فام اجنبی۔" ملکہ بولی۔ "ہمیں افسوس ہے کہ ہمارا شوہر رب ارسلاشیہ کا بیٹا ہم
سے تمہیں پہلے ہی مانگ چکا ہے۔"

"خیر اگر سی۔ جی لا دیوتا کی بیٹی چاہتی ہے کہ ہم اس پر قربان ہو جائیں تو ہمیں کوئی افسوس
نہیں۔ ہم اس کے لئے بھی تیار ہیں۔" فریدی نے کہا۔

قبل اس کے کہ ملکہ کچھ کہتی آرتھر چیخ پڑا۔

"اے میری حسین ترین ملکہ...... یہ مکار ہے...... غدار ہے......ان کی باتوں میں نہ آنا

"میں تم سے وعدہ کر چکی ہوں۔ پورا کروں گی۔" ملکہ نے مسکرا کر کہا۔ پھر اس نے
وحشیوں سے کچھ کہا اور آرتھر سے لاطینی زبان میں بولی۔

"یہ ہمارے دیوتا میمون اعظم کی بھینٹ ہیں۔"

آرتھر نے قہقہہ لگایا۔

"لو سنو سر جارج...... تم ان لوگوں کے دیوتا بن مانس کی نذر کیے جاؤ گے۔ تم نے ا
خوفناک گوریلا کبھی نہ دیکھا ہوگا۔ وہ دریا کے ایک چھوٹے سے جزیرے میں رہتا ہے۔ مجھے
افسوس ہے کہ اب میں یہاں کے خزانے کا تنہا مالک ہوں۔"

جارج نے کوئی جواب نہ دیا۔

"اتنے بے درد نہ بنو۔" جولیا بولی۔

"تمہارے باپ نے مجھے اس پر مجبور کیا ہے۔ اگر وہ مجھ پر اعتبار کر کے خزانے کا راز
دیتا تو یہ نوبت نہ آتی۔"

جولیا لاکھ لاکھ روئی اور گڑگڑائی لیکن آرتھر پر کچھ اثر نہ ہوا۔ ملکہ نے سپاہیوں کو اشارہ کیا
ان لوگوں کی ایک بار پھر تلاشی لی گئی۔

دریا میں ایک بڑی سی کشتی ان کا انتظار کر رہی تھی۔ کھانے پینے کے سامان کے علاوہ
سے سب کچھ چھین لیا گیا۔ فالتو چیزوں میں فریدی کی تمباکو کا بنڈل بھی بچ گیا تھا۔

"اف میرے خدا۔" جارج کشتی پر بیٹھتے ہوئے بولا۔ "اب...... سچ مچ ہماری موت
آ گئی ہے۔"

"آپ آخر اتنا مایوس کیوں ہو گئے ہیں۔" جولیا بولی۔

"سر ہنری نے اپنے سفر نامے میں اس گوریلے کے متعلق بھی لکھا ہے۔" جارج بولا۔

"وہ انتہائی خوفناک اور خونخوار ہے اور ہمارے پاس کوئی ایسی چیز بھی نہیں جس سے ا
حفاظت کر سکیں گے۔"

ناؤ چل پڑی...... آگے چل کر دریائے نامتی ایک جگہ دو شاخوں میں بٹ گیا اور دریا

زمین کا ایک حصہ ایک جزیرے کی شکل میں ابھر آیا تھا۔ اس کا طول و عرض تقریباً دو میل رہا ہوگا۔

وہ چاروں اس جزیرے میں چھوڑ دیئے گئے۔ کشتی واپس جا چکی تھی۔ یہاں چاروں طرف
گھنے جنگل تھے۔ فریدی نے سب کو دریا کے اونچے کنارے سے نشیب میں اتار دیا۔ پھر وہ سب
ایک جگہ بیٹھ کر موت کا انتظار کرنے لگے۔

فریدی نے اپنی پیٹھ پر بندھا ہوا تمباکو کا گٹھڑا اتارا۔ دو تین پتے مل کر چلم میں رکھے اور
تمباکو جلا کر اطمینان سے کش لینے لگا۔

گوریلا

"اس شخص کا اطمینان دیکھ کر مجھے حیرت ہوتی ہے۔" جارج نے جولیا سے کہا۔

"ہاں......لیکن...... کیا یہ اس درندے کا مقابلہ کر سکے گا۔" جولیا نے کہا۔

"ارادہ تو یہی ہے مس جولیا۔" فریدی مسکرا کر انگریزی میں بولا۔

جارج اور جولیا دونوں اچھل پڑے۔

"اوہ تم انگریزی بول سکتے ہو۔" جارج متحیر ہو کر بولا۔ "تو پھر تم اتنے دنوں تک گونگے
کیوں بنے رہے۔"

"مصلحت......!" فریدی نے مسکرا کر کہا۔ "اگر میں ایسا نہ کرتا تو یہاں تک پہنچ بھی نہیں
سکتا تھا۔"

"تو گویا تم شروع ہی سے ہمارے مقصد سے واقف تھے۔" جولیا نے پوچھا۔

"ہاں۔"

"لیکن تم کون ہو......؟" جارج نے پوچھا۔

"ایک مشرقی آدمی۔" فریدی نے جواب دیا۔

"تو کیا تم انہیں لوگوں میں سے ہو جو ایک عرصے سے اس مورتی کو حاصل کرنے کی کوشش کر رہے تھے۔"

"نہیں......! آخر تم پریشان کیوں ہوگئے ہو۔" فریدی نے کہا۔ "میں تمہارا دشمن نہیں ہوں۔ مجھے تو اب آرتھر سے سمجھنا ہے۔"

"تو کیا ہم اس جزیرے سے زندہ واپس جاسکیں گے۔" جولیا نے یاس آمیز لہجے میں کہا۔

"خدا کی ذات سے تو یہی امید ہے۔" فریدی نے کہا۔

"مس جولیا......اس کی باتوں میں نہ آنا۔ دنیا میں ان سے بڑا مکار ملنا مشکل ہے۔" حمید بے ساختہ بولا۔

"ارے......!" جولیا اچھل کر بولی۔ "اب اس گونگے نے بھی انگریزی بولنی شروع کردی۔"

"ابھی تم نے دیکھا ہی کیا ہے؟" حمید بولا۔

"جولیا اب ہمیں سچ مچ مرنے کے لئے تیار ہوجانا چاہئے۔" جارج نے کہا۔

"تم خواہ مخواہ ڈر رہے ہو سر جارج۔" فریدی بولا۔ "میری صرف آرتھر سے دشمنی ہے۔ اس نے میرے سب سے خوبصورت کتے کو اپنے السیشین سے مروا ڈالا تھا۔"

"ارے تو تم وہی ہو۔" جولیا ایک بار پھر اچھل پڑی۔ "مگر نہیں۔ جھوٹ کہتے ہو۔ وہ ایک مہذب آدمی تھا، جوان اور خوبصورت۔"

"میں وہی ہوں، ابھی تھوڑی دیر میں تم مجھے پہچان لوگی۔"

"خیر چھوڑو ان باتوں کو۔" جارج بولا۔ "اگر تم واقعی میرے دوست ہو تو اس درندے سے جان بچانے کی کوئی تدبیر کرو۔"

"میں اسے اپنی رائفل کا نشانہ بنانے کی کوشش کروں گا۔" فریدی نے کہا۔

"رائفل......!" جارج متحیر ہوکر بولا۔ "اب تمہارے پاس کون سی رائفل ہے۔ شاید موت کے خوف سے تمہارا دماغ خراب ہوگیا ہے۔"

حمید کو بھی حیرت ہو رہی تھی کہ آخر یہ رائفل کہاں سے ٹپک پڑی۔

رائفل کوئی بالشت بھر کی چیز تو نہیں ہوتی کہ فریدی نے اسے اپنے گھیردار خاکی شلوار کے نے میں اڑس لیا ہو۔

"نہیں سر جارج میں قطعی صحیح الدماغ ہوں۔" فریدی نے کہا اور اپنے بانس کے موٹے ے کو بیچ سے پھاڑ دیا۔ رائفل کی ایک پتلی سی نال ڈنڈے کے اندر سے نکل کر زمین پر گر پڑی۔

حمید نے قہقہہ لگایا۔ جولیا اور سر جارج حیرت سے فریدی کی صورت دیکھ رہے تھے۔

اب فریدی نے تمباکو کا بنڈل کھولنا شروع کیا۔ اس میں سے رائفل کا کندہ اور بے شمار توسوں کا پیکٹ برآمد ہوا۔ اس نے دیکھتے ہی دیکھتے رائفل فٹ کرلی۔

"یہ دیکھو سر جارج...... یہ ایک انتہائی طاقتور اور بے آواز رائفل ہے۔ اس سے میں ایک کا بھیجا آسانی سے پھاڑ سکتا ہوں۔" فریدی نے رائفل جارج کے ہاتھوں میں دیتے ہوئے کہا۔

"آدمی ہو یا بھوت۔" جارج ہنس کر بولا۔ "میں نے تم جیسا دلیر اور عقل مند آدمی آج نہیں دیکھا۔"

گرفتار ہونے کے بعد پہلی بار سر جارج کے ہونٹوں پر ہنسی آئی تھی۔

"کیا تم سچ مچ وہی ہو جس نے اپنے نشانہ سے آرتھر کا پستول اڑا دیا تھا۔" جولیا بے ساختہ بولی۔

"جی ہاں...... یہ وہی ہے۔" حمید نے بے دلی سے کہا۔ "آخر مجھ سے بھی تو کچھ پوچھو۔" نے اس طرح کہا کہ جولیا بے ساختہ ہنس پڑی۔

"اچھا تم ہی بتاؤ۔"

"میں سرجنٹ حمید ہوں......اور......!"

"سرجنٹ......!" جارج چونک کر بولا۔ "کیا مطلب......؟"

"یعنی کہ میں اس نالائق آدمی کا لائق اسسٹنٹ ہوں۔" حمید نے فریدی کی طرف اشارہ رکے کہا۔

"صاف صاف بتاؤ آخر مجھے پریشان کرنے سے کیا فائدہ۔" جارج نے زچ ہوکر کہا۔

"تو سنو مسٹر جارج...... یہ وہ آدمی ہے جسے تمہارے اسکاٹ لینڈ یارڈ کا جاسوس چیف

انسپکٹر براؤن اپنا استاد مانتا ہے۔ یہ وہ شخص ہے جس نے تمہارے ملک کے بین الاقوامی بلیک میلر
لیونارڈ کو چٹکی بجاتے پکڑ لیا تھا...... کیا سمجھے۔"

"اوہ...... تو یہ...... وہ فراڈی ہے۔"

"فراڈی نہیں...... فریدی۔" حمید نے جلدی سے کہا۔

"ہاں...... ہاں...... فریدی۔" سر جارج خوشی کا اظہار کرتا ہوا بولا۔ اور پھر فریدی کا ہاتھ
دبا کر کہنے لگا۔ "مسٹر فریدی مجھے خوشی ہے کہ تم سے ان حالات میں ملاقات ہوئی...... سنو جولیا!
ایشیا کا سب سے بڑا کم سن جاسوس انسپکٹر فریدی ہے۔ لیکن تم میرے ساتھ آئے کیوں۔"

"مورتی کا راز معلوم کرنے کے لئے۔ میں نے اپنے دوست انسپکٹر براؤن سے اس کے
متعلق سنا تھا۔" فریدی نے کہا۔

"لیکن افسوس کہ ان کم بختوں نے مورتی مجھ سے چھین لی۔" سر جارج نے غم آلود لہجے
میں کہا۔

"پرواہ نہ کرو۔" فریدی نے کہا۔ "میں نے اسی رات کو مورتی کا معمہ حل کر لیا تھا جب
آرتھر نے اسے چرایا تھا۔"

"یعنی......!" سر جارج نے دلچسپی کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔

"پہلے تم بتاؤ کہ یہ مورتی تمہیں کہاں ملی تھی۔" فریدی نے کہا۔

سر جارج کچھ کہنے ہی والا تھا کہ ایک بہت ہی خوفناک چیخ سنائی دی۔ جولیا سہم کر جارج
سے لپٹ گئی۔

"یہ وہی درندہ معلوم ہوتا ہے۔" سر جارج آہستہ سے بولا۔

"ہم لوگوں کی بو پا کر آ رہا ہے۔" فریدی نے کہا اور رائفل کی میگزین میں کارتوس ڈا
لگا۔ وہ غار کے دہانے پر آ کر باہر کی طرف دیکھنے لگا۔ باہر سناٹا تھا۔ سورج آہستہ آہستہ مغرب
طرف جھک رہا تھا۔ شام کی زرد شعاعیں ہرے بھرے درختوں کی چوٹیوں پر لرز رہی تھیں۔
لوگ بھی غار کے دہانے پر آ گئے تھے۔

تھوڑی دیر بعد وہی چیخ پھر سنائی دی۔ لیکن اس بار آواز کہیں دور سے آئی تھی اور اس

بعد وہ لحظہ بہ لحظہ دور ہی ہوتی گئی پھر سکوت چھا گیا۔

"ہاں تو پھر جارج وہ مورتی۔" فریدی نے کہا۔

"وہ مورتی میرے خاندان کے ایک بزرگ سر ہنری کی ملکیت تھی۔ اب سے تین سو برس
پیشتر وہ اس جنگل میں اسی قوم کے چکر میں پھنس گئے تھے اور ملکہ وقت کے ساتھ ان کی شادی
بھی کر دی گئی تھی۔ تقریباً چھ ماہ تک سر ہنری یہاں ملکہ کے ساتھ رہے۔ میرا خیال ہے کہ موجودہ
ملکہ انہیں کی اولاد میں سے ہے۔"

"تو تم سر ہنری کے خاندان سے واقف ہو۔" فریدی نے پوچھا۔

"ہاں......!" سر جارج بولا۔ "وہ اس مورتی کو جان سے زیادہ عزیز رکھتے تھے۔ انہیں کی
زندگی میں اس کی کافی شہرت ہو گئی تھی اور انہیں کی زندگی میں ایک بار چرائی بھی گئی تھی۔ متعدد بار
میرے قبضے سے بھی نکل چکی ہے۔ کئی بار لوگوں نے اس کا معمہ حل کرنے کی کوشش کی لیکن
ناکام رہے۔ خود میں بھی برسوں اسے حل کرنے میں پریشان رہا اور آخر مجھے سر ہنری کی ایک تحریر
سے مدد ملی۔"

"ٹھہریئے......!" فریدی بولا۔ "اب مجھے کہنے دیجئے...... دیکھئے میں جس نتیجہ پر پہنچا
ہوں وہ ٹھیک ہے یا نہیں۔"

"ہاں ہاں کہو۔" سر جارج مسکرا کر بولا۔

"سینگ......!" فریدی نے کہا۔ "صرف سینگ...... اس بت کے ماتھے پر نکلے ہوئے
سینگ کو توڑنا ہے، لیکن مجھے کسی خزانے کی توقع نہیں ہے۔"

"تمہیں اس کا پتہ کیسے لگا۔" سر جارج نے حیرت کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔

"نہایت آسانی سے...... یہ کوئی ایسی مشکل چیز نہ تھی۔" فریدی نے کہا۔

"مورتی کے مختلف حصوں پر کچھ حروف کندہ تھے، جو بظاہر ان کے اعضاء کے ناموں کے
پہلے حروف معلوم ہوتے تھے، لیکن اُن حروف کے کندہ کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ جب کہ ایک
بچہ بھی کسی مورتی یا تصویر کے اعضاء کے نام بتا سکتا ہے۔ ایسی صورت میں سوائے اس کے اور کیا
سمجھا جا سکتا ہے کہ حروف کندہ کرنے کا مقصد کچھ اور تھا لہٰذا میں نے ان حروف کو ترتیب دی کر

ایک بامعنی لفظ ہارن (سینگ) بنایا۔ ان حروف سے اس کے علاوہ اور بامعنی لفظ بنتا ہی نہیں۔"

"تم ٹھیک سمجھے......خدا کی قسم بالکل ٹھیک سمجھے۔" سر جارج نے چیخ کر کہا۔ "لیکن تم نے یہ کیسے کہا کہ خزانہ کی توقع نہیں۔"

یہ گفتگو ہو رہی تھی کہ دفعتاً جولیا چیخ پڑی۔ فریدی چونکا۔ ایک سیاہ رنگ کا چھ فٹ اونچا بن مانس ان کی طرف چلا آ رہا تھا۔ فریدی نے سر جارج وغیرہ کو غار کے اندر دھکیل دیا اور خود رائفل سیدھی کر کے نشانہ لینے لگا۔ رائفل چلی بن مانس کے داہنے شانے پر سے بال اڑ گئے، اس نے لڑکھڑا کر ایک خوفناک چیخ ماری پھر فریدی کی طرف جھپٹا۔

فریدی نے پھر فائر کیا اس بار گولی ٹھیک اس کی پیشانی پر پڑی تھی۔ وہ گر پڑا۔ اس نے دوبارہ اٹھنے کی کوشش کی، لیکن کھڑا نہ ہوسکا۔ وہ بیٹھ کر مٹی اڑانے لگا۔ اس کی چیخیں بہت زیادہ خوفناک ہوتی جا رہی تھیں۔ فریدی نے پے در پے دو تین فائر کیے اور وہ بالآخر ڈھیر ہو گیا۔

عجیب خانہ

تقریباً ایک گھنٹہ کے بعد جولیا کو ہوش آیا اور پھر وہ سب مردہ بن مانس کے گرد اکٹھا ہو گئے۔

"میں نے آج تک اتنا خوفناک گوریلا نہیں دیکھا۔" سر جارج نے کہا۔

"اور اتنا احمق شکاری بھی تم نے نہ دیکھا تھا۔" حمید نے مسکرا کر کہا۔

"جو خواہ مخواہ اپنی زندگی خطرے میں ڈالتا ہے۔"

"ہم تم لوگوں کے احسان مند ہیں۔" جولیا بولی۔

"اب ہمیں یہاں سے نکلنے کی کوئی تدبیر کرنی چاہئے۔" فریدی نے کہا اور کچھ سوچنے لگا۔

دفعتاً اس کی آنکھیں جگمگا اٹھیں۔ حمید سمجھ گیا کہ اسے کوئی معقول تدبیر سوجھ گئی۔

"آج رات کو ہمیں بہت کچھ کرنا ہے۔" فریدی نے کہا۔

"یعنی......!" حمید نے پوچھا۔

"بتاؤں......!" فریدی نے کہا اور بن مانس کی لاش کو کھینچتا ہوا ایک طرف لے چلا۔

"کیا میں بھی آؤں۔" حمید نے پوچھا۔

"نہیں......!"

تقریباً آدھ گھنٹہ کے بعد فریدی واپس آیا۔ وہ بن مانس کی لاش کو کہیں دور پھینک آیا تھا۔

"دریا کے اس پار میں نے کچھ کشتیاں دیکھی ہیں۔" فریدی نے کہا۔ "آج رات کو ان میں سے ایک کسی طرح اس کنارے پر لانی ہے۔"

"یہ ایک خطرناک کام ہے۔" حمید بولا۔ "اول تو اس کنارے تک پہنچنا ہی مشکل ہے اور اگر کسی طرح پہنچ بھی گئے تو واپسی ناممکن ہے کیونکہ وہاں باقاعدہ پہرہ ہے۔"

"میں دیکھ آیا ہوں۔" فریدی نے کہا۔ "وہاں صرف تین آدمی ہیں اور پھر میری یہ بے آواز رائفل کس دن کام آئے گی۔"

"تو کیا تم تیر کر اس کنارے تک جاؤ گے۔" جولیا نے پوچھا۔

"ہاں......!"

"نہیں، یہ خطرناک کام ہے۔ معلوم نہیں دریا کتنا دور ہو اور پھر خوفناک جنگلی جانوروں کا خطرہ۔"

"کیا پھر اس جزیرے میں سسک سسک کر جان دینے کا ارادہ ہے۔" فریدی نے کہا۔

"مس جولیا...... یہ خاکی جانور کسی کی بات نہیں سنتا۔ بہتر یہی ہے جو کچھ یہ کرے کرنے دو۔" حمید نے ہنس کر کہا۔

تاریکی پھیل گئی تھی۔ حمید اور جارج نے خشک لکڑیاں اکٹھا کر لیں اور غار میں آگ جلا دی گئی۔ فریدی دو تین مرغابیاں شکار کر لایا تھا، جنہیں جولیا ادھیڑ رہی تھی۔ اس دوران میں فریدی غائب رہا۔ صرف ایک بار کھانا کھانے کے لئے آیا اور پھر چلا گیا۔ آہستہ آہستہ رات گذرتی جا رہی تھی۔ جولیا سر جارج اور حمید غار میں بیٹھے جاگ رہے تھے۔ فریدی کے نہ ہونے کی وجہ

سے کسی کو نیند نہیں آئی۔ جارج بار بار جلتی ہوئی لکڑیوں کی روشنی میں گھڑی کی طرف دیکھ رہا تھا۔ تین بج گئے لیکن فریدی کا کہیں پتہ نہ تھا۔

ساڑھے تین بجے باہر قدموں کی آہٹ سنائی دی۔

''کام ہوگیا۔'' فریدی نے غار میں گھستے ہوئے کہا۔ اس کے کپڑے بھیگے ہوئے تھے۔

''کشتی لے آئے۔'' جولیا نے پوچھا۔

''ہاں......!'' فریدی نے آگ کے قریب بیٹھتے ہوئے کہا۔ ''کچھ زیادہ دشواری پیش نہیں آئی۔ اس وقت صرف ایک آدمی کشتی کی نگہبانی کررہا تھا جسے میں نے رائفل کا کندہ مار کر بے ہوش کردیا اور کشتی لے آیا۔''

''اوہ......تم نے اسے مار کیوں نہیں ڈالا۔ وہ ہوش میں آنے کے بعد ضرور شور مچائے گا۔''

''میں بے گناہوں کے خون سے ہاتھ رنگنے کا عادی نہیں۔'' فریدی نے کہا۔ ''وہ صبح تک ہوش میں نہیں آسکتا اور اگر آ بھی گیا تو کیا ہوگا......اب وہ ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔''

''بھلا تمہاری ایک رائفل کسے کسے سنبھال سکے گی۔'' جارج نے کہا۔

''اب شاید رائفل چلانے کی نوبت ہی نہ آئے۔'' فریدی بولا۔

''وہ کیسے......؟'' جولیا بولی۔

''بس دیکھتی جاؤ۔'' فریدی نے کہا اور کچھ سوچنے لگا۔ پھر چونک کر بولا۔ ''ہم سورج نکلتے ہی پار پہنچ جائیں گے۔''

''معلوم ہوتا ہے کہ واقعی تمہارا دماغ خراب ہوچلا ہے۔''

''مجھ پر اعتماد کرو اور خدا پر بھروسہ رکھو۔'' فریدی نے کہا۔ ''ہم روز روشن میں ان کے درمیان پہنچیں گے۔''

''آخر آپ کی اسکیم کیا ہے۔'' حمید نے بے تابی سے پوچھا۔

''تم جانتے ہو کہ میں پہلے سے اپنی اسکیم نہیں بتاتا۔''

''ارے اس موت کے جزیرے میں تو اپنے اصول سے ہٹ جایئے۔'' حمید نے کہا۔

''شاید موت کے جبڑوں میں بھی ایسا نہ کرسکوں۔''

فریدی نے اپنے کپڑے سکھائے اور پھر باہر نکل گیا۔ وہ ان سے کہہ گیا کہ سورج نکلنے سے پہلے ہی ان کے پاس پہنچ جائے گا۔

فریدی کے چلے جانے کے بعد حمید جولیا اور جارج کو فریدی کے کارناموں کی داستانیں سناتا رہا۔ وہ انہیں سمجھانے کی کوشش کرتا رہا کہ فریدی نے آج تک کوئی غلط قدم اٹھایا ہی نہیں اور وہ اتنا خوش قسمت ہے کہ بعض اوقات اس کی حماقتیں بھی اس کی کامیابی کی وجہ بن گئیں۔ حمید نے انہیں یہ بھی بتایا کہ اسے محض سراغ رسانی کا شوق اس محکمے میں لایا ہے، ورنہ وہ خود ایک کافی مالدار آدمی ہے۔

''اس کی بیوی اس کی وجہ سے بہت پریشان رہتی ہوگی۔'' جولیا بولی۔

''میرے شیر نے یہ روگ ہی نہیں پالا۔'' حمید نے کہا۔

''کیوں......؟''

''محض اسی لئے کہ وہ اسے گھریلو آدمی بنانے کی کوشش کرے گی۔'' حمید نے کہا۔

تاریکی آہستہ آہستہ غائب ہوتی جارہی تھی۔ آسمان میں تندا سے ستارے چھپکیاں سی لیتے معلوم ہورہے تھے۔ ہر طرف ایک پراسرار روح کی گہرائیوں میں اتر جانے والا سناٹا تھا۔ دور تک پھیلے ہوئے جنگل بے کراں آسمان کی وسعتوں سے سرگوشیاں کرتے معلوم ہورہے تھے۔

دفعتاً ایک خوفناک بن مانس خاموشی سے غار میں داخل ہوا۔ حمید کی پشت غار کے دہانے کی طرف تھی۔ جولیا اور جارج اونگھنے لگے تھے۔ بن مانس کے داخل ہونے کی کسی کو خبر تک نہ ہوئی۔ اس نے حمید کے کاندھے پر ہاتھ رکھ دیا۔ حمید چونک کر مڑا۔ لیکن دوسرے ہی لمحے میں وہ چیخ کر جارج پر گر پڑا۔ جولیا اور جارج جاگ پڑے۔ دونوں کی گھگھی بندھ گئی۔ دفعتاً بن مانس انسانوں کی طرح قہقہہ مار کر ہنسا۔

''ڈرو نہیں...... میں فریدی ہوں۔'' بن مانس نے کہا۔ ''میں نے اس بن مانس کی کھال اتار کر اپنے جسم پر فٹ کرلی ہے، حمید تم دیکھ کر بتاؤ کہیں سے کوئی کمی تو نہیں رہ گئی۔''

تینوں ہنسنے لگے، لیکن ان کی ہنسی میں اب تک خوف شامل تھا۔ حمید ایک جلتی ہوئی لکڑی اٹھا کر نیچے سے اوپر تک فریدی کا جائزہ لینے لگا۔

"سو فیصدی خالص بن مانس۔" حمید ہنس کر بولا۔ "لیکن اس حماقت کی ضرورت؟"

"تمہیں پھر سے مہذب دنیا کی روشنی دکھانے کے لئے۔" فریدی نے کہا۔ "اب میں سمیلی قوم کا ایک زندہ دیوتا ہوں اور تم لوگ میری پناہ میں ہو۔ کیا وہ اب ہمیں اپنی سرزمین میں نہ داخل ہونے دیں گے، مگر اس کھال کی بدبو سے میرا دماغ پھٹا جا رہا ہے۔ سورج نکلنے ہی والا ہے۔ جلدی کرو، کشتی کنارے پر تیار ہے اور ہاں اب یہ بھی سن لو۔ اب میں اس وقت تک خاموشی اختیار کرلوں گا جب تک ہم اس سرزمین سے نکل نہ جائیں۔ جارج تم اس بات کا خیال رکھنا کہ آرتھر اور اس کی سفید ملکہ یہاں سے نکل کر کسی طرف جانے نہ پائیں۔ ہم انہیں واپس لے چلیں گے۔"

چاروں جا کر کشتی پر بیٹھ گئے۔ حمید کشتی کھینے لگا۔ سر جارج رائفل لئے بیٹھا تھا۔ دوسرے کنارے پر کوئی نہیں تھا۔ صرف دو تین کشتیاں کھڑی تھیں۔ وہ بآسانی پار اتر گئے۔

بن مانس جولیا کا ہاتھ پکڑے تھا۔ حمید اور جارج ان کے پیچھے چل رہے تھے۔ بن مانس کو دیکھ کر جنگلیوں نے ادھر اُدھر بھاگنا شروع کر دیا۔ جب وہ لوگ بستی میں آئے تو عورتیں اور بچے ڈر ڈر کر اپنے جھونپڑوں میں گھس گئے۔ ہر طرف شور برپا تھا۔ لوگ بستی چھوڑ چھوڑ کر جنگل کی طرف بھاگ رہے تھے۔ بہتیرے عبادت گاہوں میں گر کر چیخیں مار مار کر رو رہے تھے۔ پھر یہ لوگ اس احاطے میں پہنچے جہاں انہوں نے ملکہ اور آرتھر کو دیکھا تھا اور جہاں بڑے بڑے بت نصب تھے، جیسے ہی ان لوگوں نے بن مانس کو دیکھا بھگدڑ مچ گئی۔ وہاں بھی بہتیرے سجدے میں گر گئے تھے۔ فریدی بن مانسوں کی طرح شور مچاتا ہوا اچھل کر چبوترے پر چڑھ گیا۔ آرتھر نے بھاگنا چاہا لیکن دوسرے ہی لمحے میں سر جارج کے ہاتھ میں دبی ہوئی رائفل کی نال اس کے سینے پر تھی۔ ملکہ چیخ مار کر بے ہوش ہوگئی۔ فریدی نے اسے اٹھا کر اپنے کندھے پر ڈال لیا۔ تھوڑی دیر بعد اس احاطے میں ان کے علاوہ ایک متنفس بھی باقی نہ تھا۔ حمید نے آرتھر کے ہاتھ پیر رسی سے جکڑ کر ایک طرف ڈال دیا اور پھر چاروں طرف سناٹا چھا گیا۔ بھاگتے ہوئے جنگلیوں کا شور کہیں دور سنائی دے رہا تھا۔ لوگ اپنے اپنے جھونپڑے چھوڑ کر بھاگ گئے تھے۔ یہ شاید ان کی زندگی میں پہلا واقعہ تھا کہ ان کے دیوتا بن مانس نے ان کی بستی میں آکر انہیں درشن دیا تھا۔

سر جارج سی جی لا دیوتا کی سینگ توڑنے میں مشغول ہوگیا۔ حمید اور جولیا کھانے پینے کا ساماان اکٹھا کرنے لگے۔ بے ہوش ملکہ ابھی تک فریدی کے کاندھے پر پڑی تھی۔

چند گھنٹوں کے بعد وہ ایک بڑی کشتی میں بیٹھے دریائے نامتی پار کر رہے تھے۔ فریدی نے بد کو راستے کے متعلق پہلے ہی سمجھا دیا تھا۔ وہ دریائے نامتی پار کر کے جارج والے نقشے کے طابق سفر کرنے کے بجائے دریائے نامتی کی شاخ ستیل ندی سے گذرتا ہوا آبی سفر جاری رکھنا اہتا تھا۔ اس طرح وہ کشتی پر بیٹھے ہی بیٹھے رام گڑھ کے قریب پہنچ سکتے تھے۔ جارج والا نقشہ ب سے تین سو برس پرانا تھا جسے سر ہنری نے ترتیب دیا تھا، اور فریدی نے یہ اقدام اپنی زافیائی معلومات کی بناء پر کیا تھا، اس طرح سفر جاری رکھنے کی ایک وجہ اور یہ بھی تھی کہ انہیں باری کے لئے اور کوئی دوسری چیز مل بھی نہیں سکتی۔ خچروں کو آرتھر کے ورغلائے ہوئے دوروں سمیت وہ پہلے ہی بھگا چکا تھا۔

حمید اور سر جارج کشتی کھے رہے تھے، آرتھر بندھا ہوا پڑا تھا۔ ملکہ ہوش میں آچکی تھی۔ وہ اموش اور سہی ہوئی ایک طرف بیٹھی تھی۔ فریدی اب تک بن مانس کی کھال پہنے ہوئے تھا۔ ے خوف تھا کہ سمیلی قوم کے لوگ حملہ نہ کر بیٹھیں۔ اس لئے اس نے یہی مناسب سمجھا کہ کھال ل وقت تک پہنے رہے جب تک کہ اس علاقے میں سے گزر نہ جائے۔ گرمی اور کھال کی بدبو کی جہ سے اس کا سر چکرانے لگا۔

"خزانے کا کیا ہوا سر جارج۔" آرتھر نے پڑے پڑے پوچھا۔ "اور اس وحشی جانور کو تم نے کس طرح قابو میں کیا۔"

"وحشی جانور کی ایک لمبی داستان ہے۔ وہ پھر کبھی سناؤں گا۔" سر جارج پھیکی مسکراہٹ کے ساتھ بولا۔ "لیکن خزانہ...... خزانے پر تم پہلے ہی قبضہ پا چکے ہو اور اس کے تنہا مالک ہو۔ مجھے کوئی اعتراض نہیں۔"

"کیا مطلب......؟" آرتھر چونک کر بولا۔ "میں قسم کھانے کے لئے تیار ہوں کہ مجھے خزانہ نہیں مل سکا۔"

"تم جھوٹے ہو۔" جارج ہنس کر بولا۔ "وہ خزانہ اس وقت بھی تمہارے پاس ہے اور تم

اس کے تنہا مالک ہو۔"

"اوہ...... سر جارج میں جانتا ہوں کہ تم دھوکہ دہی کے سلسلے میں مجھے قانون کے حوالے کردو گے۔ لیکن مجھے اس طرح زچ مت کرو، میں سب کچھ بھگتنے کے لئے تیار ہوں۔ خزانہ تمہیں مبارک رہے۔ تم جیتے میں ہار گیا۔ لیکن میری درخواست ہے کہ میرا مضحکہ مت اڑاؤ۔"

"آرتھر مجھے تم سے ہمدردی ہے۔" سر جارج نے کہا۔ "تم نے مجھے دھوکا ضرور دیا تھا لیکن میں نے تمہیں معاف کردیا۔ محض اس لئے کہ اب تم اس خزانہ پر قابض ہو چکے ہو اور اگر ایسا نہ ہوا ہوتا تو میں کبھی تمہیں معاف نہ کرتا۔"

"سر جارج مجھے پریشان نہ کرو۔" آرتھر نے ایک بچے کی طرح بے بسی سے کہا۔

"بخدا میں تمہیں پریشان نہیں کررہا ہوں۔" جارج نے اٹھتے ہوئے کہا۔ "یہ لو میں تمہارے ہاتھ پیر بھی کھولے دیتا ہوں۔"

جارج نے بن مانس کی طرف دیکھا۔ اس کا اشارہ پاتے ہی سر جارج نے آرتھر کے ہاتھ پیر کھول دیئے۔ وہ اٹھ کر بیٹھ گیا۔ حیرت کی وجہ سے اس کے منہ سے ایک لفظ بھی نکل نہ سکا۔ البتہ ملکہ کے چہرے پر بشاشت دوڑ گئی۔

"تو کیا اب یہ لوگ ہمیں قتل نہ کریں گے۔" ملکہ نے لاطینی زبان میں آرتھر سے پوچھا۔

"نہیں......!" آرتھر نے جواب دیا۔ "لیکن میں ابھی کچھ نہیں کہہ سکتا۔"

پھر وہ جارج کی طرف مخاطب ہوا اور حمید کی طرف اشارہ کر کے پوچھا۔

"اس گونگے کا ساتھی کہاں گیا......؟"

"اسے بن مانس نے مار ڈالا۔" سر جارج نے سنجیدگی سے کہا۔

"مجھے افسوس ہے۔" آرتھر بولا۔ "وہ ایک بہادر اور وفادار آدمی تھا اور میں اس کے مقابلہ میں ایک ذلیل آدمی ہوں۔"

"تم اس خزانے کے لئے بے تاب ہو۔" سر جارج نے کہا۔ "لو یہ رہا خزانہ۔ یہ سی جی لا دیوتا کی سینگ کے اندر سے نکلا ہے۔"

سر جارج نے ایک بہت پرانا تہہ کیا ہوا کاغذ آرتھر کی طرف بڑھایا۔ آرتھر اسے لے کر بلند

آواز میں پڑھنے لگا۔

"تم خزانے کی تلاش میں آئے ہو۔ خوش آمدید! میں سچ مچ ایک بہت بڑا خزانہ تمہیں سونپ رہا ہوں۔ کیا تمہارے لئے یہ خزانہ کم ہے کہ تم ایک سفید فام عورت یا اس کے بچوں کو وحشی درندوں کے پنجوں سے آزاد کرا کے اپنے ساتھ لئے جا رہے ہو۔ کیا یہ کم ہے کہ تمہارے اس کارنامے پر تمہاری آنے والی نسلیں فخر کرسکیں گی۔ میں سر ہنری فنلے اپنی سفید فام بیوی (جو ان وحشیوں کی ملکہ ہے) کے بطن میں اپنی یادگار چھوڑے جا رہا ہوں۔ میں جا رہا ہوں ورنہ میں بھی ان کی درندگی کا شکار ہو جاؤں گا۔ اپنے ملک میں پہنچ کر اس بات کی کوشش کروں گا کہ اپنے ساتھ یہاں تک ایک مہم لے آؤں اور اپنی بیوی کو یہاں سے لے جاؤں، لیکن مجھے اس کی امید نہیں۔ میری قوم صرف ایک عورت کے لئے اتنا بڑا خطرہ مول نہ لے گی۔ خیر میں انتہائی کوشش کروں گا۔ اور اگر اس میں کامیابی نہ ہوئی تو میں اپنی لالچی قوم کو دوسری طرح راضی کروں گا۔ میں سی جی لا دیوتا کی ایک پیتل کی مورتی بنا کر اسے انتہائی پراسرار طریقے پر شہرت دوں گا۔ ان دنوں میرے ملک میں ایسے لوگوں کی کمی نہیں جو خزانوں کی تلاش میں مشرق کا سفر کرتے ہیں۔ دولت کے لالچ میں اپنی زندگی کی بھی پرواہ نہیں کرتے۔ میں انہیں اسی طرح کچنار کے جنگلوں میں بھیجوں گا۔ کاش یہ میرا مشن کامیاب ہو سکے۔ بہت ممکن ہے کہ میری اولاد ہی میں سے کوئی اس کی کوشش کرے۔ بہرحال میں خدا اور اس کے بیٹے کی رحمتوں کا منتظر ہوں۔ اگر میں اس مشن میں کامیابی سے پہلے مر بھی گیا تو اس وقت تک میری روح بے قرار رہے گی جب تک میرے سفید فام بچے اپنے مہذب ملک میں نہ پہنچ جائیں۔ تم پر خدا اور اسکے بیٹے کی برکتیں نازل ہوں۔

سر ہنری فنلے

یکم اپریل ۱۷۱۳ء"

آرتھر نے قہقہہ لگایا اور وہ پرچہ واپس کردیا۔ حمید اور جولیا حیرت سے ایک دوسرے کا منہ تک رہے تھے۔

"کیا بات ہے۔" ملکہ نے آرتھر سے پوچھا۔

"ہم لوگ خزانے کی تلاش میں آئے تھے۔" آرتھر نے کہا۔ "اور میں نے وہ خزانہ پالیا

اور اس کا تنہا مالک ہوں۔" اور پھر آرتھر نے اسے سب کچھ سمجھا دیا۔ وہ کچھ بولی نہیں۔ اس کے چہرے سے بہرحال یہ معلوم ہو رہا تھا کہ اسے اپنی حکومت چھوڑنے کا غم ہے۔

دن گزرتا جا رہا تھا۔ سورج آہستہ آہستہ مغرب کی طرف جھک رہا تھا۔ وہ کچنار کے علاقے سے نکل کر ستیل ندی کے دہانے میں داخل ہو رہے تھے۔ فریدی بدستور خاموش بیٹھا تھا۔ ملکہ کبھی کبھی خوف زدہ نظروں سے اس کی طرف دیکھ لیتی تھی۔ آرتھر بھی مطمئن نہیں تھا۔

"لیکن ان لوگوں پر ہمارا دیوتا میمون اعظم کیسے مہربان ہو گیا۔" ملکہ نے طویل خاموشی کے بعد آرتھر سے لاطینی زبان میں کہا۔

"اے ملکہ میں نے مناسب سمجھا کہ تجھے تیری نسل کے دو آدمیوں میں بھجوا دوں۔" بن مانس لاطینی زبان میں بولا۔ آرتھر اچھل پڑا اور ملکہ...... سجدے میں گر گئی۔

"اے ملکہ سجدے سے اٹھ۔ تو خوش قسمت ہے کہ اس وقت تیری نسل کے لوگ تیرے پاس موجود ہیں۔ یہ بوڑھا تیرا عزیز ہے اور یہ لڑکی شاید رشتے میں تیری بہن لگتی ہے۔ اٹھ اور ان دونوں کو بوسہ دے۔" میمون اعظم نے گرج کر کہا۔

ملکہ نے اٹھ کر سر جارج اور جولیا کی پیشانیاں چوم لیں...... انہوں نے بھی اسے بوسہ دیا۔

"اور بیٹا آرتھر......!" بن مانس انگریزی میں بولا۔ "آج سے عہد کر لو کہ کبھی اپنے ساتھیوں کو دھوکہ نہ دو گے۔"

"ارے سر جارج یہ تو انگریزی بھی جانتا ہے۔" آرتھر سہمی ہوئی آواز میں بولا۔

"میں دیوتا ہوں...... آرتھر۔" بن مانس نے حمید کی طرف اشارہ کر کے کہا۔ "میں حکم دوں تو یہ گونگا بھی انگریزی بولنے لگے۔ ہاں گونگے آرتھر سے انگریزی میں بات کر۔"

"کیپٹن آرتھر...... دیوتا سچ کہتا ہے۔" حمید نے مسکرا کر انگریزی میں کہا۔ آرتھر بوکھلا گیا۔

"جارج یہ کیا معاملہ ہے۔" آرتھر نے خوفزدہ آواز میں کہا۔

"میں کیا جانوں۔" جارج اٹھتا ہوا بولا۔ "میں بہت تھک گیا ہوں۔ اب ذرا تم پتوار پکڑ لو۔"

آرتھر خاموشی سی پتوار کھینے لگا۔

"اچھا اے گونگے اب تو بھی اٹھ تیری جگہ میں بیٹھوں گا۔ تو بھی تھک گیا ہوگا۔" بن مانس

نے اٹھتے ہوئے کہا۔

حمید ہٹ گیا، اس کی جگہ بن مانس کشتی کھینے لگا۔

"مسٹر فریدی...... اب آرتھر کو زیادہ پریشان نہ کرو۔" جولیا بولی۔

"مجھے بھی بہت گرمی لگ رہی ہے۔" فریدی نے کہا اور پتوار رکھ کر اپنی کھال اتارنے لگا۔

آرتھر کے منہ سے حیرت کی چیخ نکل گئی۔ فریدی اپنی اصلی صورت میں ظاہر ہو گیا تھا۔ اس نے پہاڑی مزدور والا میک اپ بھی بگاڑ دیا تھا۔

"تم یہاں کہاں۔" آرتھر چیخ کر بولا۔ "تم وہی ہو جس نے میرے دو عمدہ قسم کے کتوں کا خون کر دیا تھا۔"

"ہاں میں وہی ہوں۔" فریدی نے کہا اور خاموش ہو گیا۔

جولیا نے سارا واقعہ آرتھر کو بتایا۔

"مسٹر فریدی تم سے مل کر بہت خوشی ہوئی۔" آرتھر نے فریدی سے ہاتھ ملاتے ہوئے کہا۔ "مجھے اسی وقت تم پر شبہ ہو گیا تھا جب تم نے افریقہ کے حوالے دینے شروع کر دیئے تھے۔ لیکن تم نے بہت خوبصورتی سے مجھے یقین دلا دیا تھا۔"

"کیوں سر جارج......!" فریدی نے کہا۔ "کیسا خزانہ ملا۔ تمہاری زبانی سر ہنری کی داستان سنتے ہی میں شبہے میں پڑ گیا تھا۔ محض اس لئے کہ اگر واقعی وہ کسی ایسے خزانے سے واقف تھا تو اس نے خود ہی اُسے شہرت کیوں دی۔ وہ اس مورتی کو دکھا دکھا کر چھپانے کی کوشش کر رہا تھا۔"

"ہاں تم نے پہلے ہی خزانے کی طرف سے ناامیدی ظاہر کر دی تھی۔" سر جارج نے کہا۔

ان تیزی سے پیش آنے والے واقعات کو ملکہ حیرت سے دیکھ رہی تھی۔ اس نے اس کے متعلق آرتھر سے پوچھا۔ آرتھر نے شروع سے آخیر تک ساری داستان سنا دی۔

"کاش میں اپنی قوم کے لوگوں کو یہاں سے پکار سکتی۔" ملکہ قہر آلود آواز میں بولی۔ اس کا چہرہ غصہ سے سرخ ہو گیا تھا۔ وہ فریدی کو اس طرح گھور رہی تھی جیسے موقع ملتے ہی اسے قتل کر دے گی۔ پھر اس نے دریا میں چھلانگ لگانے کی کوشش کی۔ فریدی نے جھپٹ کر اُسے پکڑ لیا۔

"آرتھر بہتر یہی ہے کہ اسے باندھ کر ایک طرف ڈال دو، ورنہ یہ خود کشی کرے گی۔"

صدیوں کا جنگلی پن آسانی سے نہیں جائے گا۔ اسے مہذب بنانے کے لئے تمہیں سالہا سال محنت کرنی پڑے گی۔"

"میں اس کے لئے سب کچھ کروں گا مسٹر فریدی۔ میں اسے بے حد چاہتا ہوں۔ اس کے جنگلی پن میں بھی ایک اتھاہ محبت کی دولت ملی ہے۔" آرتھر نے کہا اور ملکہ کے ہاتھ پیر باندھ کر اُسے ایک طرف ڈال دیا۔ وہ رو رو کر آرتھر سے منت کر رہی تھی کہ اسے مر جانے دیا جائے۔ تھوڑی دیر بعد وہ خاموش ہوگئی۔

"فریدی تم کبھی انگلینڈ بھی آؤ گے؟" جولیا نے کہا۔

"میں بھی یہی کہنے والا تھا۔" جارج نے کہا۔

"آؤں گا۔" فریدی نے کہا اور خاموشی سے کشتی کھیتا رہا۔

"تم نے مجھ سے کچھ نہیں کہا۔" حمید نے جولیا سے کہا۔

"تم بھی آنا۔" جولیا ہنس کر بولی۔

"نہیں ابھی میرا باپ زندہ ہے۔ وہ مجھے کبھی انگلینڈ نہ جانے دے گا۔" حمید نے ایسی مسکینیت سے کہا کہ سب ہنس پڑے۔

رات کے بے کراں سناٹے میں چپوؤں کی "شپا شپ" ایک عجیب سا نغمہ چھیڑے ہوئے تھی۔ سر پر تاروں بھرا لامحدود آسمان ...... آسمان صدیوں پرانی کہانی دہرا رہا تھا...... اور نیچے لہروں کی "ترل رل رل" ایک غیر فانی گیت گا رہی تھی۔

فریدی ماضی کے دھندلکوں میں ڈوب گیا۔

ختم شد